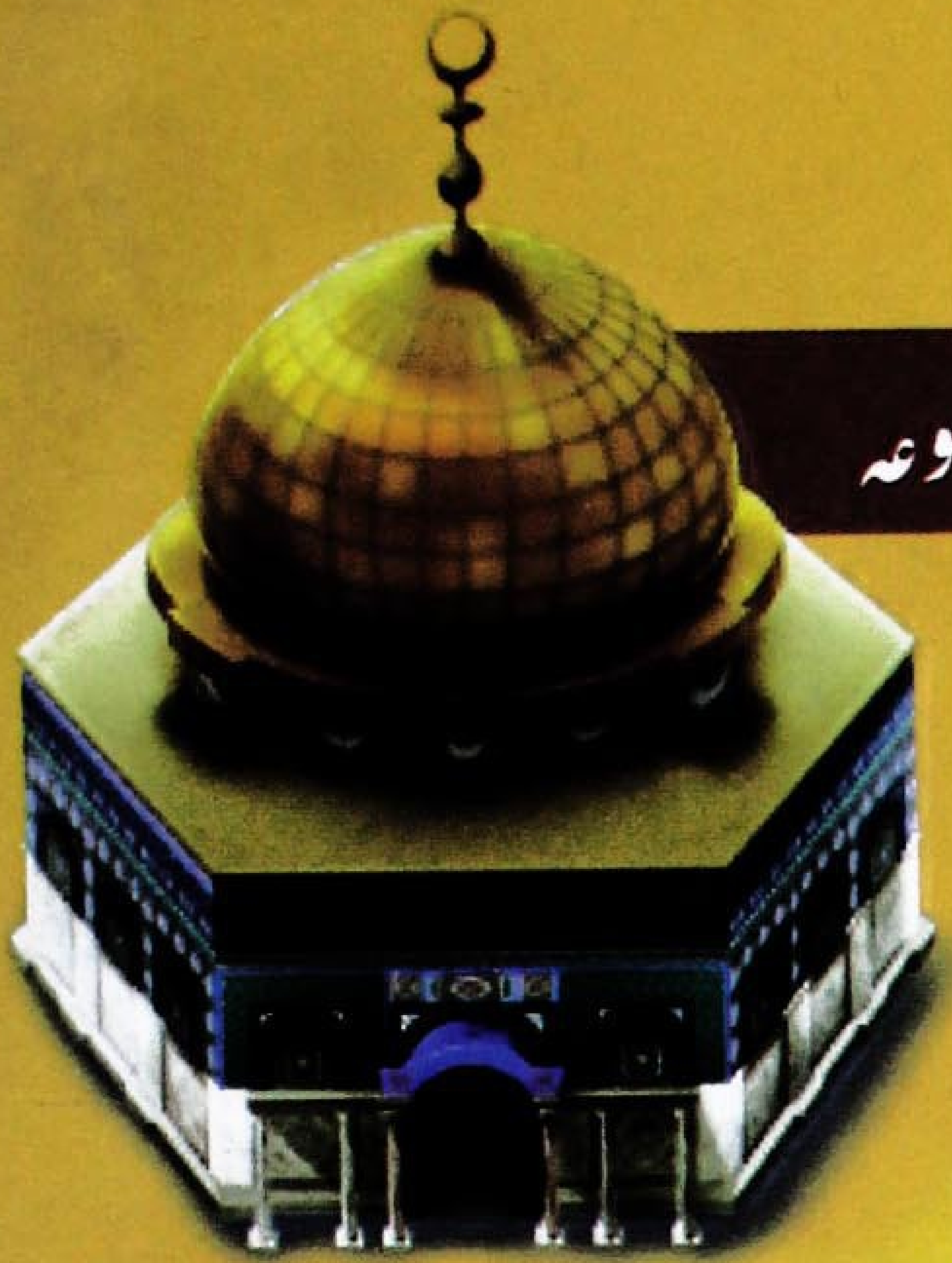

ریڈیو پر نشر ہونے والی اِسلامی تقاریر کا مجموعہ

حیّ علی الفلاح

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عادل

Marfat.com

Marfat.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

Marfat.com

Marfat.com

حیّ علی الفلاح

ریڈیو پر نشر ہونے والی تقاریر کا مجموعہ

DATA ENTERED

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عادل

ناشران

بُک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت	:	اپریل 2014ء
نام کتاب	:	حیّ علی الفلاح
تالیف	:	پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عادل
پروف ریڈنگ	:	محترمہ رومانہ امیر
تزئین واہتمام	:	شاہد حمید/ ولی اللہ
معاونین	:	گگن شاہد/ امر شاہد
کمپوزنگ	:	حافظ محمد احمد
سرورق	:	ابوامامہ
مطبع	:	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

89-041
215 ع
128438

''بک کارنرشوروم، جہلم'' کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوتی ہیں ان کا مقصد قطعاً کسی کی دل آزاری یا کسی کو نشانہ بنانا نہیں بلکہ اِشاعتی دُنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے نظریات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درُست نہ ہوں تو براہِ کرم مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل لائی جاسکے۔ ادارہ بک کارنر جہلم کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

- بیت القرآن، چھوٹکی گھٹی، حیدرآباد
- بھٹائی بک ہاؤس، نزد حیدر چوک، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد
- نیشنل بک فاؤنڈیشن، تعلیمی چوک، G-8/4، اسلام آباد، رابطہ: 051-2255572
- ویلکم بک پورٹ، مین اُردو بازار، کراچی، رابطہ: 021-2633151
- اقرأ بک کارنر، برکت چوک، ٹاؤن شپ، لاہور، رابطہ: 0321-5903660
- لاہور بک سنٹر، نزد گورمے بیکری، ڈسکہ، رابطہ: 0300-0700313

BC DISPLAY CENTER

BOOK CORNER SHOWROOM

Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan

Ph: +92 (0544) 614977, 621953 - Mob: 0323-577931, 0321-5440882

http://www.bookcorner.com.pk - email: bookcornershowroom@gmail.com

www.facebook.com/bookcornershowroom

Marfat.com

انتساب

نبیٔ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے
اُن عظیم انسانوں کے نام
جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے
اچھے کام کرنے کا حکم دیتے
اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔
اور
بلاشبہ نجات پا جانے والے ہیں۔

بدھ ۱۶ / ۳ / ۲۰۱۱ء

مسجد نماز عصر ریاض الجنۃ
مدینہ منورہ۔

مدحت النبی ﷺ

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

"آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں، آپ ﷺ کو ہر عیب سے مبرّا پیدا کیا گیا، گویا آپ ﷺ کی تخلیق آپ ﷺ کی مرضی اور چاہت کے عین مطابق کی گئی ہے۔"

(دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Tel: Off: 9200590
Fax: 9200658
Res. ______

Pakistan Broadcasting Corporation
HYDERABAD.

Ref. No. R.D/HYD/2014

Date 16/01/2014

اجازت نامہ

محترم عبدالسلام عادل، ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے شعبہ تقاریر سے گذشتہ دو دہائی سے زائد عرصے سے منسلک ہیں۔ شریف النفس اور ملنسار شخصیت کے مالک ہیں، مختلف دینی اور سماجی موضوعات پر اپنا مخصوص اندازِ تحریر رکھتے ہیں۔ مجھے یہ اجازت نامہ دیتے ہوئے نہایت مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ یقیناً ریڈیو سے نشر ہونے والی یہ تقاریر جب کتابی شکل میں سامنے آئیں گی تو قارئین اس سے استفادہ کریں گے۔

(نصیر مرزا)

اسٹیشن ڈائریکٹر

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں 14

محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں 15

ابتدائیہ 16

فکرِ ہر کس 20

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف 22

اپنی بات 23

حصہ اوّل

(ماہِ ربیع الاوّل کی خصوصی تقاریر اور سیمینارز سے خطاب مع سوال و جواب) 25

رسول اللہ ﷺ اور نظامِ عدل 26

سوال و جواب 36

ذخیرہ اندوزی اور تجارت، سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں 38

سوال و جواب 48

سیرتِ طیبہ ﷺ اور معاشیات 51

سوال و جواب 61

ختم الرسل ﷺ بحیثیت والد 63

سوال و جواب 76

قرض کی ادائیگی 79

Marfat.com

سوال و جواب 88
صراطِ مستقیم کے مسافر 91
سوال و جواب 100
انبیائے کرام کی بعثت فلاحِ انسانی کا ذریعہ ہے 102
حضورِ اکرم ﷺ بحیثیت عظیم انقلابی 106
دعوتِ حق میں پیش آنے والی مشکلات 110
معجزاتِ رسول ﷺ 115
شانِ محبوب سبحانی ﷺ 119
سیرت النبی ﷺ اور شیریں گفتاری و خوش کلامی 123
سیرت النبی ﷺ، بھائی چارہ اور معاشرہ 128
حضورِ اکرم ﷺ پیکرِ صبر و استقلال 133
نبی مکرم ﷺ کی تعلیماتِ صبر و شکر 137
سیرت النبی ﷺ اور توبہ و استغفار 142
عمل کی اہمیت 147
عملِ صالح 151
فرض کی ادائیگی 155

حصہ دوم

(پروگرام ''حی علی الفلاح'' کے معروف سلسلے ''درسِ حدیث'' میں نشر ہونے والی تقاریر) .. 159
آدابِ مجلس 160
خطبۂ نکاح 163
میقات کا تعین 166
مرغ کی اذان 170

Marfat.com

مرض پر صبر و شکر 173
بیمار پر دم جھاڑ کرنا مستحب ہے 176
کلونجی ہر بیماری کے لیے شفا بخش 179
سورۂ واقعہ کے فضائل 182
نماز اور خطبے کا بیان 185
نماز کی تاثیر اور برکت 188
نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت 192
چاشت کی نماز مستحب ہے 195
شبِ قدر اور طاق راتیں 199
نوافل کا ایک خاص فائدہ 202
جماہی کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کی ہدایت 206
نومولود کے کان میں اذان 210
اولاد سے محبت 213
ہبہ کرتے وقت اولاد میں فرق کرنا 216
نبی مکرم ﷺ کا مزاح 219
محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے 222
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مقام 225
بہترین عورت 228
قرض کی ادائیگی 231
ادائیگی قرض میں نیت کا اثر 235
اعمالِ صالحہ 238
ایک ظلم دوسرے ظلم سے کم تر ہوتا ہے 242
اہلِ یمن اور مصافحہ 246

Marfat.com

دنیا سے بے رغبتی 249

غصب و خیانت 252

غصب کے بارے میں اسلامی تعلیم 225

ایفائے عہد 258

دوستی کے اثرات 262

دوستی اور قطع تعلق 265

غیبت اور بہتان 268

انسانوں سے حسنِ سلوک 272

ہمسائے اور مہمان کی عزت و تکریم 277

امارت و حکومت باعثِ ندامت 280

مال و متاعِ دنیا کا حسن و جمال پُرفریب ہے 283

بیعت کے وقت ''سمع و طاعت بقدر استطاعت'' کہنا چاہیے 287

طالبِ دنیا اور طالبِ آخرت 290

حسنِ طلب، صبر کی عادت اور مقام 294

ہدیے کو حقیر جاننا 297

وسائل و ذرائع کی پاکیزگی 300

نیکی کے کام اور رضائے الٰہی 304

نیکی اور گناہ 307

اپنی حاجات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا 310

احسان کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے 314

مغفرت طلبی 317

عذابِ قبر کی حقیقت 322

یوم الحشر میں سوالی کے لیے ذلّت 326

Marfat.com

یوم الحشر اور زمین کی گواہی 329
عرش کے سائے میں جگہ پانے والے 332
جنت کا حصول 335

Marfat.com

اللہ

ربّ العزت کی بارگاہ میں

اللہ کرم کر دے، مولا تُو کرم کر دے
رحمت کی نظر کر دے، مولا تُو کرم کر دے

ہم خیر کے طالب ہیں، تُو شر سے بچا ہم کو
ہمیں خیر کا گھر کر دے، مولا تُو کرم کر دے

الجھن میں پڑی جاں ہے، آنسو نہیں تھمتے ہیں
قطروں کو گُہر کر دے، مولا تُو کرم کر دے

بکھرے ہیں مسلماں جو، تنکوں کی طرح باہم
تُو شِیر و شکر کر دے، مولا تُو کرم کر دے

ہیں آنکھ بھی نمدیدہ، لرزیدہ قدم اس کے
عادلؔ پہ رحم کر دے، مولا تُو کرم کر دے

جذبات، خیالات اور احساسات کا یہ اظہار حرمِ مکّی (خصوصاً مسجد الحرام) میں ہوا۔ جب جون۔ جولائی ۲۰۱۰ء میں حجِ اصغر (عمرے) کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ

Marfat.com

محمد

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں

رحمت تو برستی ہے، دن رات مدینے میں
بگڑی بھی سنورتی ہے، دن رات مدینے میں

قسمت کے ماروں کا، تُو ہی تو سہارا ہے
تقدیر بدلتی ہے، دن رات مدینے میں

ہر شخص مدینے کا، پیکر ہے محبت کا
خوشبو جو بکھرتی ہے، دن رات مدینے میں

ہوتا ہے پریشاں کیوں، کیسی ہی مصیبت ہو
اک آن میں ٹلتی ہے، دن رات مدینے میں

سرکار کرم کر دو، مجھ بے کس و بے بس پر
بگڑی ہوئی بنتی ہے، دن رات مدینے میں

ہوتا رہے نظارا، بس گنبدِ خضرا کا
خواہش یہ مچلتی ہے، دن رات مدینے میں

معراج تو افضل پر، ہر لمحہ ہی نورانی
بارش کہ برستی ہے، دن رات مدینے میں

معراج کی شب عادلؔ، سرکار کے سرہانے
قسمت تیری بنتی ہے، دن رات مدینے میں

جذبات، خیالات اور احساسات کا یہ اظہار حرمِ نبوی 1(خصوصاً ریاض الجنہ) میں ہوا۔ جب جون۔ جولائی ۲۰۱۰ء میں حجِ اصغر (عمرے) کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سال شبِ معراج صاحبِ معراج کے سرہانے گزارنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ

Marfat.com

ابتدائیہ

ایک رُوح پرور اور فردوس بداماں صدا

اس مادّیت زدہ دَور میں انسان فکری دباؤ، نظریاتی الجھاؤ اور ذہنی تناؤ کا شکار ہے............ تنگ نظری، کوفت اور گھٹن کی کرب آمیز کیفیات سے دوچار ہے............ دُنیاوی جھمیلوں اور فانی بکھیڑوں میں دلچسپی لینے والا انسان باطنی اضطراب اور روحانی التہاب میں گرفتار ہے............ وہ جہانِ ہست و بود کی رنگینیوں اور رعنائیوں سے اپنی حیاتِ مستعار کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے............ کبھی تو وہ انجمن کی کثرت آمیزی سے لطف اندوز ہو کر اندرونی خلفشار کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی خلوت آرائی کر کے اپنا غم غلط کرنے میں سرگرداں ہوتا ہے............ ایسے میں وہ زر، زن اور زمین کی ناختم ہونے والی ذہنی اذیتوں میں الجھ کر کبھی تو زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے اور کبھی اسے عارضی خوشیوں کے پردے میں راحت وسکون کے لیے اُمید کی کوئی کرن چمکتی دکھائی دیتی ہے............ لیکن جلد ہی وہ اس سراب کی حقیقت سے آشنا ہو کر نئی خوشیوں کی جستجو میں آگے چل پڑتا ہے............

انسان کے اس کربِ مسلسل، اضطرابِ پیہم اور لامتناہی رنج و الم کے بادل نہ چھٹتے ہیں اور نہ ہی اسے کوئی امید افزا صورت کا سراغ ملتا ہے............ اس بے بسی، بے کسی اور بے چارگی کی روح فرسا کیفیت میں قادر مطلق اپنی مخلوق کی اس درماندگی، دریوزہ گری اور دربدر کی کوچہ گردی پہ رحم فرما کر ''حی علی الفلاح'' کی رُوح پرور، بہار آفریں اور امید افزا صدائے دل نواز سے اسے بلاتا ہے کہ

''اے پیکرِ رعنائی و زیبائی! آ میں تجھے ادھوری کامیابی اور عارضی خوشیوں کی بجائے فوز وفلاح اور صلاح ونجاح کی یقین آگیں منزل کا پتا دیتا ہوں۔ ظلمتوں

Marfat.com

سے نکال کر روشنیوں کے جہان کا نظارہ کرواتا ہوں.......... مایوسیوں کی تنگ و تاریک دلدل سے نکال کر اُمید و رجا کی دل کش بستیوں میں پہنچاتا ہوں...... کرب و اضطراب کے خارزاروں سے نکال کر سکون وقرار کے لالہ زاروں کی فضا دیتا ہوں.......... فانی خوشیوں کے سراب کے بدلے ابدی اور سرمدی طمانیت کا فردوس بداماں ماحول عطا کرتا ہوں.......... ذہنی کلفتوں سے نجات دلا کر اقلیم راحت کی تاجوری سے نوازتا ہوں..........بس ایک کام تم کرلو کہ

قولوا لاالٰہ الا اللّٰہ......

یعنی مجھے مان لو اور میری مان لو..........

تفلحوا......

کامیابی وکامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

آؤ.......... اسلام کے فردوس بداماں، دل افروز، جان پرور اور رُوح افزا پیغام کو سمجھ کر قبول کرلو، سارے درد دُور ہو جائیں گے.......... اضطراب کے سارے آئینے چکنا چور ہو جائیں گے.......... اور رنج و الم کی ساری ظلمتیں کافور ہو جائیں گی۔ شرط یہ ہے کہ دل کے ساتھ میرے احکامات کی تعمیل کر کے متقیوں کی فہرست میں شامل ہو جاؤ.......... تاکہ

اولٰئك هم المفلحون۔

اور زمرۂ مومنین میں شامل ہو کر

قد افلح المومنون۔

کے مژدۂ جاں فزا کا صحیح استحقاق و مصداق تمہارے دامن کی زینت بن سکیں۔"

قارئین کرام!

فکری افراتفری، نظریاتی بے راہ روی اور عملی ابتری کے اس تناظر میں وارثانِ منبرومحراب، صاحبانِ جبہ ودستار، ارباب علم ودانش اور اصحاب قلم وقرطاس کی اجتماعی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ اسلام کے حیات بخش نظریات، فوز وفلاح کے حامل افکار اور روح پرور پیغامات کو عوام وخواص تک پہنچائیں.......... ابلاغ وتبلیغ اور ترویج وترسیل کا

Marfat.com

ایسا ہی اہم فریضہ ہمارے ممدوح نامور دانشور، صاحب علم و فضل خوش بیاں مقرر جناب ڈاکٹر عبدالسلام عادل صاحب نے سرانجام دیا ہے اور بحسن وخوبی سرانجام دیا ہے۔.........

انھوں نے ایک عرصہ تک ریڈیو پاکستان کے ذریعے الوہی و مصطفوی ﷺ پیغام عظمت مقام کی مختلف جہتوں سے عوام وخواص کو آگاہ و آشنا کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے کام و دہن سے نکلنے والے حکمت کے موتی، حی علی الفلاح کے عنوان سے ریڈیائی لہروں کے دوش پر سوار ہو کر وطن عزیز کے اطراف واکناف میں پہنچے۔

ڈاکٹر صاحب وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ گفتگو کے صوتی آہنگ اور فنی رنگ سے بخوبی واقف ہیں.......... اس لیے یہ تقاریر حسن جامعیت اور کمال معنویت کا مرقع جمیل ہیں۔ گفتگو کا دورانیہ اگرچہ کم ہوتا مگر مختصر سے دورانیے میں بات مکمل کرنا اور سلیقے سے سمجھا دینا ممدوح کی موضوع پر علمی گرفت اور زبان و بیان پر فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے.......... ہر چند تقاریر میں علمی نکتہ آفرینیاں، فلسفیانہ موشگافیاں اور سائنسی دلائل و براہین کی بہتات تو نہیں لیکن زبان و بیان کی سادگی، قرآن و حدیث کی آسان و عام فہم تشریح، تحریر کی برجستگی، مزاج کی شگفتگی، مفردات ومرکبات کی شستگی اور قلم کی خندہ نگاری ہر ہر صفحہ بلکہ ہر ہر سطر سے عیاں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے لب ولہجہ، اندازِ تکلم، طرزِ تخاطب اور اسلوبِ بیان کی سحر طرازیوں اور دل آویزیوں کے گواہ تو ان کے سامعین ہیں مگر علم و حکمت اور فکر وفن کے اس گلدستے سے اب ہر صاحبِ ذوق اپنے دل و دماغ کو معطر و معنبر کر سکتا ہے۔

بلاشبہ اس مجموعہ تقاریر سے کثافت آلود دل محبت رسول ﷺ کی عطر بیزیوں سے مہک جائیں گے.......... جہالت کی تاریکیاں کم ہو جائیں گی.......... مادّیت گزیدہ ذہنوں کو عشق وعقیدت کی لطافتوں سے آشنائی نصیب ہوگی.......... سفلی جذبات سے مغلوب دماغوں کو لاہوتی نغمات کی رسیلی چاشنی ملے گی۔

موضوعات کا تنوع، مطالب کی گہرائی، حسنِ تاثیر کی نکہت اور جملوں کی سلاست و روانی قاری کو کسی لمحہ اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتی اور وہ بغیر کسی انقطاع کے اسے پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

Marfat.com

چوں کہ گفتگو کے موضوعات روزمرہ کی ضروریات کے ہیں، بنیادی فکری عنوانات کی اہمیت اور ضروری عملی پہلوؤں کی افادیت کے پیش نظر پاکستان کا عظیم اشاعتی وطباعتی ادارہ ''بک کارنر'' اس کتاب کو کاغذی پیرہن میں عوام وخواص تک پہنچانے کا عظیم فریضہ ادا کر رہا ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت سرورق، مضبوط جلد بندی اور معیاری اشاعت پر ادارہ بلاشبہ تحسین وآفرین کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیتِ تامہ عطا فرما کر افادیتِ عامہ کا سبب بنائے۔ آمین!

پروفیسر سیّد امیر کھوکھر
ایم۔اے، ایم۔او۔ایل، ایم فل
اُتراء شہر، ضلع خوشاب

Marfat.com

فکرِ ہر کس

اس گتھی کو برسوں گزرنے کے بعد بھی میں نہ سلجھا سکا کہ مجھ جیسے خطا کار و گنہگار شخص سے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے کام کروائے جو نہ صرف میرے بس سے باہر تھے بلکہ وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید یہ کسی کی دعا کا اثر تھا۔

یہ ۱۹۸۸ء سے پہلے کی بات ہے کہ ابھی رمضان شریف کے شروع ہونے میں دو تین ہفتے باقی تھے کہ خیال آیا کہ اس بار رمضان میں کوئی ایسا پروگرام پیش کیا جائے جو اس سے پہلے کبھی نہ کیا ہو۔ یہ شاید اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم تھا کہ اچانک ایک آئیڈیا ذہن میں آیا کہ قرآنِ کریم کے تیس پارے ہیں کیوں نہ ہر پارے پر مبنی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے مولانا عبدالستار ہاشمی صاحب سے بات کی اور وہ یہ تقریریں کرنے پر آمادہ ہوئے جن کا عنوان تھا ''پارہ بہ پارہ''۔ الحمدللہ کہ یہ تقریریں بہت پسند کی گئیں۔

ایک سال گزرنے کے بعد اسی خیال کے حوالے سے ایک اور خیال ذہن میں آیا کہ کیوں نہ قرآن حکیم کی ہر سورہ پہ ایک تقریر نشر کی جائے۔ اس خیال کے آتے ہی میں استادِ گرامی قدر پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ موضوع کو سنتے ہی وہ تقریر کے لیے تیار ہو گئے اور قرآن کی ہر سورہ پہ تقریر ریکارڈ کروائی جس کی ریکارڈنگ آج بھی ریڈیو پاکستان حیدرآباد کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان تقریروں پر مبنی کتاب ''مطالب القرآن'' کے اب تک میرے علم کے مطابق سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے یہ عرض کرنا ہے کہ ریڈیو پاکستان کے ہیڈکوارٹر اسلام آباد سے حکم آیا کہ ''درسِ حدیث'' کے عنوان سے تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ یہ تقریریں قومی نشریاتی رابطے پر روزانہ نشر کی جائیں گی۔ ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے حصے میں ہر سہ ماہی میں چھ یا سات تقریروں کا کوٹہ مقرر کیا گیا۔ اتفاق یہ کہ اس کام کی ابتدا بھی اِس گنہگار کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ تقریریں کرنے والوں میں

Marfat.com

پروفیسر عبدالرزاق میمن، پروفیسر ثناء اللہ بھٹو، پروفیسر انور حسین (یہ تینوں حضرات جامعہ سندھ کے اسلامی تعلیمات کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے) مفتی احمد میاں برکاتی، مولانا وصی مظہر ندوی، مولانا شجاع الدین رتوی و دیگر علمائے کرام شامل تھے۔ اِسی دوران پروفیسر عبدالسّلام عادل صاحب جو اردو کے پروفیسر ہیں اور جو ریڈیو کے ادبی پروگرام میں شرکت فرماتے تھے بلکہ ریڈیو کے سنجیدہ پروگراموں کے بہترین سامع تھے اور مختلف پروگراموں پر اپنے تبصروں اور مثبت تنقید سے نوازتے رہتے تھے۔ ان کی علمیت اور قابلیت کے پیشِ نظر میں نے ''درسِ حدیث'' کی ایک تقریر ان کو لکھنے کے لیے دی۔ وقتِ مقررہ پر یہ تقریر لکھ کر لائے۔ میں نے ان کی تقریر پڑھی۔ اس کے بعد میری یہ کیفیت تھی کہ میں کبھی ان کو اور کبھی ان کی تقریر کو دیکھتا۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک شخص جو اردو ادب کا معلم ہے کیا وہ اتنا ہی وقیع اسلامی علم کا بھی حامل ہوسکتا ہے لیکن ایسا ہے کیونکہ ہر بار جب یہ تقریر لکھ کر لاتے تھے تو مختلف حوالہ جات سے تقریر کو اتنا مستند کر دیتے تھے کہ جس کو قبول کرنا یقینی ہوتا تھا۔ میرے نزدیک ایسی صلاحیتوں سے لیس ہونا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم بلکہ بندے کی ریاضت اور دین سے شغف کی بات ہے۔ پروفیسر عبدالسّلام عادل صاحب بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ اس میں کوئی انکسار نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ میں ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا مکمل طور پر احاطہ نہیں کرسکتا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صلاحیتوں میں مزید اضافہ فرمائے گا۔

یہ بڑی خوش آئند اطلاع ہے کہ سلام صاحب اپنی اِن تقریروں کو کتابی شکل میں شائع کرارہے ہیں۔ یہاں میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لوگ اِن کی کتاب کو پڑھیں اور اس سے اپنے دینی علم میں اضافہ کریں۔ ان کی تقریریں سادہ لیکن جامع ہوتی ہیں۔

احقر

محمود صدیقی

سینئر پروڈیوسر (ریٹائرڈ)

ریڈیو پاکستان حیدرآباد

Marfat.com

گر قبول اُفتدز ہے عزّ و شرف

عشقِ رسول ﷺ متاعِ حیات ہے، ہر بندۂ مومن کو اس کا بھرپور اظہار کرنا چاہیے۔ قول کے ذریعہ بھی اور فعل کے ذریعے بھی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے قول و فعل میں سیرتِ رسولِ عربی ﷺ کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ پروفیسر عبدالسّلام عادلؔ صاحب، ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے شعبۂ مذہبی امور سے وابستہ ہیں۔ مقامی اور قومی پروگرام، تقاریر، سیمینارز، مذاکرے وغیرہ میں اپنے افکار کا اظہار کرتے ہیں، سلیس اور سادہ لہجے میں بہت اہم اور معلوماتی گفتگو کرتے ہیں، جس کی بنا پر سامعین میں خاصی پذیرائی بھی حاصل ہے۔ آپ خود بھی اس کتاب کو پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں۔

ریڈیو پاکستان اس اعتبار سے بھی نشریاتی اداروں پر فوقیت رکھتا ہے کہ اس کے اسٹوڈیوز سے نشر ہونے والا ہر لفظ، احترام اور محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ وطنِ عزیز میں باہمی یکجہتی پیدا کرنے کے لیے اس کا کردار مثالی ہے۔ شعبۂ مذہبی امور نے بھی اس طریقۂ کار کو اپنایا ہے اور یہاں ہر عقیدے اور فکر کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ پروفیسر عبدالسّلام عادلؔ صاحب کی ان تقاریر میں بھی یہ سوچ جا بجا دکھائی دیتی ہے۔ اللہ پاک ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عشقِ نبی ﷺ سے ہم سب کو سرشار رکھے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

قاری محمد حسین
سینئر پروڈیوسر
ریڈیو پاکستان حیدرآباد
۱۵ جنوری ۲۰۱۴ء

۱۲۷۸۳۸

Marfat.com

اپنی بات

برسوں پرانی بات ہے حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن پر محمود صدّیقی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں انھوں نے پروگرام ''حی علی الفلاح'' کے سلسلے ''درسِ حدیث'' کے لیے ایک تقریر لکھنے کو کہا۔ میں تقریر لکھ کر حاضرِ خدمت ہوا تو انھوں نے پڑھا اور مجھے ساتھ لے کر ریکارڈنگ اسٹوڈیو میں آگئے اور تقریر ریکارڈ کرلی۔ پھر یہ ہوا کہ بار بار یہ موقع ملتا رہا اور دل بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی باتیں عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اس عاصی و گناہ گار کو بھی منتخب کرلیا ہے۔ وقت گزرتا گیا اور وہ کام ہوتا رہا جو اللہ تعالیٰ مجھ سے لینا چاہتا تھا۔ ماہِ ربیع الاوّل کے مواقع پر خصوصی سیمینارز اور تقاریر بھی اس نیک کام کا حصہ بنیں۔

تقاریر کا نشریاتی دورانیہ کم و بیش دو دہائی پر مشتمل ہے اور میں نے ان بیس سالوں میں کبھی نہیں سوچا کہ یہ تقاریر کتابی شکل میں شائع کرواؤں مگر میرے بیٹے حافظ محمد احمد نے اس خواہش کا اظہار کیا اور تقاریر کی تلاش و جستجو میں لگ گیا پھر جو کچھ دستیاب ہوسکا وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سلسلہ میں ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے پروڈیوسر قاری محمد حسین صاحب کی باتوں نے بھی مہمیز کا کام کیا۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ماہِ ربیع الاوّل کی خصوصی تقاریر اور سیمینارز سے خطاب مع سوال و جواب (جو حاضرین کی طرف سے پوچھے گئے) شامل ہیں جب کہ دوسرے حصے میں پروگرام ''حی علی الفلاح'' کے معروف سلسلے ''درسِ حدیث'' میں نشر ہونے والی تقاریر ہیں جن کے لیے موضوعاتی حدیث پروگرام پروڈیوسر کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اس کتاب میں بعض باتیں، قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ ایک سے زائد بار بیان ہوئی ہیں اور ایسا بہ حالتِ مجبوری ہوا ہے کیوں کہ یہ تقاریر گاہے گاہے مختلف مواقع پر لکھی گئی ہیں اور موضوع کی ضرورت کے تحت ان کا بیان کرنا ضروری تھا۔ یہ

Marfat.com

کتاب چوں کہ ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے، لہٰذا مقررہ وقت میں جس قدر تفصیل یا اختصار سے کام لینا پڑا وہ بھی ایک مجبوری تھی۔ اگر بات کی وضاحت میں کہیں کوئی کمی، کمزوری یا خامی نظر آئے تو اسے میری کم علمی سمجھ کر معاف کر دیجیے گا۔ حتّی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ، آیات اور احادیث میں کوئی غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی ہم ہر پل اپنے آپ کو قابلِ اصلاح سمجھتے ہیں۔ آپ کی تحقیقی نظر کہیں بھی کوئی غلطی یا قابلِ اصلاح پہلو کی طرف جائے تو اطلاع کیجیے، ہم شکر گزار ہوں گے۔

میں ان تمام احباب کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے تقاریر لکھوانے سے لے کر شائع ہونے تک قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور تعاون فرمایا۔ خاص طور پر محمود صدّیقی صاحب جن کی نظرِ عنایت سے اس مبارک کام کا آغاز ہوا، قاری محمد حسین صاحب جن کی دلچسپی اور مشورے قدم قدم پر رہبری کرتے رہے، اپنے بیٹے حافظ محمد احمد جنھوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر یہ تقاریر جمع کر کے کمپوزنگ کا کام کیا، بیٹی نبیلہ جس نے پروف چیک کرنے میں معاونت کی اور بک کارنر پبلشنگ ہاؤس کے ڈائریکٹر گگن شاہد اور امر شاہد جن کی دلچسپی اور تعاون سے یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ کوشش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمارے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

طالبِ دعائے نیم شب
پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عادل

Marfat.com

حصّہ اوّل

ماہ ربیع الاوّل کی خصوصی تقاریر اور سیمینارز سے خطاب

مع سوال و جواب

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور نظامِ عدل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین و سامعین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کی یہ بابرکت محفل سیرتِ طیبہ ﷺ کے حوالے سے ہے اور مجھ ناچیز کو اس میں ''رسول اللہ ﷺ اور نظامِ عدل'' کے بارے میں اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی ہے۔

عدل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی برابری کے ہیں۔ اسلام جو دینِ فطرت ہے اور زندگی کے جملہ معاملات پر محیط ہے عدل پر بھی زور دیتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کا امن وسکون عدل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک صالح معاشرے کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب وہاں عدل کا دور دورہ ہو کیوں کہ عدل کے بغیر کسی بھی معاشرے میں خوشحالی، امن اور ارتقا کے مراحل بھی طے نہیں ہو سکتے اور معاشرے کے افراد خوف و ہراس اور بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عدل و انصاف کے حوالے سے قرآنِ کریم کی سورۃ المائدہ آیت ۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتے

Marfat.com

دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔"

نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات اہلِ دنیا کے لیے کامل نمونۂ عمل ہے۔ ہم اپنی زندگی کے کسی بھی عمل کے لیے رہبری چاہتے ہوں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہمارے لیے کسی روشن منارے سے کم نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو ارشادات دیے ہیں نبی پاک ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اس کی عملی تفسیر موجود ہے۔ قرآنِ کریم کی سورۃ النساء کی آیت ۵۸۔۵۹ میں جہاں اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے:

"اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو اللہ تمھیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔"

وہاں سورۃ النساء ہی کی آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷ میں اپنے محبوب پیغمبر کو بھی حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"(اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچّی کتاب نازل کی ہے تا کہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو اور (دیکھو) دغا بازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا اور اللہ سے بخشش مانگنا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے بحث نہ کرنا کیوں کہ اللہ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔"

آج اس وقت جب ہم رسولِ مکرم ﷺ کے عدل و انصاف کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس منظر میں عربوں کی حالت پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں جو ایامِ جاہلیت یعنی بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت پائی جاتی تھیں "ڈاکٹر صبحی محمصانی اپنی کتابِ فلسفہ التشریع فی الاسلام میں لکھتے ہیں کہ "اسلام سے قبل عرب معاشرہ متفرق قبائل کے مجموعے سے عبارت تھا جس میں کسی مرکزی حکومت کی شیرازہ

Marfat.com

بندی نہ تھی ہر ایک فرد اپنے قبیلے سے وابستہ تھا خواہ قرابت داری کے ذریعے سے ہو یا باہمی عہد و پیمان کے واسطے سے، چناں چہ وہ اپنے قبیلے کی نگہداشت کرتا تھا اور بیرونی دشمن کے مقابلے میں قبیلے کی حمایت میں سینہ سپر رہتا تھا۔ قبائل کے درمیان جنگ و جدل عام تھا اور اس کے ساتھ لوٹ مار، مردوں اور عورتوں کو قید کرنے اور لونڈی غلام بنانے کا عام رواج تھا۔ ان کا اقتصادی نظام سادہ تھا۔ کام کرنے کو ذلت سمجھا جاتا تھا۔ ان کے معاملات کی حیثیت عرفی تھی یعنی قدیم رسوم و عادات پر مبنی عورتوں کا معاشرے میں درجہ نہایت پست تھا۔ عار یا فقر و فاقہ کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ کثرتِ ازدواج کے باعث بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ متعہ یا نکاحِ موقت کا بھی عام رواج تھا۔ شوہر بلا کسی پابندی یا شرط کے طلاق دینے کا مجاز تھا اور عورتیں اور بچے حقِ وراثت سے محروم تھے۔

رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے باعث حکومتی سطح پر شوریٰ کا نفاذ ہوا اور حاکم کے لیے نصوصِ مقدسہ کی پابندی اور مصلحتِ عامہ کی رعایت ضروری ٹھہری۔ عدل و احسان، مساوات اور اخوتِ انسانی کے اصول نافذ ہوئے۔ قبیلے کی عصبیتی یا جارحانہ لڑائی ممنوع اور دفاعی جنگ مباح قرار پائی۔ امن و امان کی تاکید ہوئی۔ عورت اور معذور لوگوں کی حالت بہتر ہوگئی۔ انفرادی ملکیت کی حرمت قائم ہوئی۔ عہد و پیمان کی پابندی واجب ٹھہری اور دھوکہ بازی یا حیلہ پردازی کی مختلف صورتیں زیرِ امتناع آئیں۔"

زندگی کی ہمہ جہتی اور معاشرتی موضوعات کی کثرت اپنی جگہ ایک "عدل و انصاف" ہی اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اس مختصر سی صحبت میں موضوع سے متعلق تفصیلات کا احاطہ کرنا یا جملہ مسائل کو سمیٹ لینا ممکن نہیں ہے لہٰذا رسالت مآب ﷺ کے سراجِ منیر کی چند کرنوں ہی سے اس محفل کو منور کیا جا سکتا ہے۔

کسی بھی ریاست یا فرد کی حفاظت ایک لازمی امر ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب عدل و انصاف کے ذریعے سے حق دار کو اس کا حق دلایا جائے اور ظالم کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ کام کسی قانون کے تحت ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام اس نظام کو عدل و انصاف کا نام دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ جس معاشرے میں لوگوں کے درمیان

Marfat.com

برابری کی بنیاد پر حقوق و فرائض کی تقسیم عمل میں لائی جائے۔ کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے لیکن اگر ایسا ہو جائے تو ایک عادل (یا عدالت) غلط اور صحیح کا فیصلہ کر کے معاملات کو احسن طریقے سے نمٹائے۔ عدل کے تحت خون کا بدلہ خون اور عضو کا بدلہ عضو ہے۔ گویا ایک شخص دوسرے کو جتنی تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے تو اسلام کی رُو سے مظلوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بھی جواباً اتنی ہی تکلیف یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس معاملے میں کسی رعایت، لچک یا زیادتی کی کوئی گنجائش نہیں ہے البتہ مظلوم کو یہ اختیار ضرور حاصل ہے کہ وہ اگر چاہے تو ظالم کو معاف کر دے۔ یہ احسان ہے۔

نبیٔ مکرم ﷺ کے حوالے سے تاریخِ اسلام کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے جو عدل و انصاف کی ایک ایسی تصویر پیش کرتا ہے جو سارے عالم کو منور کر رہی ہے۔ قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت چوری کے الزام میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی۔ آپ ﷺ نے اس پر تعزیر نافذ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ قبیلے کے کچھ معزز افراد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ذریعے حضورِ اکرم ﷺ سے سفارش کروائی۔ اس پر آپ ﷺ کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو گیا اور لوگوں کو جمع کر کے آپ ﷺ نے خطبہ دیا کہ خبردار! تم سے پہلی قومیں اسی لیے عذابِ الٰہی کا شکار ہوئیں کہ ان میں جب کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو قانون اس سے چشم پوشی کر لیتا لیکن اگر کوئی غریب اور لوگوں کی نظر میں غیر معزز جرم کر بیٹھتا تو اسے سزا دی جاتی۔ سنو! اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ تو مخزوم قبیلے کی فاطمہ ہے اگر کہیں فاطمہ بنتِ محمد ﷺ بھی اس جرم میں ملوث پائی جاتی تو بھی عدل و انصاف کے تقاضے ضرور پورے کیے جاتے اور اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیے جاتے۔ اس کا نام ہے عدل و انصاف جہاں شخصیت کا نہیں اصول کا لحاظ ہے۔

بلاشبہ عدل و انصاف کا منبع قرآنِ کریم ہے جس کی آیاتِ مبارکہ جستہ جستہ بائیس سال سے کچھ زائد عرصے میں بذریعہ وحی قلب و ذہنِ رسولِ مقبول ﷺ پر اتاری گئیں۔ زندگی کے یہ ہمہ جہتی اصول و احکام عملی طور پر نبی پاک ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں موجود ہیں اور تا بہ ابد ہر دور اور ہر معاشرے پر محیط ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ارتقا پذیر اس کائنات کا نظام بھی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے۔ ان سب کے باوجود اسلام کا ابدی نظام اور

Marfat.com

تعلیمات ہر دور کے لیے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کو جدید دور سے ہم آہنگ کرنے کے لیے نہ صرف ہر دور میں اجتہاد سے کام لیا جاتا رہا ہے بلکہ زندگی کے ہمہ جہتی نظامِ عدل کو اجتہاد کے ذریعے تازگی و تابندگی بخشی جاتی رہی ہے۔ آج ہر طرف ایک ہی پکار ہے کہ عدل نہیں ہو رہا۔ انصاف کے دروازے بند ہیں اور عدل و انصاف سے محروم لوگ خودکشی کرتے ہوئے زندگی کی بازی ہار رہے ہیں۔ کوئی اپنے لختِ جگر کا سودا کر رہا ہے تو کوئی جسمانی اعضا فروخت کرنے پر مجبور ہے۔ بلاشبہ مسائل زیادہ ہیں۔ ہمہ جہتی ہیں مگر اجتہاد سے کام لے کر نہ صرف جملہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے بلکہ عدل و انصاف کی فراہمی بھی یقینی بنائی جا سکتی ہے۔

تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالیے تو پتا چلتا ہے کہ جب اسلامی عمل داری کا کام مدینے کی حدود سے بڑھ گیا تو حضور ﷺ نے چند مفتی یعنی قاضی مدینے میں مقرر فرمائے جن کے فیصلوں کے خلاف آنحضرت ﷺ کے پاس مرافعہ بھی ہوتا تھا۔ کتانی نے اپنی کتاب التراتیب الاداریہ میں بحوالہ ابن الجوزی و مؤطا اس تنظیم کا ذکر کیا ہے۔ بعض مقدمات کے لیے حضور ﷺ نے موقتی قاضی بھی متعین فرمائے۔ سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”ان دو آدمیوں کا قضیہ چکاؤ“ کہا ”کیا آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟“ فرمایا: ”ہاں“ کہا ”کس صورت میں؟“ فرمایا: ”اس طور پر کہ اگر اجتہاد کرو اور صحیح چیز پر پہنچو تو دس نیکیوں کا ثواب ہوگا اور اگر خطا کر جاؤ تو ایک نیکی شمار ہوگی۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب حاکم غیظ و غضب میں ہو تو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ ٹھنڈے دل سے معاملے کے حسن و قبح پر غور نہ کر سکے گا۔ ایک اور حدیث میں اجتہاد کی اہمیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

”جب حاکم حکم لگانے پر آمادہ ہو تو اجتہاد کرے (یعنی معاملے پر خوب غور و خوض کرے) اگر اس کا فیصلہ حق بجانب ہوگا تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر فیصلے میں باوجود پوری کوشش کے غلطی رہ جائے تو اسے ایک اجر ملے گا۔“

Marfat.com

یہ حدیث صحیحین میں ہے ساتھ ہی حضور ﷺ نے قضا کی ذمہ داریوں کا احساس ان معنی خیز الفاظ میں دلوایا:

''جس شخص کو لوگوں کا قاضی بنایا گیا اسے گویا بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔''

انصاف رسانی کے سلسلے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''قاضی کو چاہیے کہ صرف روداد پر فیصلہ کرے اور اپنی ذاتی معلومات کو اس میں دخل نہ دے۔''

مرافعہ کے علاوہ ''استصواب'' اور ''تصحیح'' کی مثالیں بھی عہدِ نبوی ﷺ کی تاریخ میں ملتی ہیں جب کبھی حضور ﷺ کو کسی افسر کے غلط فیصلے یا طرزِ عمل کی خبر ملتی تو آپ بصیغہ تصحیح دخل دہی فرما کر تلافی اور تدارک فرماتے۔ مسند احمد بن حنبل میں مرافعوں کی نظیریں درج ہیں نیز اس وثیقہ سے جو حضور ﷺ قبیلہ بنو عبدالقیس کو تحریر کرا دیا، ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلوں پر نظرِ ثانی کا امکان بھی تھا۔ اس میں یہ ہدایت بھی درج تھی کہ مفصل مقدمات میں ایسا عدل کریں کہ فریقینِ مقدمہ کو نظرِ ثانی کی ضرورت نہ رہے۔''

سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس سے اجتہاد کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا:

''جب کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا ''قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر قرآن میں (اس کا حکم) نہ ملے؟'' تو بولے ''رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا ''اگر رسول ﷺ کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملے تو پھر کیا کرو گے'' عرض کیا ''اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس کوشش میں فروگذاشت نہ ہونے دوں گا'' (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''الحمدللہ! جس نے رسول ﷺ کے ایلچی کو اس بات کی توفیق عطا کی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔''

جناب رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کبھی ایسے افراد کو قاضی یا گورنر نہ بناتے تھے جن میں عہدے اور منصب کی طلب ہوتی تھی۔ تاہم جنھیں ان عہدوں کے لیے موزوں

Marfat.com

خیال فرماتے تھے اس کی ہمت افزائی بھی فرماتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں:

''حضور ﷺ نے مجھ کو عامل بنا کر یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھ کو حاکم بنا کر بھیج رہے ہیں۔ میں جوان ہوں اور حکومت کرنے کا طریقہ بھی مجھے معلوم نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تیرے دل کی رہنمائی کرے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا'' پھر ارشاد ہوا ''جب دو شخص کوئی معاملہ لے کر تیرے پاس آئیں تو پہلے شخص یعنی مدعی کے حق میں اس وقت تک بہتر فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کے بیان کو نہ سن لے۔ اس لیے کہ مدعا علیہ کا بیان تجھے حکم دینے میں مدد دے گا۔''

ایک اور حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا:

''دونوں فریق یعنی مدعا علیہ اور مدعی حاکم کے سامنے بیٹھیں (یعنی ان سے برابری کا سلوک ہو)۔ حضور ﷺ کا قول ہے کہ اگر محض لوگوں کے دعوے پر ہی ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے تو بہت سے لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور مال کا دعویٰ (بغیر مستحکم بنیاد کے) کرنے لگیں گے لہٰذا مدعا علیہ پر قسم بھی ہے یعنی صرف مدعی کا بیان کافی نہیں بلکہ مدعا علیہ سے قسم لینا بھی ضروری ہے ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں ''ثبوت مدعی کے ذمے ہیں اور قسم مدعا علیہ پر۔''

عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے میں شہادت یعنی گواہی کا بھی اپنا ایک اہم کردار ہے۔ جھوٹی گواہی حقیقت پر بعض اوقات ایسا پردہ ڈالتی ہے کہ عدل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن دکھائی دیتا ہے لیکن منصف اگر سچا اور انصاف پسند ہے اور اسلامی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور رہنمائی ضرور فرماتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تم کو بہترین گواہوں کا پتا نہ بتلا دوں۔ بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے پہلے گواہی دیں۔''

جامع ترمذی کی ایک روایت میں نبی پاک ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ کن لوگوں کی شہادت یعنی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا:

"گواہی جائز نہیں۔ ۱۔ خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی۔ ۲۔ جسے کسی حد (کی سزا) میں کوڑے لگے ہوں۔ ۳۔ جسے اپنے بھائی سے کینہ ہو۔ ۴۔ جس کی غلط گواہی کا تجربہ ہو چکا ہو ۵۔ جو گھر والوں کے تابع (دباؤ میں) ہو اور جو دوستی یا قرابت کے معاملے میں متہم ہو۔"

جھوٹی گواہی کے بارے میں احادیث میں بہت تنبیہ آئی ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے:

"جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر کی گئی۔"

ایک حدیث میں ہے:

قل الحق و لو علیٰ نفسک.

یعنی "سچ بولو خواہ تمھارے اپنے خلاف ہو۔"

عدلِ رسالت مآب ﷺ کی اس سلسلے میں ایک مشہور روایت ہے۔ ابولمعہ نے جو انصار میں سے تھا ایک زرہ چرائی اور اسے آٹے کی بوری میں رکھ لیا۔ بوری پھٹی ہوئی تھی اس لیے آٹا راستے میں اس کے گھر تک گرتا چلا گیا۔ قرائن سے معلوم ہوا تھا کہ وہی چور ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ زرہ اس نے ایک یہودی کے پاس امانت رکھ دی تھی اور پھر اپنی برادری میں آ کر مشہور کر دیا کہ زرہ یہودی نے چرائی ہے۔ اس انصاری کے برادری کے لوگ حضور ﷺ کے عرض گزار ہوئے کہ آپ انصاری کی عذر خواہی کریں۔ حضور ﷺ کو اشارۂ غیبی سے حقیقت کا پتہ چل گیا اور آپ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں فرمایا۔ ابولمعہ اس کے بعد مکہ کی طرف بھاگ کر چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔

تحفے تحائف بھی بعض اوقات عدل و انصاف کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اس ضمن میں سخت وعید ارشاد فرمائی ہیں اور واضح رہنمائی فرمائی ہے۔ ابنِ ماجہ اور بیہقی کی روایت کے مطابق رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے جو شخص کسی کو قرض دے اور پھر قرض لینے والا اس کے پاس کوئی

Marfat.com

ہدیہ یا تحفہ بھیجے یا سواری کے لیے جانور دے تو وہ نہ تو سواری استعمال کرے اور نہ ہدیہ اور تحفہ قبول کرے مگر اس صورت میں جب کہ قرض دینے سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ جاری رہا ہو۔"

صحیحین کی روایت ہے کہ اسی احتیاطی اصول کے پیشِ نظر حضور ﷺ نے مزانیہ سے منع فرمایا: ہے۔ متعدد احادیث سے جان و مال کی حفاظت کا حق ثابت ہے۔ حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ ان کا ایک نوکر ایک دوسرے آدمی سے لڑ پڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ ان میں سے ایک نے جب اپنا ہاتھ دوسرے کے منہ سے زور سے کھینچ کر نکالا تو اس کے دانت گر پڑے۔ اس نے حضور ﷺ سے استدعا کی کہ دانتوں کا معاوضہ دلوائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا وہ اپنے ہاتھ کو تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اس کو اونٹ کی طرح چبا تا رہتا؟"

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی حفاظت میں لڑتا ہوا مارا جائے تو اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا اور اگر وہ غاصب کو ایسی حفاظتی لڑائی میں مار ڈالے تو اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ قول بھی روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بلا اجازت تیرے گھر میں جھانکے اور تو اسے کنکری مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یوں حضورِ اکرم ﷺ نے ذاتی تخلیہ (PRIVACY) کا حق تسلیم فرمایا۔

مغرب کے قوانین کی روشنی میں سربراہِ مملکت عدالتوں میں جواب دہ نہیں ہوتا جب کہ اسلامی نظام میں کسی فرد کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا جاتا خواہ وہ ریاست کا سربراہ ہی کیوں نہ ہو۔ خود نبی مکرم ﷺ نے اپنی ذات کے خلاف ضمان یعنی TORT اور دیوانی، دونوں قسم کے دعوے سن کر مدعیوں کے حق میں فیصلے دیے۔ اس قسم کے فیصلے قانون کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ایسی ہی مثالوں کی وجہ سے خلافتِ راشدہ کے دور میں خلیفۂ وقت کو بھی ایک معمولی فریقِ مقدمہ کی حیثیت سے طلب کر لیتا تھا اور اسے حاضر ہو کر جواب دہی کرنا پڑتی تھی۔ قضا کی اہمیت کا اندازہ حضورِ اکرم ﷺ کے ایک اور قول سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

’’دو فریقوں کے کسی جھگڑے کا عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا صدقہ ہے۔‘‘

عدل و انصاف ہی کیا نبی مکرّم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تو زندگی کے جملہ معاملات و مسائل کا احاطہ کرتی اور رہنمائی فرماتی ہے۔ سن دس ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے جبل الرحمۃ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ انسانیت کا بہترین منشور ہے۔ اس خطبے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کے بنیادی حقوق یعنی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ اور قابلِ احترام ہیں۔ امانت کی واپسی اور قرض کا ادا کرنا فرائض میں شامل ہے۔ ربا یعنی سود لینے اور دینے کی قطعی ممانعت کی گئی اور ارشاد فرمایا کہ قرض خواہ کو صرف اصل زر واپس ہو گا۔ قتل عمد کے لیے قصاص اور شبہ عمد کے لیے دیت کا حکم دیا۔ حقوقِ زوجین کی وضاحت کی گئی۔ مسلمان کو مسلمان بھائی سے لڑانے اور کسی کا مال غصب کرنے کے سلسلے میں سخت وعید دی گئی۔ احترامِ فرد کا معیار رنگ و نسل کی اضافی قدروں کے بجائے اتقا یعنی خوفِ خدا قرار دیا گیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کو قربِ الٰہی کا سبب بتایا گیا۔

یہ اور اس جیسے بے شمار موضوعات ہیں جو معاشی اور معاشرتی حوالے سے رہنمائی کے طالب ہیں اور سیرتِ پاک ﷺ ہی وہ چراغِ ہدایت ہے جس کے نور سے زندگی کے ہر پہلو کو منور کیا جا سکتا ہے۔ یہ نبی مکرّم ﷺ ہی کا فیض ہے کہ ہمارے پاس ایک ایسا نظامِ شریعت موجود ہے جس کی تحسین ابنِ قیم نے ان الفاظ میں کی ہے ’’شریعت کی اساس و بنیاد حکمت پر اور بندوں کے معاشی و مادی مفادات پر قائم ہے۔ شریعت کلیتاً عدل، ہمہ تن رحمت اور سراپا حکمت ہے۔ پس جو مسئلہ بھی عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے عدمِ رحمت کی طرف یا صلاح سے فساد کی طرف یا حکمت سے نامعقولیت کی طرف جا رہا ہو وہ شریعت ہی نہیں اگرچہ اسے بہ دلائل داخلِ شریعت کر دیا گیا ہو۔‘‘

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی مکرّم ﷺ کی تعلیمات سے عدل و انصاف کے موتی چننے اور عمل کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

سوال و جواب

(سوال) پروفیسر صاحب آپ نے اپنی تقریر میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی حیاتِ مبارکہ قرآنی احکامات کی عملی تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں اگر وضاحت فرمائیں تو عنایت ہوگی؟

(جواب) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد مادر پدر آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ زندگی گزارنے کے لیے اسے مکمل دستورِ حیات فراہم کیا ہے۔ اگر یہ احکامات صرف قرآن کے ذریعے پہنچتے تو ممکن تھا کہ لوگ حیلے بہانے کرتے اور قرآنی احکامات پر عمل سے انحراف کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک شخص کو چُنا اور نبوت کے منصب پر فائز کر دیا۔ قرآنِ کریم میں جو حکم نازل ہوتا آپ ﷺ نہ صرف اس کی وضاحت فرماتے بلکہ عمل بھی کر کے دکھاتے تا کہ حیلے بہانے کرنے والے اور بے عمل لوگ اس آسمانی کتاب پر عمل سے جی نہ چرا سکیں۔ بلاشبہ قرآنی احکامات کی تعبیر و تفسیر کے لیے سنتِ رسول ﷺ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ مثلاً قرآنِ کریم میں نماز یا زکوٰۃ کا جو حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے صراحت فرمائی کہ نماز کتنے وقت اور کب پڑھنا ہوگی، اس کی کتنی رکعتیں فرض، سنن و واجبات ہیں یا زکوٰۃ کتنے مال پر کب، کسے اور کتنی ادا کرنی ہوگی؟ یہ ساری تفصیل ہمیں حضورِ اکرم ﷺ کے عمل سے ہی ملتی ہے اور کامل رہنمائی کا موجب ہے۔

(سوال) پروفیسر صاحب آپ نے اپنی تقریر میں مزانیہ کا ذکر کیا ہے۔ مزانیہ سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل بیان فرمائیں تو عنایت ہوگی۔

(جواب) مزانیہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کے تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے بدلے اس طرح فروخت کرے کہ خشک پھل کے پیمانے معین کرے اور تازہ پھلوں کا اندازہ کرے۔ اسی طرح محاقلہ یعنی کھڑی کھیتی کے بدلے معین مقدارِ غلّہ کی

Marfat.com

فروخت کی ممانعت فرمائی۔ اس ضمن میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک ان میں پختگی کے آثار نمایاں نہ ہو جائیں۔

نبی مکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جب تک قبضے میں لے کر ناپ نہ لیا جائے اسے فروخت نہ کیا کرو۔ عمومی طور پر حضور ﷺ نے غیر مقبوضہ اشیا کی فروخت کے خلاف تنبیہہ فرمائی مگر بیع سلف کی ان شرائط پر اجازت دی کہ ناپ، وزن اور معیار متعین ہوں۔ پوشیدہ عیب والی شے کی بیع کرنے والے کو حضور ﷺ نے غضبِ الٰہی کا مورد قرار دیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے لیے دھوکہ دینا جائز نہیں۔''

سوال پروفیسر صاحب! دورِ نبوی ﷺ اور آج کے ترقی یافتہ دور کا اگر موازنہ کریں تو کیا اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت موجودہ دور میں زیادہ نہیں ہے؟

جواب جی ہاں بالکل! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان ترقی اور تمدنی اقدار میں تیزی سے اضافہ اور تبدیلی عمل میں آ رہی ہے۔ اسلام چوں کہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے اس میں ہر دور کے مسائل کا حل موجود ہے اور نت نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہر دور میں نہ صرف رہی ہے بلکہ قیامت تک رہے گی لہٰذا آج بھی اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اجتہاد کے حوالے سے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار سفر میں تھے۔ دور کسی مقام پر آپ کو غسل کی حاجت درپیش ہوئی۔ پانی میسر نہ تھا اور آپ بہت پریشان تھے پھر تیمم کا خیال آیا اور اجتہاد کیا۔ کپڑے اتار کر مٹی/ زمین پر دو چار قلابازیاں کھائیں پھر کھڑے ہوئے اور مٹی جھاڑ کر کپڑے پہن لیے۔ واپسی پر حضور ﷺ کی خدمت میں واقعہ بیان فرمایا تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور بولے صرف تیمم ہی کر لیتے تو بھی کافی تھا۔ اس واقعے سے اجتہاد کی عصری ضرورتوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح اجتہاد کے ذریعے بڑے بڑے مسائل بآسانی حل کیے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

ذخیرہ اندوزی اور تجارت، سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین و سامعین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آج کا یہ پروگرام سیرتِ نبوی ﷺ کے تناظر میں زندگی کے اعمال و افعال سے ہے۔ جب سے انسان کو اس دنیا میں اتارا گیا ہے۔ خالقِ کائنات کی طرف سے انسان کی رہبری اور رہنمائی کا بھی بھرپور اور باقاعدہ انتظام کیا جاتا رہا ہے۔ گویا انسان کو یونہی مادر پدر آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ قدم قدم پر اس کی رہنمائی کی جاتی رہی۔ اس مقصد کے لیے انبیا و رسل بھیجے گئے اور رہبری کا اہتمام کیا گیا۔ ہدایت اور رہنمائی کا یہ سلسلہ نبیِّ مکرم حضرت محمد ﷺ تک جاری رہا پھر قیامت تک کے لیے یہ دروازہ بند کر دیا گیا اور نوعِ انسانی کے لیے واضح تعلیم دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی دراصل اللہ کی پیروی ہے۔

ہر مذہب نے اللہ کی محبت کا اہل، اس کے پیار کا مستحق اور اس کی نظرِ عنایت کے لیے ایک ہی طریقہ بتایا ہے کہ اس مذہب کے شارع اور طریقے کے بانی نے جو عمدہ تعلیم اور نصیحتیں بیان کی ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ اسلام نے ان سب سے بہتر تدبیر اختیار کی ہے اور اللہ نے اپنے محبوب اور آخری رسول ﷺ کا عملی مجسمہ سب کے سامنے رکھ دیا ہے اور اس کی پیروی اور اتباع کو اللہ کی محبت کا اہل، اس کے پیار کا مستحق اور اس کی نظرِ عنایت کے لیے بہترین ذریعہ قرار دیا ہے لہٰذا اسلام میں دو چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اوّل کتاب اور دوم سنت۔ کتاب سے مراد اللہ کے احکام ہیں جو قرآنِ حکیم کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور سنت جس کے لغوی معنی راستہ کے ہیں، وہ راستہ جس پر پیغمبرِ اسلام اللہ

Marfat.com

کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرے یعنی آپ ﷺ کا عملی نمونہ جس کی تصویر احادیثِ مبارکہ میں بصورتِ الفاظ موجود ہے اور ایک مسلمان کی کامیابی و کامرانی اور تکمیلِ روحانی کے لیے یہی سنتِ نبوی ﷺ ہے۔

کسی بھی مذہب کے ماننے والے بے شمار افراد کا تعلق زندگی کے کسی ایک شعبے سے نہیں ہوتا بلکہ وہ مختلف اصنافِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس دنیا کی بنیاد ہی اختلافِ عمل پر ہے۔ باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعے سے یہ دنیا چل رہی ہے۔ اس میں بادشاہ یا رئیسِ جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم، مطیع اور فرماں بردار رعایا بھی، امن و امان کے قیام کے لیے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور فوج کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہیں اور دولت مند بھی، رات کے زاہد و عابد بھی ہیں اور دن کے سپاہی و مجاہد بھی۔ اہل و عیال بھی ہیں اور دوست و احباب بھی، امام و پیشوا بھی ہیں اور تاجر و سوداگر بھی۔ غرض اس دنیا کا نظم ونسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی زندگی کے لیے عملی مجسمے اور نمونے کی ضرورت ہے۔ اسلام ان تمام انسانوں کو ''سنتِ نبوی ﷺ'' کی پیروی کی دعوت دیتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

''یعنی تمھارے لیے نبیٔ مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بہترین نمونہ ہے۔''

اس ارشادِ مبارک سے یہ بات صاف اور واضح ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عملی سیرت میں مختلف طبقاتِ انسانی کے لیے نمونے اور مثالیں موجود ہیں۔

آج کے موضوع کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جب ہم سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک تاجر کے لیے رہنمائی اور ہدایت کے حوالے سے واضح تعلیم ملتی ہے مگر افسوس کہ آج کے تاجر نے منافع خوری اور ہوسِ زر میں ذخیرہ اندوزی کو تجارت جان لیا ہے اور سمجھتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کا واحد طریقہ ذخیرہ اندوزی ہی ہے۔ حالاں کہ یہ بات ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ شراب کی بوتل پر اگر روح افزا کا لیبل لگا دیا جائے تو شراب جائز اور حلال نہیں ہو جائے گی۔

Marfat.com

آیئے! اب ہم ذخیرہ اندوزی اور تجارت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں۔ تجارت، سوداگری یا بیوپار، اسلام میں ایک معزز ذریعۂ حصولِ رزق ہے اور نہ صرف آپ ﷺ نے بذاتِ خود تجارت کی ہے بلکہ عرب کی خوش حالی کا سارا دارو مدار بھی تجارت ہی پر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی ابتدائی سورتوں میں سورۂ قریش میں عرب معاشرے کا ذکر کرتے ہوئے قریش کے ان تجارتی سفروں کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ گرمی اور سردی میں کیا کرتے تھے۔

دین درحقیقت زاویۂ نگاہ کی تبدیلی کا نام ہے اور یہی زاویۂ نگاہ جب بدل جاتا ہے تو قرآنِ کریم کی اصطلاح میں اس کا نام تقویٰ ہے یعنی میں دنیا کے اندر جو کچھ کر رہا ہوں، کھا رہا ہوں، سو رہا ہوں، کما رہا ہوں، ملازمت کر رہا ہوں، تجارت کر رہا ہوں غرض جو کچھ کر رہا ہوں اللہ کے لیے کر رہا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق کر رہا ہوں۔ یہی چیز اگر حاصل ہو جائے تو اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ تقویٰ اگر پیدا ہو جائے اور پھر اس تقویٰ کے ساتھ تجارت کریں تو یہ تجارت دنیا نہیں یہ دین ہے اور یہ جنت تک پہنچانے والی ہے اور نبیوں کے ساتھ حشر کے دن سرخرو کرنے والی ہے۔

جو تاجر تجارت میں سچائی اور امانت داری کو اختیار کرے تو اسے قیامت کے دن انبیا علیہم السلام، صدّیقین رضی اللہ عنہم اور شہدا رحمۃ اللہ علیہم کی ہمراہی کی بشارت ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"(قیامت کے دن) سچا، امانت دار تاجر ولیوں اور شہیدوں کے زمرہ میں ہو گا۔"

جامع ترمذی ہی کی ایک اور حدیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جو بظاہر اس حدیثِ پاک سے متضاد معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عبیداللہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تاجروں کا قیامت کے دن فاجروں کے ساتھ حشر ہو گا سوائے ایسے تاجر کے جو حرام سے بچا، جھوٹی قسم نہ کھائی اور قیمت کہنے میں سچ بولا۔"

یہ دونوں حدیثیں انجام کے لحاظ سے بظاہر متضاد نظر آتی ہیں کہ پہلی حدیث میں فرمایا

Marfat.com

کہ تاجر انبیا کے ساتھ ہوں گے، صدیق اور شہدا کے ساتھ ہوں گے اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ فساق و فجار کے ساتھ ہوں گے لیکن لفظوں کے حسنِ ترتیب سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ دونوں احادیث میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں بلکہ تاجروں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو انبیا علیہم السلام اور صدیقین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوگی اور دوسری قسم وہ ہے جو فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ ہوگی اور دونوں قسموں میں فرق بیان کرنے کے لیے جو شرائط بیان فرمائیں وہ یہ ہیں کہ سچائی ہو، امانت ہو، تقویٰ ہو، نیکی ہو، تو پھر وہ تاجر پہلی قسم میں داخل ہے اور اس کو انبیا کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور یہ خوبیاں جس تاجر کے اندر نہ ہوں بلکہ صرف پیسہ حاصل کرنا مقصود ہو جس طرح بھی ممکن ہو چاہے دوسرے کی جیب پر ڈاکہ ڈال کر ہو، دھوکہ دے کر ہو، جھوٹ بول کر ہو، دغا دے کر ہو، کسی بھی طریقے سے ہو پھر وہ تاجر دوسری قسم میں داخل ہے کہ اس کو فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ یہ تجارت جسے ہم اور آپ دنیا کا ایک کام سمجھتے ہیں اور دل میں ایک خیال رہتا ہے کہ یہ تجارت ہم اپنے پیٹ کی خاطر کر رہے ہیں اور اس کا بظاہر دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایک غلط اور بے معنی خیال ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہم جو یہ تجارت کر رہے ہیں درحقیقت یہی ہماری جنت اور جہنم کا راستہ ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اس تجارت کو جنت تک پہنچنے کا راستہ بنالیں۔ انبیا علیہم السلام کے ساتھ حشر ہونے کا ذریعہ بنالیں اور اگر چاہیں تو اسی تجارت کو جہنم کا راستہ بنالیں اور فساق و فجار کے ساتھ حشر ہونے کا ذریعہ بنالیں اور یہ بات ہماری فکر، سوچ اور عمل کے حوالے سے ساری زندگی پر محیط ہے لہٰذا اس کا دائرہ صرف تجارت تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا کے جتنے بھی کام ہیں خواہ ملازمت ہو یا تجارت، زراعت ہو یا دنیا کا کوئی اور کام ان سب میں یہی بات ہے کہ اگر اس کو انسان ایک زاویے اور ایک طریقے سے دیکھے تو وہ دنیا ہے اور اگر دوسرے زاویے سے دیکھے تو وہی دین بھی ہے۔ گویا ایک مسلمان کی زندگی صرف دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ دین سے جُڑ جانے کی وجہ سے زندگی کا یہ تعلق ابدی اور اخروی زندگی کی تابندگی سے مربوط ہو جاتا ہے یعنی دین درحقیقت الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ زاویۂ نگاہ کی تبدیلی کا

Marfat.com

نام ہے۔ اگر آپ ایک کام دوسرے زاویے سے کریں، دوسری نیت سے کریں، دوسرے ارادے سے کریں، دوسرے نقطۂ نظر سے کریں تو وہی چیز جو بالکل دنیاوی چیز نظر آ رہی ہے وہی دین بن جاتی ہے۔

ہم ایک اسلامی معاشرے میں رہتے ہیں جہاں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کی ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے عمل سے ہم خود کو ایک کامل مسلمان ثابت کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ زندگی کے رہن سہن اور طور طریقے مغرب زدگی کا شاہکار ہیں اور اسلامی تہذیب و ثقافت اور تعلیماتِ نبوی ﷺ پر عمل کرنے والے لوگ بہت کم بلکہ خال خال ہی نظر آتے ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بعض لوگوں نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ دین صرف مسجد کے امام یا مدارس سے متعلق افراد کے لیے ہے اور باقی مسلمان اس پر عمل کرنے یا نہ کرنے میں پوری طرح آزاد ہیں اور اسی سوچ اور فکر کے نتیجے میں ہم اپنے اسلاف کی میراث کھوتے جا رہے ہیں اور دنیا میں ذلت و خواری اور رسوائی ہمارا مقدر بن گئی ہے۔

آج ہم ایک ہمہ جہت موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں جس میں تاجر، تجارت اور ذخیرہ اندوزی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابنِ ماجہ کی ایک حدیثِ مبارکہ میں رسولِ مکرّم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا غلّہ (کھانے پینے کی چیزیں) روکے رکھے یعنی باوجود بازار میں مانگ ہونے کے فروخت نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر کوڑھ اور تنگدستی مسلط فرما دیتے ہیں۔ اس حدیثِ مبارکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر طرف ایسی فضا دکھائی دیتی ہے جو اس ارشادِ مبارکہ کے صریح خلاف ہے۔ گذشتہ دنوں گیہوں اور آٹے کی ذخیرہ اندوزی اور اس کے مضمرات اور اثرات آپ نے بھی ملاحظہ فرمائے ہیں۔ آٹے کی عدم دستیابی یا منہ مانگے داموں پر فروخت نے کتنے ہی بے شمار گھروں میں فاقہ کشی کے حالات پیدا کر دیے تھے۔ تاجروں کے لیے قیمتیں بڑھانے کی بھی ایک حد ہے لوگوں کو مجبور کرنا اور پھر ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا:

"(کسی چیز کا) بھاؤ مت بڑھایا کرو۔"

یہاں بھاؤ بڑھانے یعنی قیمت میں اضافے سے روکا گیا ہے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ عام طور پر ایسا اسی وقت ہوتا ہے کہ پہلے کسی چیز کو ذخیرہ کر کے اس کی قلت پیدا کر دی جاتی ہے اور پھر عوام الناس جب اس مصنوعی قلت کا شکار ہوتے اور مارے مارے پھرتے نظر آتے ہیں تو ان کی تڑپ اور مجبوری کو منہ مانگے داموں فروخت کر کے جیبیں بھری جاتی ہیں۔ ان دنیا دار تاجروں کے دل میں رحم اور نرمی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ اس شخص پر رحمت کرے جو بیچنے میں، خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں نرمی کرتا ہے۔"

اس ارشادِ پاک کو دیکھیے اور اپنے مسلمان بھائیوں پر نظر ڈالیے تو کیسا تضاد نظر آتا ہے۔ ذخیرہ اندوز تاجر ایک کے بعد ایک چیز کا بحران پیدا کرنے کے ماہر ہو گئے ہیں اور عوام بے چاری مجبور اور بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ ذخیرہ اندوزوں نے آٹے کے بعد آج کل لوگوں کو چینی کے بحران سے دوچار کر رکھا ہے۔ یہ بحران بھی مصنوعی ہے اور قلت پیدا کر کے چینی کی من مانی قیمت وصول کی جا رہی ہے۔ یہ دیانت دارانہ تجارت کے منافی ہے اور شاید ایسے ہی اندازِ تجارت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کسی نے کیا خوب کہا تھا۔

یہی اندازِ تجارت ہے تو کل کا تاجر
برف کے باٹ لیے دھوپ میں بیٹھا ہو گا

تجارت کا پیشہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تجارت فرمائی مگر آج کے تاجر نے حرص و ہوس میں ڈوب کر تجارت میں ایسا چلن اختیار کر لیا ہے کہ تجارت اب عبادت کے بجائے شیطانیت کا عکس پیش کر رہی ہے۔ ہر تاجر ذخیرہ اندوزی میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔ کسی نے ہزار بوریاں گودام میں ذخیرہ کر رکھی ہیں تو کوئی دو ہزار بوریاں ذخیرہ کر کے خوش ہے۔ کسی کے گودام میں پانچ ہزار بوریاں بھری ہیں اور کہیں سات ہزار بوریوں کا ذخیرہ ہے۔ ذخیرہ کسی قدر بھی ہو ہر

Marfat.com

تاجر بلکہ ذخیرہ اندوز کی ایک ہی خواہش ہے کہ مال اس وقت تک گوداموں میں بند رکھا جائے جب تک مارکیٹ میں بھاؤ یا قیمت ان کی منشا کے مطابق خوب نہ بڑھ جائے۔ کتنی عجیب سوچ اور دین سے کیسا تضاد ہے۔ ذرا یاد کیجیے وہ نورانی ارشادِ پاک جسے سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر کو (اللہ کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور غلّہ کو (گرانی کے خیال سے) روکنے اور بند کر کے رکھنے والا ملعون ہے۔ اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اگر ہم اپنے تاجروں کو دیکھیں تو ان کی تجارت قابلِ ملامت دکھائی دے گی۔ ان کے عمل بلکہ شکل سے بھی ہمیں نفرت سی ہونے لگے گی اور کیوں نہ ہو؟ جس شخص کو میرے، آپ کے اور سب سے بڑھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعون کہیں اس کے لیے ہمارے دل میں محبت اور معاشرے میں عزت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ تاجر حضرات اگر معاشرے میں عزت و وقار کے خواہش مند ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کریں تو بلاشبہ انھیں بھی اپنے دین کی تعلیمات کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا ہوگا۔ دین پر عمل ہی وہ راستہ ہے جو انھیں فلاح و کامرانی سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ جب تک ہمارا تاجر ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کرے گا وہ عزت و وقار کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچتا نہیں دیکھ سکے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ عرب میں شراب کس قدر عام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ایک دم حرام نہیں قرار دیا گیا بلکہ بتدریج تین مراحل میں حرام کیا گیا۔ شراب کے کاروبار کے حوالے سے معروف واقعہ ہے آپ نے بھی ضرور سنا ہوگا۔ ابھی اس سلسلہ میں آخری حکم نازل ہوا تھا۔ ایک صحابی مدینے سے باہر شراب خریدنے گئے ہوئے تھے جب اپنی کُل پونجی کی شراب خرید کر شہر واپس لوٹے تو شہر کے باہر ہی انھیں روک دیا گیا اور بتایا کہ شراب حرام ہو چکی ہے اور اب اس کا کاروبار یا لین دین جائز نہیں۔ استفسار پر بتایا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ تاجر نے شراب کے مشکیزے اونٹوں سے اتار کر پہاڑی پر رکھ دیے اور اجازت چاہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حکم کی تصدیق کرے اور جب نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے اس حکم کی تصدیق فرما دی تو آپ واپس پہاڑی پر آئے اور سارے مشکیزے چاک کر ڈالے اور ساری شراب پہاڑی پر بہا دی۔ قربان جائیے اس تاجر پر جس نے اپنی کُل پونجی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں لٹا دی

Marfat.com

اور پھر پروردگارِ عالم نے اسے اپنی نعمتوں سے کس قدر اور کیسا نوازا اس کی تفصیل تاریخ کے اوراق میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

تجارت کا جو صحیح اور پسندیدہ طریقہ اور انداز ہے وہ تو یہ ہے کہ ایک جگہ سے مال و اسباب خریدا اور دوسری جگہ جا کر فروخت کر دیا۔ جو نفع مناسب ہو اور وہ تاجر کے لیے حلال ہو گیا۔ ذخیرہ اندوز ایسا نہیں کرتے۔ وہ مال و اسباب سستے داموں خرید کر گوداموں میں ذخیرہ کرتے ہیں اور جب مال کی طلب میں اضافہ اور رسد میں کمی واقع ہوتی ہے تو منہ مانگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلّے کو چالیس دن بند رکھا اس نے اللہ کے عہد کو توڑ ڈالا اور اللہ بھی اس سے بیزار ہو گیا۔''

ذرا اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غور کیجیے تو یہ بات بہت واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے کہ قیمتیں بڑھ جانے تک مال جمع کیے رکھنا اور گوداموں میں ذخیرہ کرنا گویا اللہ ربّ العزت کو بیزار کرنا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہو جائے بھلا کون ہے جو اسے خوش و خرم رکھ سکے۔ اس لیے ایک مسلمان تاجر کے شایانِ شان یہ نہیں ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کے عمل سے اللہ کی مخلوق پر زندگی تنگ کر دے بلکہ احسن یہ ہے کہ لوگوں کی تنگی دور کرے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہو اور اسے اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ دین یہ ہے کہ دنیا چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤ اور ''اللہ اللہ'' کرو۔ ایسا بھی نہیں ہے۔ آپ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا نام تو ضرور سنا ہو گا۔ ان کا ایک واقعہ صحیح بخاری میں مروی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک مرتبہ وہ غسل کر رہے تھے کہ غسل کے دوران ان پر آسمان سے سونے کی تتلیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کو چھوڑ چھاڑ کر ان تتلیوں کو پکڑنے اور جمع کرنے میں لگ گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھا اے ایوب! کیا ہم نے تم کو پہلے ہی سے بے شمار نعمتیں نہیں

Marfat.com

دے رکھی ہیں؟ تمھاری ضروریات کا سارا انتظام کر رکھا ہے۔ ساری کفالت کر رکھی ہے پھر بھی تمھیں حرص ہے اور تتلیوں کو جمع کرنے کی طرف بھاگ رہے ہو؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا عجیب جواب دیا۔ اے پروردگار! جب آپ میرے اوپر کوئی نعمت نازل فرمائیں تو یہ بات ادب کے خلاف ہے کہ میں اس سے بے نیازی کا اظہار کروں۔ جب آپ خود اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرما رہے ہیں تو اگر اب میں بیٹھا رہوں اور یہ کہوں کہ مجھے تو یہ سونا چاندی نہیں چاہیے۔ میں تو اس پر ٹھوکر مارتا ہوں تو یہ بے ادبی کی بات ہے۔ آپ کی عطا پر میرا یہ فرض ہے کہ میں شکر کے ساتھ اسے وصول کروں۔ اس کی قدر پہچانوں عام قسم کا بندہ ہوتا اس لیے میں آگے بڑھ کر ان کو جمع کر رہا ہوں۔ یہ ایک پیغمبر کی آزمائش تھی ورنہ اگر کوئی خود ساختہ قسم کا خشک دین دار ہوتا تو وہ یہ کہتا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں تو اس دنیا کو ٹھوکر مارتا ہوں لیکن چوں کہ وہ حقیقت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہی چیز اگر اس نقطۂ نظر سے حاصل کی جائے کہ میرے پروردگار کی دی ہوئی ہے اور اس کی نعمت ہے۔ میں اس کی قدر پہچانوں، اس کا شکر ادا کروں تو پھر یہ دنیا نہیں ہے، دین ہے اور دین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ زاویۂ نگاہ کی تبدیلی کا نام ہے اور یہی زاویۂ نگاہ جب بدل جائے تو قرآن حکیم کی اصطلاح میں تقویٰ کہلاتا ہے۔ اگر تجارت میں بھی تقویٰ کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ تجارت عبادت بن جائے گی اور دنیا کے نفع کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اجر و ثواب کا باعث ہو گی۔"

اللہ کی نعمتوں کو پہچاننا اور ان کی قدر کرنا بلاشبہ ہمارے لیے نعمتوں میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔ ابنِ ماجہ کی ایک حدیثِ مبارکہ میں رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسبِ حلال جہاد ہے اور اگر اسے تم اپنے بال بچوں اور قرابت داروں پر خرچ کرتے ہو تو یہ صدقہ ہے اور بے شک جائز تجارت سے کمایا ہوا ایک درہم ان دس درہموں سے افضل ہے جو دوسرے غلط طریقوں سے کمائے گئے ہوں۔

اسلام میں کاروبار اور تجارت دین کے تابع فرمان ہے۔ اس لیے ذخیرہ اندوزی کو کسی

Marfat.com

بھی طرح درست اور پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ روزی کمانے کے لیے ذخیرہ اندوزی کے بجائے تجارت کے مسنون طریقے کو اپنانا چاہیے کہ اگر دینِ اسلام کے قوانین کے مطابق تجارت کی جائے تو وہ عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اکثر تجارت کے شعبے سے منسلک تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ذخیرہ اندوزی کی لعنت سے محفوظ و مامون فرمائے اور مسنون تجارت کی ہمّت اور توفیق سے نوازے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

سوال وجواب

(سوال) محترم! آپ نے اسلام کی روشنی میں تجارت اور ذخیرہ اندوزی کے حوالے سے گراں قدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اگر ذخیرہ اندوزی اور تجارت کے فرق کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں تو عنایت ہوگی۔

(جواب) لغت کے اعتبار سے تجارت سے مراد خرید وفروخت، سوداگری، کاروبار یا منافع کی سوچ سے ایک جگہ سے مال خرید کر دوسری جگہ فروخت کرنا ہے جب کہ ذخیرہ اندوزی سے مراد اشیا کا ذخیرہ کر لینا تاکہ مانگ زیادہ ہونے پر انھیں مہنگے داموں بیچا جا سکے۔ میں نے اپنی گفتگو کے دوران ذخیرہ اندوزی اور تجارت کے بارے میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بات کی ہے۔ جہاں تک تجارت اور ذخیرہ اندوزی میں فرق کی بات ہے تو یہ ذہن نشین کر لیجیے کہ تجارت درحقیقت کاروبار اور سوداگری کا ایسا انداز اور طریقہ ہے جس میں لوگوں کی ضرورت اور مجبوری سے فائدہ اٹھانے سے گریز کیا جائے اور لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی جائے۔ یہ انداز اور طریقہ چوں کہ دین اور سیرت النبی ﷺ کے عین مطابق ہے اسی لیے عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس ذخیرہ اندوزی تجارت کا ایک ایسا طرزِ عمل ہے جس میں لوگوں کی ضرورت کا مال گوداموں میں جمع کر کے اس کی کمی کا مصنوعی بحران پیدا کیا جاتا ہے اور پھر لوگوں کی مجبوری اور ضرورت کا تعین کر کے ناجائز منافع لیا جاتا ہے جو دینی تعلیمات کے خلاف ہے اور عذابِ الٰہی اور لعنت کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرّم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کے بارے میں سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(سوال) محترم! پاکستان ایک اسلامی ملک ہے مگر یہاں بھی ذخیرہ اندوزی اور مہنگائی

Marfat.com

معمول بن گئی ہے۔اس سلسلے میں حکومتِ وقت یا ایک عام آدمی کی کیا ذمّہ داری ہے؟

جواب 1973 کے آئین کی رُو سے تو پاکستان بلاشبہ اسلامی جمہوریہ ہے مگر عملی طور پر یہاں اسلامی قوانین اور شریعت کے نفاذ کا کوئی وجود نظر نہیں آتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ تاجروں کو ایسی کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ عوام کا جینا دوبھر کر دیں۔ بلاشبہ متعلقہ حکام کو اس جانب توجہ دینی چاہیے تاکہ عوام بد دیانت اور ذخیرہ اندوز تاجروں کی حرص و ہوس کا نشانہ نہ بن سکیں۔ جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے تو عوام بظاہر تو صرف صبر ہی کر سکتے ہیں کیوں کہ وہ ایسے اختیارات نہیں رکھتے کہ وہ ایسے حریص اور بد دیانت تاجروں کو سزا دے سکیں البتہ یہ ضرور ہے کہ تاجر حضرات اگر خود احتسابی کے عمل کو پسند کرتے ہوئے اور اپنے غلط طرزِ عمل کو چھوڑتے ہوئے مسنون طریقۂ تجارت اپنائیں تو اس سے نہ صرف عوام الناس کے لیے آسانیاں بہم پہنچائی جا سکتی ہیں بلکہ خود تاجر حضرات بھی اللہ کے کرم اور اس کی نعمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ایک شریف آدمی اگر مہنگی چیز خریدنے کی سکت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے وہ ان چیزوں کا بائیکاٹ کر دے اور ایسی چیزیں جن کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ مہنگی اور دکاندار کی منہ مانگی قیمت پر خرید کر حریص تاجر کی حوصلہ افزائی نہ کرے کیونکہ مہنگائی کے دو اسباب ہیں ایک مہنگا بیچنے والا دوسرا مہنگا خریدنے والا۔

سوال محترم! آج کل ہمارے معاشرے میں یہ سوچ پروان چڑھ رہی ہے کہ دینی تعلیمات پر عمل کرنا دینی اداروں سے منسلک لوگوں کی ذمّہ داری ہے۔آپ نے بھی اس جانب اشارہ فرمایا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ہم اس سوچ کو کس طرح تبدیل کر سکتے ہیں؟

جواب عمل کے ذریعے ...... جی ہاں! بنیادی طور پر یہ کام تبلیغ کا حصّہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر فرد مبلغ ہے۔ جو شخص دین کا جتنا علم رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ

Marfat.com

نہ صرف یہ کہ خود اس پر عمل کرے بلکہ اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائے۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلے گا اور علم و عمل کی روشنی پھیلتی جائے گی۔ یوں بقولِ اقبال۔

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

Marfat.com

سیرتِ طیبہ ﷺ اور معاشیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین وسامعین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج یہ پروگرام ماہِ ربیع الاوّل کے سلسلے کا خصوصی پروگرام ہے اور اوصافِ حمیدہ کے حوالے سے ''سیرتِ طیبہ ﷺ اور معاشیات'' آج کے پروگرام کا موضوع ہے۔ لغت کی رُو سے معاشیات سے مراد اقتصادیات کا وہ علم ہے جس میں دولت کی پیدائش اور تقسیم سے بحث کی جاتی ہے جب کہ اصطلاحی طور پر معاشیات ایک ایسا معاشرتی علم ہے جس میں دولت کی پیدائش، تقسیم، مبادلے اور صرف کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ گئے وقتوں میں اسے پولیٹیکل اکانومی کہا جاتا تھا اور قدیم معیشت دان یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح کسی بھی گھر میں اخراجات اور آمدنی کے توازن کو قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح ریاست یا ملک کے حکمران بھی اپنے اخراجات اور آمدنی میں توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کوشش کا نام ''دولت کا علم'' یا معاشیات ہے۔ بظاہر ''معاشیات'' ایک معمولی اور مختصر موضوع محسوس ہوتا ہے مگر جب اس کی مختلف جہتوں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ موضوع بہت طویل اور غیر معمولی ہے۔ یہاں تک کہ اس موضوع پر ایک کتاب بآسانی تیار ہوسکتی ہے لہٰذا یہ تو قطعاً ممکن نہیں ہے کہ بیس پچیس منٹ کے اس مختصر سے وقت میں ہم اس موضوع کا مکمل احاطہ کرسکیں بلکہ احاطہ تو کجا ایک سرسری اور طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے بھی موضوع کی چند ایک جہتیں ہی سامنے لائی جاسکتی ہیں لہٰذا ہم آج کی اس گفتگو میں چند خاص خاص پہلو سامنے لانے کی کوشش کریں گے۔

قرآنِ کریم انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل دستورِ حیات ہے اور زندگی کے جملہ

Marfat.com

پہلوؤں کے لیے ہدایت و رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ رہنمائی صرف اخلاقی اور روحانی معاملات تک ہی محدود نہیں بلکہ انسانوں کی اجتماعی زندگی میں بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔آپ جانتے ہیں کہ اجتماعی زندگی کا ایک بہت اہم شعبہ انسان کی معاشی اور اقتصادی زندگی ہے جو اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ انسان کی مادّی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار دراصل اس کی معاشی اور اقتصادی زندگی پر ہے۔ اگر معاشی زندگی ناکامی وفقر و فاقہ سے دوچار ہو اور مادی وسائل بھی دستیاب نہ ہوں تو اس کے لیے اپنے دینی تقاضوں کی انجام دہی بھی بعض حالات میں انتہائی مشکل اور کبھی کبھی ناممکن ہو جاتی ہے لہٰذا قرآنِ کریم نے جہاں دینی و روحانی ذمّہ داریوں کی انجام دہی پر زور دیا ہے وہاں انسان کی معاشی ضروریات اور تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ دینی ذمّہ داریاں، اخلاقی تقاضے اور روحانی معاملات اسی وقت احسن طریقے سے تکمیل پا سکتے ہیں جب انسان کو بقدرِ ضرورت مادی وسائل اور اسباب میسّر ہوں۔

جب ہم قرآنِ کریم اور سیرتِ نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی کامل ہدایت اور دستورِ حیات کی بات کی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ قرآنِ کریم یا سیرتِ نبوی ﷺ میں ان پہلوؤں کے فنی اسلوب پر بحث کی گئی ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہدایت اور رہنمائی ہے جو ہر انسان کے لیے ہدایت میں یکساں ہے یعنی جہاں وہ بڑے بڑے فلسفیوں اور ماہرینِ فن کے لیے ہدایت کا موجب ہے وہاں ایک عام انسان کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ ایک دیہاتی، صحرائی، کوہستانی اور بدوی جو کسی خاص فن سے واقفیت نہیں رکھتا وہ بھی قرآنِ کریم سے اسی طرح ہدایت و رہنمائی حاصل کرسکتا ہے جس طرح اعلیٰ ترین سطح کے مفکرین اور عمدہ ترین دماغ والے اس سے مستفید ہو سکتے ہیں، گویا یہ قرآنِ کریم ہی کا اعجاز ہے کہ یہ بیک وقت ایک عام انسان سے جو کسی خاص فن میں مہارت تو کیا ابتدائی واقفیت بھی نہیں رکھتا اور ایک اعلیٰ ترین مفکر سے خطاب کرتا ہے اور دونوں بیک وقت اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

قرآنِ کریم اور سیرتِ مبارکہ کی توجہ کا مرکز ایسے معاشی معاملات ہیں جن میں

Marfat.com

NORMATIVE پہلو بہت نمایاں ہیں۔ دولت کیسے حاصل کی جائے اور کہاں خرچ کی جائے، کس طرح اور کہاں کہاں خرچ کرنا زیادہ ضروری ہے؟ کون کون سے معاملات جائز اور کون سے ناجائز ہیں؟ تجارت یا کاروبار کے بنیادی اور اخلاقی اصول کیا ہونے چاہئیں نیز انسانوں کا آپس کا لین دین، تجارت اور مالی تعاون کس نہج پر استوار ہونا چاہیے وغیرہ۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ مال و دولت ضائع نہ ہو، اس کا غلط استعمال نہ ہو۔ مال و دولت کا ارتکاز اور ذخیرہ اندوزی نہ ہو بلکہ اس کی تقسیم اور پھیلاؤ جتنا وسیع ہو سکے اس کو یقینی بنایا جائے۔

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ قرآنِ کریم کی عملی تفسیر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو احکامات بیان ہوئے ہیں احادیثِ مبارکہ ان کی صراحت اور وضاحت بیان کرتی ہیں اور بعض ایسے پہلوؤں کی نشان دہی کرتی ہیں جو قرآنِ کریم کے ان احکامات اور اصولوں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں چناں چہ قرآنِ کریم کی وہ آیات جن کا تعلق معیشت وتجارت اور انسان کی معاشی زندگی سے ہے ان کی تفسیر و وضاحت مختلف احادیثِ مبارکہ میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

ایک مضمون احادیثِ مبارکہ میں کثرت سے ملتا ہے جو درحقیقت قرآنِ کریم کی ایک آیتِ مبارکہ ہی کی صراحت ہے۔ بہت سے مقامات پر قرآنِ کریم نے محنت کرنے کے عمل کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے بھی اس عمل کی بابت ارشاد فرمایا:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللهِ.

''محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔''

ایک بار آپ ﷺ نے ایک صحابی سے مصافحہ فرمایا۔ ان کے ہاتھ بہت سخت محسوس ہوئے۔ نبی مکرم ﷺ نے سختی کی وجہ پوچھی تو صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں ایک لکڑ ہارا ہوں اور لکڑیاں کاٹ کر جنگل سے لاتا اور بیچ کر گزارہ کرتا ہوں۔ لکڑیاں کاٹنے سے ہاتھوں میں چھالے ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہاتھوں کی کھال سخت ہوگئی ہے۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے رزق کو ''اللہ کا فضل'' قرار دیا ہے اور اس کی تلاش کا حکم دیا ہے اور اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ انسان جائز روزی کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ قرآنِ کریم کے اس بنیادی اصول کے حوالے سے بہت سی احادیث ملتی ہیں بلکہ محنت کے ساتھ ساتھ ہنر مندی کو زیادہ پسندیدہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طلبِ معیشت اور روزگار کی تلاش کو بعض گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔ امام طبرانی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بعض گناہ بندے سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جس کا کوئی اور کفارہ نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ وہ حلال روزی کے حصول میں کوشاں ہو۔''

انسان نہ جانے کتنی غلطیوں، گناہوں اور بھول چوک کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اگر حصولِ رزق میں اجر و ثواب کی نیت رکھے اور شرعی حدود کی پابندی کرے تو یہ عمل بذاتِ خود کفارہ ہو جائے گا اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہوگی۔

عمومی ہدایات و رہنمائی کے ساتھ ساتھ احادیثِ مبارکہ میں تجارت اور معیشت سے متعلق جو اہم اور بنیادی مضمون بیان ہوا ہے وہ تجارت، خرید و فروخت اور لین دین کے قواعد ہیں۔ تجارت اور خرید و فروخت انسانی معاشرے میں اس وقت سے جاری ہے جب سے وہ زمین پر اجتماعی زندگی گزار رہا ہے۔ ہر دور میں کسی نہ کسی قسم کا لین دین اور تجارت ہوتی رہی ہے۔ وہ ابتدائی نوعیت کی تجارت ہو یا موجودہ ترقی یافتہ دور کی تجارت۔ کوئی دور اور انسانی معاشرہ اس سے خالی نہیں رہا۔ نبی مکرم ﷺ نے ان چیزوں کو دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کی البتہ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کا اسلوب یہ رہا ہے کہ مفید، جائز اور مثبت کام کو باقی رہنے دیا جائے اور اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اگر اس جائز کام میں کوئی ناجائز عنصر شامل ہو گیا ہے تو اسے نکال دیا جائے اور اسے مزید بہتر اور کارآمد بنایا جائے۔ حرام اور ناجائز چیز کی حرمت بھی احادیث میں بیان ہوئی ہے اس کے اسباب اور حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ حرام کاموں کے ارتکاب کے تمام ممکنہ راستوں کو بند کرنے کی ہدایت بھی ملتی ہے۔

عربوں میں اچھی اونٹنی اور اچھے گھوڑوں کی نسل کے حوالے سے ان کے بچے پیدا

Marfat.com

ہونے سے پہلے ہی خرید لینے کا رواج تھا۔ وہ سودا کر کے پیشگی قیمت ادا کر دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس طرح کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے حالاں کہ اچھی نسل کی اونٹنیوں اور گھوڑوں کی اولاد کی ہر جگہ مانگ تھی مگر دیکھ بھال کیے بغیر خرید و فروخت نبیٔ مکرم ﷺ نے پسند نہیں فرمائی۔

تحصیلِ زر کا ایک ذریعہ رِبا بھی ہے جس کے مختلف پہلو اور اشکال تفصیل کے متقاضی ہیں اور اس مختصر سے وقت میں اس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ رِبا یعنی سُود زمانۂ قدیم سے آج کے دورِ جدید تک مختلف انداز اور شکلوں میں ہر دور میں ملتا ہے۔ اس کی حرمت کے حوالے سے صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے پر، سود دینے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

صحیح مسلم ہی کی ایک حدیثِ مبارکہ میں سود کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر مقدار میں اور دست بدست فروخت کیے جائیں اور جس نے زیادہ طلب کیا یا زیادہ دیا تو یہ سود ہے اور اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔"

ربا یعنی سُود کے حوالے سے احادیثِ مبارکہ میں سخت وعیدیں بھی ملتی ہیں۔ سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک ایسا زمانہ لوگوں پر آئے گا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہ رہے گا اگر کوئی شخص ہوگا بھی تو اس کو سود کا اثر پہنچے گا۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔ رِبا اور جوا یعنی قمار محرّماتِ تجارت میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں اور اس کے ذیل میں متعدد انداز کے کاروبار اور

Marfat.com

خرید وفروخت کے معاملات جائز اور درست نہیں ہیں مگر یہ مختصر نشست اس کی تفصیل کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ احادیثِ مبارکہ میں تقریباً چھپن معاملات کی ممانعت آئی ہے۔ اگر ان کی مثالیں دی جائیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی البتہ یہ ضرور ذہن نشین کر لیجیے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ عرب میں جو ناجائز کاروبار تھے وہ سارے کے سارے کسی ایک ہی علاقے میں تھے بلکہ مختلف علاقوں میں مختلف انداز میں ان کا سلسلہ تھا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ اگلے زمانے میں جوں کے توں منتقل ہوئے ہوں ممکن ہے علاقوں اور ادوار کے فرق سے قمار بازی اور سود کے یہ کاروبار ہر دور میں اپنی شکل بدلتے رہے ہوں۔ یہ سارے معاملات اور ان کی ممانعت اپنی جگہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں کی ممانعت بھی کی ہے جو عام انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور عام انسانوں کا ان پر یکساں حق ہے مثلاً ایک دریا ہے جس کا پانی بہہ رہا ہے یہ خواہ دریائے سندھ ہو یا ستلج و چناب یا راوی و بیاس وغیرہ۔ ان کا پانی ہر پاکستانی کے لیے ہے اور یہ ہر انسان اور ہر جانور کے لیے بہہ رہا ہے۔ اب کوئی شخص دریا کے کنارے ہتھیار لے کر بیٹھ جائے اور کہے کہ جب تک پیسے نہیں دو گے پانی نہیں ملے گا یہ جائز نہیں ہے۔ جو پانی کھلے دریاؤں، سمندروں، آبشاروں اور چشموں میں آ رہا ہے وہ تمام لوگوں کی اور اس ملک اور علاقے کے تمام باشندوں کی ملکیت ہے اس پر کسی ایک کا قبضہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کچھ لوگ سفر میں جا رہے ہوں اور ایک شخص کے پاس ضرورت سے زائد پانی موجود ہو اور دوسرا محتاج اور ضرورت مند ہے تو حضور ﷺ نے (اپنے پاس رکھنے سے) ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد ہے:

''جو اپنی ضرورت سے زائد پانی ہے وہ دوسرے کو ویسے ہی دے دو، فروخت نہ کرو۔''

بعض فقہا کے نزدیک یہ حرمت قانونی انداز کی ہے جب کہ بیشتر فقہا کے نزدیک یہ ایک اخلاقی نوعیت کی ہدایت ہے۔

خرید وفروخت اور تجارت کے حوالے سے ایک اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس چیز کا کھانا پینا یا دوسرا استعمال جائز نہیں ہے اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے جس کا

Marfat.com

بہت سے لوگ خیال نہیں رکھتے مثلاً شراب پینا مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے تو شراب کا بیچنا بھی جائز نہیں ہوگا یا اگر کوئی دوسرا شخص بیچ کر رقم دے تو اس کی قیمت استعمال میں لانا بھی جائز نہ ہوگا لیکن اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ اس سے کسی اور طرح سے فائدہ اٹھانا جائز ہے مثلاً خچر، گدھا یا گھوڑا وغیرہ رکھنے کی قرآن میں اجازت ہے۔ انہیں سواری کے لیے استعمال کرنا جائز ہے لہٰذا اس طرح کے جانوروں کی خرید و فروخت بھی جائز ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی ناجائز نہیں ہے۔

شریعت کا منشا یہ بھی ہے کہ جب کوئی چیز فروخت کے لیے بازار میں لائی جا رہی ہو تو رکاوٹ نہ بنے اور فروخت کنندہ کو بازار میں پہنچنے سے نہ روکے۔ عرب میں ایک طریقہ یہ تھا کہ جو دیہاتی گاؤں میں اونٹ کی اون سے چادریں تیار کرنے کے بعد شہر کے بازار کا رخ کرتے تھے تاکہ بیچ کر گزر اوقات کے لیے کچھ پیسے مل جائیں تو شہر کے کچھ لوگ شہر سے باہر پہنچ کر ان سے انتہائی کم قیمت میں وہ سامان خرید لیتے تھے اور بھاری قیمت میں شہر کے دکانداروں کو بیچ دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان سادہ لوگوں کی حق تلفی ہوتی تھی اور وہ محنت کا پورا معاوضہ حاصل نہیں کر پاتے تھے۔ حضور ﷺ نے اس اندازِ تجارت کو پسند نہیں فرمایا اور یہ بھی پسند نہیں فرمایا کہ کوئی شخص مصنوعی طور پر مال کی قیمتوں میں ناجائز اضافے کا سبب بنے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دکانداروں یا مال بیچنے والوں کے کارندے خریداروں کو گمراہ کرنے کے لیے وہیں آس پاس گھومتے رہتے ہیں اور مصنوعی طور پر اونچی قیمتیں لگا کر مال کی قیمت بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے تجارت کے اس انداز کو بھی ناجائز بتایا ہے اور ممانعت فرمائی ہے کہ مصنوعی طور پر قیمتوں میں اضافے کی خاطر بولیاں نہ لگائی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو دھوکے باز بھی قرار دیا ہے۔ خائن بھی بتایا ہے اور بالواسطہ سود خور بھی قرار دیا ہے۔ اسی طرح کسی کی مجبوری اور ناواقفیت سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں ہے۔ ناواقفیت سے فائدہ اٹھانے کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قیمت کے بارے میں دھوکا دینا اور اصل قیمت سے واقف نہ کرنا، سودے کے بارے میں دھوکا دینا اور اپنی چیز کی ایسی خوبی بتانا جو اس میں موجود نہیں یا ایسا عیب چھپانا جو اس چیز

Marfat.com

میں موجود ہے۔ نرخ سے زیادہ طلب کرنا اور یہ تاثر دینا کہ بازار کے بھاؤ پر ہی فروخت کر رہے ہیں۔سنن ابنِ ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز ایسی بیچی جو عیب دار تھی اور اس کا عیب بیان نہیں کیا تو جب تک وہ شخص خریدار سے معافی نہیں مانگے گا یا اس کے نقصان کو پورا نہیں کرے گا اللہ کی ناپسندیدگی اور غضب اس پر نازل ہوتا رہے گا۔ اللہ کے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

ذخیرہ اندوزی کے ذریعے بھی مال کمانے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے حالاں کہ ایسا کرنے والوں کو غلط کار اور خطا کار بھی کہا گیا ہے اور روزِ محشر سزا کی وعید بھی دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والے اور ناجائز قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ایک ساتھ اٹھایا جائے گا کیوں کہ جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ لوگوں کو وسائل رزق سے محروم کرتا ہے اور وسائلِ رزق سے محرومی موت کا سبب ہے۔ اسی طرح قاتل بھی موت کا ذریعہ بنتا ہے گویا نتیجے کے اعتبار سے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے اس لیے دونوں کو قیامت میں ایک ساتھ اٹھایا جائے گا۔ مال کی مصنوعی قلت پیدا کر کے اللہ کی مخلوق کو رزق سے محروم رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تاجر کو (اللہ کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور غلّہ کو (گرانی کے خیال سے) روکنے اور بند کر کے رکھنے والا ملعون ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا اظہار شعب الایمان بیہقی کی ایک حدیثِ پاک سے بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلّے کو چالیس دن بند رکھا اس نے اللہ کے عہد کو توڑ ڈالا اور اللہ بھی اس سے بیزار ہو گیا۔"

ایک اور حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مسلمانوں کی ضروریات کی چیزیں، خاص طور پر کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو افلاس یا جذام میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

Marfat.com

تجارت اور لین دین کے معاملات میں ایک طریقہ ناپ تول کا بھی ہے۔ گئے وقتوں میں بہت سی اقوام ناپ تول میں بد دیانتی کے سبب ہی عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئیں۔ اسلامی تعلیمات میں حصولِ زر کے لیے ناپ تول کے معاملات دیانت داری کے ساتھ انجام دینے کو پسند فرمایا گیا ہے اور ناپ تول میں کمی بیشی اور دھوکے بازی کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

”تم جب (کوئی جنس وغیرہ) بیچا کرو تو ناپ (تول) کر دیا کرو اور جب خریدا کرو تو ناپ (تول) کر لیا کرو۔“

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپنے والوں اور تولنے والوں سے فرمایا:

”تم ایسے کاموں (یعنی ناپ اور تول) کے متولی ہوئے ہو جن کی وجہ (تول میں کمی بیشی) سے پہلی امتیں غارت ہو گئیں۔“

معاشیات میں دولت کے حصول ہی کے بارے میں ہدایت و راہ نمائی میسّر نہیں ہے بلکہ حاصل شدہ دولت کو خرچ کرنے کے بارے میں بھی ہدایت و راہ نمائی موجود ہے مثلاً جہاں صاحبِ ثروت اور مال دار لوگوں کے لیے زکوٰۃ دینا کو لازم اور فرض قرار دیا ہے وہاں غریب اور نادار افراد کے لیے صدقات و خیرات کی تعلیم بھی دی گئی ہے تا کہ دولت کی جائز تقسیم ہو سکے۔ اپنی ضرورت سے زائد مال یا چیزیں سینت سینت کر رکھنا ناپسندیدہ اعمال میں سے ہے اور اپنی ضرورت سے اضافی چیزوں کو اپنے مسلمان بھائی کے استعمال میں لانے کو بھی پسندیدہ ترین فعل قرار دیا گیا ہے مثلاً کسی کے پاس کچھ زمین ہے اور ویران پڑی ہے۔ اسے یونہی بے کار پڑے رہنے دینا اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ زمین اپنے بھائی کو کاشت کاری کے لیے دے تا کہ وہ زمین سے رزق اگا سکے اور اس سے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالے۔

اس سے پہلے کہ یہ محفل برخاست ہو میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں تک قرآنِ کریم اور سیرتِ نبوی ﷺ کا تعلق ہے تو انسانی معاشرے کے لیے یہ ایک ابدی اور دائمی اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی اساس اور بنیاد جس پر ہمیشہ عمارت تعمیر ہوتی

Marfat.com

رہے گی لیکن ان دو بنیادوں کے ساتھ ساتھ وہ اجتہادات بھی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں جن پر اتفاقِ رائے رہا ہے اور ان پر تاریخِ اسلامی میں تسلسل کے ساتھ عمل درآمد ہوتا رہا ہے لیکن وہ اجتہادات جن کا تعلق خاص ان کے زمانے یا ان کے علاقے سے تھا یا پھر ایسے رسوم ورواج سے جو اس علاقے یا اس زمانے میں پائے جاتے تھے اور آج ناپید ہیں تو ایسے تمام احکامات پر نظرِ ثانی ہو سکتی ہے بلکہ ہونی چاہیے، گویا اسلام کے نظامِ معیشت و تجارت کی عملی تفصیلات ہر زمانے میں مختلف ہو سکتی ہیں جنہیں مختلف علاقوں اور زمانوں کے لحاظ سے مختلف انداز سے مرتب کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا رہا ہے۔

آج یہ نہ صرف ہماری ذمہ داری بلکہ ضرورت ہے کہ ہم قرآنِ کریم اور نبیٔ مکرم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقہائے اسلام کے کیے ہوئے کام سے بھرپور استفادہ کریں اور آج کل کی مشکلات اور کاروباری صورتوں کے احکامات مرتب کریں۔ عصری تقاضوں اور ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دورِ جدید سے ہم آہنگ احکامات مرتب کرنا ایک انتہائی ذمہ داری کا کام ہے۔ یہ ایک اہم فریضہ ہے جو امّت کے اہلِ علم کے ذمّے ہے اور امید ہے کہ اہلِ علم و دانش اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت میں بیان کردہ معاشیات کے سنہرے اصول اپنانے اور ان پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی ہمّت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

سوال و جواب

(سوال) میرا سوال یہ ہے کہ گیہوں، جَو، کھجور اور نمک کے بارے میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا لین دین کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں بلکہ یہ سود کے زمرے میں آتے ہیں حالاں کہ یہ تمام اشیا حلال ہیں پھر ان پر سود کا اطلاق کیوں کر ہوا؟

(جواب) بات در اصل یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کی جو مثلیات سے تعلق رکھتی ہو یعنی اس جیسی چیز، اسی قیمت میں بازار میں عام دستیاب ہو، اس چیز کی ویسی ہی چیز سے خرید و فروخت کرتے ہوئے مقدار میں کمی بیشی کرنا بھی رِبا یعنی سود ہی کی ایک قسم ہے۔ اس لیے یہ جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص ایک من گندم کے بدلے دو من گندم خرید لے۔ اچھی قسم کی گندم کم مقدار میں دے کر گھٹیا قسم کی گندم زیادہ مقدار میں لے لے یہ جائز اور درست نہیں ہے۔ گندم گندم ہے چاہے وہ عُمدہ قسم کی ہو یا گھٹیا قسم کی۔ اگر کوئی شخص گندم کا گندم سے لین دین کرنا چاہے تو وہ برابری کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی قیمتی گندم فروخت کر کے ذرا معمولی قسم کی گندم زیادہ مقدار میں حاصل کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ مونٹری ایکانومی کا راستہ اختیار کرے یعنی پہلے وہ سکّہ رائج الوقت کے حساب سے اپنی گندم فروخت کرے پھر اس نقد رقم سے بازار سے جتنی اور جیسی چاہے گندم خرید لے۔

(سوال) آپ نے ناپ تول کے رویّوں کا بیان فرمایا ہے۔ اس ضمن میں قرآنِ کریم کی تعلیم کیا ہے؟

(جواب) ناپ تول میں کمی بیشی اور لین دین کے پیمانوں کا فرق قرآنِ مجید کی رُو سے سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ آج بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے معاملاتِ کاروبار ایسے ہیں کہ اس میں خریدنے کی قیمت اور ہے اور واپس کرنے کی قیمت اور ہے۔ ابھی جا کر آپ دکاندار کو کوئی چیز فروخت کریں تو وہ اس کی کم قیمت آپ کو دے گا جب کہ

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد اگر وہی چیز آپ اسی دکاندار سے لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو زیادہ قیمت میں دے گا یہ رویہ قرآنِ کریم کی رُو سے غیر عادلانہ رویّہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی وہی غلط فہمی تھی جو آج کے مغربی یا مغرب زدہ انسان کو ہوگئی ہے کہ مذہبی تعلیم کا تجارت، کاروبار اور معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر ان تمام صورتوں کا تذکرہ کر کے ان کی ممانعت کی گئی ہے۔

سوال کسی بھی معاشرے میں فقر و فاقہ جنم لینے کے کیا اسباب ہیں؟

جواب قرآنِ کریم میں مواقع کی فراہمی میں مساوات کا حکم دیا گیا ہے کیوں کہ ہر شخص کے لیے بنیادی ضروریات یکساں ہونی چاہئیں۔ معاشی ناہمواریوں کا حد سے بڑھنا کسی بھی معاشرے میں فقر و فاقہ پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے کیوں کہ جب یہ تضاد حد سے بڑھنے لگتا ہے اور امیر اور غریب اور فقیر اور دولت مند میں فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے تو اس کے کچھ خارجی اور غیر فطری اسباب ہوتے ہیں مثلاً یا تو دولت کی تقسیم میں کہیں عدم مساوات سے کام لیا گیا ہے یا مواقع کی فراہمی یکساں نہیں ہے، یا کہیں بے انصافی جنم لے رہی ہے یا کچھ لوگ جہالت کا شکار ہیں جس کی وجہ سے وہ تجارت اور کاروبار کے جدید تقاضوں اور طور طریقوں سے نا آشنا ہیں یا دولت کا ارتکاز ہو رہا ہے۔ ممکن ہے کسی علاقے میں امراض پھیل گئے ہوں کہ کچھ لوگ ان امراض کی وجہ سے اپنے وسائل کا صحیح استعمال نہ کر پا رہے ہوں یا پھر حلال وحرام کی تمیز ختم ہوگئی ہے جس کی وجہ سے آمدنی بھی ناجائز ہے اور اخراجات بھی۔ یہ ہیں وہ بڑے بڑے اسباب جن کے نتیجے میں فقر و فاقہ جنم لیتا ہے۔ قرآنِ کریم وہ مکمل دستورِ حیات ہے جس میں ان تمام اسباب کا حل بہت جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور سیرت مبارکہ ﷺ ان نورانی کرنوں سے معاشرے کی فلاح و کامرانی کی راہیں لمحہ بہ لمحہ روشن و منور کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے تاکہ ہم قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنی زندگیاں منور کر سکیں۔ آمین رب العالمین

Marfat.com

صالح مسلمان بحیثیت والد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین وسامعین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کی یہ مبارک محفل خاص ماہِ ربیع الاوّل کے حوالے سے سجائی گئی ہے اور اس بابرکت محفل میں مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے "ختم الرسل ﷺ بحیثیت والد۔"

اس بات سے تو آپ سب آگاہ ہیں کہ نسلِ انسانی کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جنھیں اللہ ربّ العزت نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ پھر آپ کے لیے جوڑا بنایا اور انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیتے ہوئے تا بہ ابد یہ ذمّہ داری انسان ہی کے حوالے کر دی اور انسانی نسل کا سلسلہ چل پڑا جو قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

اپنے گرد وپیش پر اگر آپ سرسری نگاہ بھی ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر دکھائی دے گی کہ معاشرہ جن بنیادوں پر استوار ہے "حقوق وفرائض کی ادائیگی" ان میں بہت اہم ہے۔ ہر شخص اگر اپنا فرض ذمّے داری اور دیانت داری کے ساتھ ادا کرے تو نہ صرف یہ کہ کسی طرف سے بھی حق تلفی کا آوازہ بلند نہ ہوگا بلکہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ اسلامی تعلیمات اور احکاماتِ قرآنی کی عملی تفسیر چوں کہ نبی مکرّم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی صورت میں ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے اس لیے ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ آج کی نشست میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ حضورِ اکرم ﷺ ایک باپ کی حیثیت سے کیسے تھے؟ اس حوالے سے آپ ﷺ کا عمل اور تعلیمات کیا ہیں اور ان پر عمل کرتے ہوئے آج ایک مسلمان باپ

Marfat.com

کو کیسا ہونا چاہیے؟

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ آج کے بچے ہی کل کے معمار ہیں۔ پیدائش کے وقت دو افراد ہی بچے کے لیے اہم ہوتے ہیں یعنی ماں اور باپ جو اس کی مستقبل کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی بچے کے پہلے استاد اور آئیڈیل ہوتے ہیں جن سے وہ اچھے یا برے جذبات و اخلاق یا اطاعت و نافرمانی کو اپنے اندر جذب کرتا ہے لہٰذا مسلمان باپ کو خود بھی اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل ہونا چاہیے۔ اگر وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو گا، سچ بولے گا، بری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچے گا تو ان شاء اللہ بچہ بھی از خود ایسا ہی طریقہ اختیار کرے گا۔

انسانی فطرت بھی عجیب ہے جب کسی چیز سے محروم ہوتی ہے تو اس کی قدر جانتی ہے۔ اولاد کی قدر و اہمیت بھی بے اولاد سے پوچھیے وہ اللہ کی اس نعمت سے محرومی پر کس درجہ دل گرفتہ اور کرب کا شکار ہوتا ہے یقیناً وہی اس کی بخوبی وضاحت کر سکتا ہے۔ سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹۔ ۵۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''تمام بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے۔''

لڑکا ہو یا لڑکی، اولاد بلاشبہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے اور یہ انعام و نعمت نہ صرف دنیوی حوالے سے ہے بلکہ اخروی حوالے سے بھی اس کی بہت اہمیت ہے۔ دنیوی حوالے سے تو اس طرح کہ گھر کی رونق اولاد کے دم سے ہے۔ گھر میں خیر و برکت اُن ہی کے دم سے ہوتی ہے اس کے علاوہ اولاد آپ کی جانشین ہے جو آپ کے مرنے کے بعد آپ کے کاروبار اور جائیداد کی وارث ہونے کے ناطے آپ کے نام ونشان کو برقرار رکھتی ہے جب کہ دینی حوالے سے اولاد کی اہمیت دو چند ہے کیوں کہ اولاد کی تربیت اگر صحیح اسلامی بنیادوں پر کی جائے تو یہی اولاد آگے چل کر دین کے جو بھی کام کرے گی اس میں آپ کا پورا پورا حصہ ہو گا اور اگر خدانخواستہ بچپن ہی میں انتقال ہو گیا اور اللہ کی مرضی سمجھ کر آپ

Marfat.com

نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے بے انتہا اجر عطا کیا جائے گا اور یہی بچے ماں باپ کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ ہیں۔ وہ اپنے والدین کی سفارش کرنے والے ہیں اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ جب کہ اولاد کی زندگی میں اگر آپ کا بلاوا آ گیا آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو بھی نیک اولاد آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے جس کا اجر رہتی دنیا تک آپ کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا لہٰذا ضروری ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی اس عطائے خاص پر، اولاد ایسے عظیم انعام پر جتنا شکر بھی ادا کریں کم ہے کہ بلاشبہ یہ اللہ کی طرف سے ایسی دولت ہے جو نہ قوت وطاقت سے حاصل کی جا سکتی ہے اور نہ مال سے، اور نعمتوں کے ملنے پر شکر ادا کرنا نہ صرف انبیائے کرام کی سنت بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے۔

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل عرب معاشرہ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اولاد کے حوالے سے ان کا رویہ انتہائی قابلِ مذمت تھا۔ لڑکا پیدا ہوتا تو خوشیاں مناتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور کر دیتے اور یہ معمولی سی بات بھی سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے کہ یہی نومولود لڑکی آنے والے وقت میں ماں ہو گی جس کے قدموں تلے جنت ہو گی۔ بدقسمتی سے آج بھی ہمارے معاشرے میں ایسے بے شمار گھرانے موجود ہیں جو لڑکے کی پیدائش پر خوشیاں مناتے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں جب کہ لڑکی کی پیدائش پر ان کے چہروں پر اداسی چھا جاتی ہے اور گھر رنج والم کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اور انداز اسلامی طرزِ فکر وعمل کے خلاف ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی موجودگی میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان اس طرح کی تفریق کریں۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض گھروں میں اگر مسلسل لڑکیاں پیدا ہو رہی ہوں تو میاں بیوی کے درمیان معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے اور منفی طرزِ فکر کے باعث ہنستا بستا گھر اجڑ جاتا ہے۔ حالاں کہ اولاد کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس میں کسی کے ارادے، آرزو اور خواہش کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ سچ اور حق تو یہ ہے کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کے حق میں لڑکی بہتر ہے اور کس کے حق میں لڑکا۔ ہر شخص کو یہ تمنا اور دعا کرنے کا اختیار تو ہے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو یا لڑکی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ

Marfat.com

یہ تمنا اور دعا قبولیت کے درجے تک پہنچ جائے بلکہ فیصلے کا کُلّی اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے کہ وہ آپ کو لڑکی دے یا لڑکا۔ دونوں سے نوازے یا دونوں سے محروم رکھے اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو بدل دے یا اس پر اثر انداز ہو، بلاشبہ اس کی قدرت و اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ لڑکی ہو یا لڑکا، اولاد اللہ کا انعام ہے اور جسے اس انعام و اکرام سے نوازا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ نہ صرف انعام کی قدر کرے بلکہ اپنے محسن کا شکر بھی بجالائے۔ مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کے اس انعام کی ناقدری اور ناشکری کرے بلکہ اسے تو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بات تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کس نعمت سے نوازے اس لیے وہ اپنی قدرت اور علم کے تحت حکیمانہ فیصلے فرماتا ہے اور ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے فیصلوں پر راضی رہے اور انھیں اپنے حق میں بہتر سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ رکھے۔"

اور ابنِ ماجہ کی ایک طویل حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر انسان کا اللہ کی تقدیر پر ایمان نہیں تو اس کی کوئی نیکی بھی قبول نہیں ہوتی۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی والدین کے فرائض کا آغاز ہو جاتا ہے اور بچے کے حوالے سے والدین کے ذمّے جو کام ہیں ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کے سب فرض ہوں بلکہ ان میں سے بعض مسنون اور بعض مستحبات ہوتے ہیں مگر والدین کی فطری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے جو کچھ بن پڑے احسن طریقے سے انجام دیں اور ہر بات کو فرض سمجھ کر ادا کریں۔

دنیا میں آنے والا لڑکا ہو یا لڑکی، مسنون عمل یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کان میں اذان کہی جائے۔ کنز العمال میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نومولود کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے اور اس کی برکت بیان فرمائی ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابی رافع رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

''میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی ؓ کے کان میں نماز والی اذان دی جب حضرت فاطمہ ؓ کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔''

اذان وتکبیر اقامت کے بعد تحنیک (گھٹی) مسنون عمل ہے یعنی کھجور یا چھوارہ چبا کر تھوڑا سا بچے کے منہ میں ڈال دیا جائے بلکہ ہلکا سا اس کے تالو پر مل دیا جائے۔

ایک باپ ساری زندگی اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے پہلا تحفہ اس کا اچھا نام ہے۔غور فرمایئے نبیٔ مکرم ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی کتنا پیارا تھا۔''محمد'' یعنی وہ جس کی تعریف سب سے زیادہ کی گئی اور دوسرا نام جو آپ ﷺ کی پیاری والدہ نے رکھا تھا وہ بھی کس قدر حسین اور بامعنیٰ ہے۔''احمد'' یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔دنیا نے دیکھا کہ آپ واقعی اسم بامسمّٰی ثابت ہوئے۔ بلاشبہ نام کا اثر شخصیت پر ہوتا ہے۔ زادالمعاد میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نام معانی کے قالب ہوتے ہیں لہٰذا حکمت کا تقاضا ہے کہ الفاظ اور معانی کے درمیان ایک خاص ربط ہو کیوں کہ نام اپنے مُسمّٰی کی شخصیت پر اثر ڈالتا ہے اور انسان اپنے نام کی اچھائی اور برائی سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ آج کل ناموں کے معاملے میں عجیب سوچ ہے۔لوگ بچے کی پیدائش پر ایسے ناموں کی تلاش میں رہتے ہیں جو خاندان برادری میں کسی کے نہ ہوں۔ بالکل نئے اور منفرد ہوں۔ ایسے اچھوتے کہ لوگ سنیں تو حیران ہوں کہ کتنا منفرد اور نیا نام ہے۔واقعی اس سے پہلے تو کبھی نہیں سنا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی انفرادیت کے چکّر میں وہ رکھے جانے والے نام کے معانی ومفاہیم کو بھی بھلا دیتے ہیں یا اپنی کم علمی کی وجہ سے ادراک نہیں رکھتے۔صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے سب سے پیارے نام عبداللہ، عبدالرحمٰن (اور اس جیسے ہیں)۔''

ایک اور حدیث میں سنن ابوداؤد میں فرمایا کہ نبیوں کے ناموں پر نام رکھا کرو۔ اچھے نام رکھنے کی ترغیب میں جہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ نام شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے وہاں ایک اور پہلو کی بھی نشان دہی فرمائی۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابوالدرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"قیامت کے دن تم اپنے آبا کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔"

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میرے نام پر نام رکھو تو میری کنیت اختیار نہ کرو۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے یہ رہنمائی بھی فرمائی کہ کس طرح کے نام نہ رکھے جائیں۔ صحیح مسلم میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اپنے بیٹے کا نام یسار (مال داری) رباح (نفع) نجیح (مبارک بادی) افلح (کامیاب) نہ رکھو۔ اگر تم نے یہ یا ایسا نام رکھا اور کسی نے دروازے پر آ کر بچے کا نام لے کر پوچھا کہ وہ گھر میں ہے؟ اتفاق سے وہ گھر میں نہ ہوا اور تم نے جواب دیا "نہیں ہے"، تو گویا یہ ایک بدشگونی ہو گی۔"

اسی طرح بخاری شریف میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کسی شخص کا سب سے برا نام "شہنشاہ" ہو گا۔"

یوں تو نبی اکرم ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ بچے اپنے نام بدلتے پھریں کیوں کہ پیارا نام وہ ہے جو ان کے پیارے ماں باپ نے رکھا ہے۔ تاہم ناموں کی اچھائی اور برائی کا رسولِ اکرم ﷺ کو اس قدر احساس تھا کہ آپ کوئی برا نام سنتے تو اسے بدل دیتے تھے۔ سنن ابو داؤد میں فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ ان کی ایک بہن کا نام عاصیہ تھا۔ حضور ﷺ نے اس کا نام عاصیہ (گناہ گار) سے بدل کر جمیلہ (خوش شکل) رکھ دیا۔ امّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا نام آپ ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے برّہ تھا۔ برّہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ نام کے اثر کی وجہ سے ان کے مزاج میں بہت سختی تھی۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل فرمایا مگر روایات میں آتا ہے کہ اتنی عمر تک اس نام سے پکارے جانے کے سبب مزاج میں جو سختی تھی وہ کم تو ہوئی لیکن آخر دم تک کسی حد تک یہ سختی موجود تھی نام کی تبدیلی کے حوالے سے ایسے بہت سے واقعات احادیث کی کتب میں مذکور ہیں۔ نام کے بگاڑنے کے حوالے

Marfat.com

سے بھی اسلام نے منع فرمایا ہے۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

"لقب اور نام نہ بگاڑا کرو۔ ایمان کے بعد بُرا نام ڈالنا برا کام ہے۔ جس نے اس سے توبہ نہ کی وہی ظالم ہیں۔"

بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا ایک سنت عمل ہے۔ نبیٔ مکرّم ﷺ نے بھی اپنے بچوں کا نہ صرف عقیقہ کیا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے گویا بچوں کے ضمن میں عقیقہ کرنا والدین کے ذمّے ایک اہم کام ہے۔ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر بچہ عقیقے سے رہن ہوتا ہے۔ ساتویں دن اس کے لیے جانور ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔"

ترمذی میں حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے:

"بچے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی وغیرہ دور کرو۔"

گندگی وغیرہ دور کرنے سے مراد بال اتروانا اور نہلانا ہے اور بعض علماء کے نزدیک ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے اس لیے کہ وہ بھی گندگی دور کرنے اور پاکیزگی و صفائی حاصل کرنے کے لیے ہے۔

ذبیحے کی صراحت کرتے ہوئے ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے عقیقے کے طور پر قربانی کرنا چاہے تو چاہیے کہ لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک بکری ذبح کرے۔"

عقیقہ دراصل اس جانور کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی ولادت کے ساتویں دن بطور صدقہ ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک لیکن لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ ایک بکری یا بکرا بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔ یہ چوں کہ بچے کی جان کا صدقہ ہے

Marfat.com

اور بچے کی جان اس کے عوض رہن ہے اس لیے عقیقہ کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی کا عقیقہ بچپن میں نہ ہوا ہو تو وہ بالغ ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ (فتح الباری، (ج ۹ ص ۵۹۴) میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیارے نبی ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا جب کہ ایک روایت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوّت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا:

''اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو، سو انھوں نے ان کے بالوں کا وزن کیا وہ ایک درہم کے برابر نکلے یا کچھ کم۔''

ختنہ بھی تمام انبیا علیہم السلام کی سنت اور اسلامی شعار ہے۔ بیہقی اور فتح الباری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''فطرت (سلیم) پانچ چیزیں ہیں۔ ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال صاف کرنا، مونچھیں کترنا اور ناخن کاٹنا۔''

یہ پانچوں چیزیں انبیائے کرام کی سنت رہی ہیں اور سارے انبیائے نے ان پر عمل کیا ہے یعنی یہ انسان کی فطرت اور جبلّت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز ختنہ کرا لیا جائے اور اگر کسی وجہ سے نہ کرا سکیں تو چالیس دن کے اندر اندر کرا لیں ورنہ جب بھی کرائیں پہلے یا بعد میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھا چند ابتدائی ضروریات و معاملات کا احوال جن کی تکمیل باپ کے ذمّے ہے مگر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا ہے باپ کی ذمّہ داری بھی دو چند ہو جاتی ہے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسنِ ادب سے آراستہ کرے۔''

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ

Marfat.com

اکرم ﷺ نے فرمایا:

”کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسنِ ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔“

ایک باپ کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو اللہ کی نعمت جانتے ہوئے اس کی قدر کرے۔ اس سے محبت و شفقت سے پیش آئے اور کسی بچے کو اس بات کا احساس نہ ہونے دے کہ تم اسے کسی طرح نظر انداز کر رہے ہو۔ اپنی اولاد میں ہرگز تفریق نہ کرو سب کا آپ پر یکساں حق ہے۔ اس لیے سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اولاد میں کوئی زیادہ ذہین ہے اور کوئی کم ذہین یا ایک سے زائد بیویاں ہیں اور سب سے اولاد ہیں یا موجودہ اور سابقہ بیوی سے اولاد کا معاملہ ہے۔ بعض بچے بہت ہوشیار اور چالاک و ذہین یا بعض قدرے کم عقل یا پھر لڑکا اور لڑکی۔ غرض یہ کہ کسی بھی حوالے سے تفریق یا عدم مساوات کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے اور سب کی تربیت میں یکساں توجہ دینی چاہیے البتہ لڑکے اور لڑکی کے حوالے سے مخصوص ضروریات و احتیاجات کا خیال رکھنا عدم مساوات کے زمرے میں نہیں آتا اور نہ ہی اولاد میں سے کسی کو مادر پدر آزاد چھوڑ دینا عقل مندی کی بات ہے بلکہ اگر اولاد نافرمانی کی طرف راغب ہو جائے تو اسے پیار سے سمجھانا اور تربیت کرنا چاہیے اور ان کے درمیان تفریق اور عدم مساوات سے پرہیز کرنا اور برابری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ انھی کی زبانی سنیے۔

”ایک دفعہ میرے والد نے مجھے کچھ عطیہ دیا تو میری والدہ (عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا) نے کہا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں۔ چناں چہ میرے والد حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنتِ رواحہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہے عطیہ دیا ہے وہ کہتی ہے کہ اس پر آپ ﷺ کو گواہ بناؤں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے باقی اولاد کو بھی اس کے برابر دیا ہے؟“ میرے والد نے کہا ”نہیں“ نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”اللہ سے ڈرو

Marfat.com

اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف (برابری) کرو۔'' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ''میرے والد نے آ کر عطیہ واپس لے لیا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''

اولاد کے لیے اچھی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی کفالت اور ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے ذرائع مہیا کرنا بھی باپ ہی کا خوش گوار فریضہ ہے۔ مسند احمد میں ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا:

''اپنے اہل و عیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرو اور مؤدب کرنے کے لیے (حسبِ ضرورت) سختی بھی کرو اور انھیں اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔''

جامع ترمذی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بہتر اشرفی، وہ اشرفی ہے، جس کو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی راہِ خدا کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی راہِ خدا کے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔''

ابو قلابہ (درمیانی راوی) کہتے ہیں آپ ﷺ نے بال بچوں پر خرچ کرنے سے بات شروع کی اور پھر فرمایا:

''اس آدمی سے بڑھ کر اجر و انعام کس کا ہو سکتا ہے جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو مانگنے سے بچائے اور خوش حال بنائے رکھے۔''

گویا اولاد پر خرچ کرتے وقت نیت اللہ کو راضی کرنے کی ہو یہ نہ ہو کہ آج آپ ان کے لیے کر رہے ہیں تو کل یہ آپ کے لیے کریں گے۔ آج آپ جو یہ انویسٹ کر رہے ہیں تو کل اس کا بدلہ ملے گا اور یہ بڑھاپے کی بیساکھی بنیں گے۔ یہ ایک غلط سوچ ہے بلکہ اصل میں تو نیت یہ ہونی چاہیے کہ اولاد اللہ کا انعام ہے اور دولت بھی اللہ ہی نے دی ہے اس لیے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اولاد پر خرچ کر رہا ہوں تو یہ بڑے ہو کر جو خیر و برکت کا کام کریں گے وہ آپ کے لیے بھی صدقۂ جاریہ ہو گا۔ گویا ایک باپ کا بچوں کے

Marfat.com

لیے دنیا کمانا بھی اجر وثواب کا باعث بن جاتا ہے لہٰذا بچوں کے لیے آپ جو بھی صبح سے شام تک محنت مشقت کریں گے اس کے لیے اپنے اللہ سے آخرت کے اجر وثواب کی امید ضرور رکھیں۔

جب ایک باپ اپنی اولاد کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے۔ اسے اچھی تعلیم دلاتا ہے اور عمدہ تربیت سے اس کی سیرت وکردار کی تعمیر کرتا ہے تو ایک دن وہ وقت بھی آ جاتا ہے جب اولاد جوان اور بالغ ہو چکی ہوتی ہے پھر وہ اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کے شادی بیاہ کا انتظام وانصرام کرتا ہے۔ آج معاشرے کا چلن بدل رہا ہے اور شادی بیاہ کے حوالے سے منفی اقدار اور سوچ پروان چڑھ رہی ہے۔ کہیں جہیز کی صورت میں مال و دولت کی ہوس ہے اور کہیں پری پیکر چہروں کی تلاش ایسے خود ساختہ معیاری رشتوں کی تلاش اور زیور وجہیز کی جستجو میں لڑکے لڑکیوں کی زندگیاں تباہ کرنا گناہِ کبیرہ سے کم نہیں ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے بحیثیت باپ شادی بیاہ کی ذمہ داری کس خوبی سے نبھائی اور ہمارے لیے ہدایت کا جو نور بخشا بلاشبہ وہی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ بیہقی، شعب الایمان میں حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس کے گھر بچہ پیدا ہو وہ اُسے اچھا نام دے۔ اس کی تربیت کرے۔ جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے۔ اگر سنِ بلوغت کے پہنچنے پر اس کی شادی نہ کی اور وہ گناہ میں پڑ گیا تو اس گناہ میں اس کا باپ بھی شریک ہوگا۔''

اسی طرح لڑکی کی شادی کے بارے میں بیہقی میں سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب لڑکی بارہ برس کی ہو جائے (عرب میں یہ بلوغت کی عمر تھی) اور اس کے والدین شادی نہ کریں تو اب اگر اس لڑکی سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس گناہ کی ذمہ داری ماں باپ کی ہوگی۔''

گو جہیز کی لعنت نے معاشرے کو اس درجے اپنی گرفت میں لے لیا ہے کہ اب لڑکی کی پیدائش کو ماں باپ خود پر بوجھ سمجھنے لگے ہیں۔ حالاں کہ بیٹیوں کو بوجھ نہیں سمجھنا

Marfat.com

چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جس کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے تو اس کے نصیب کا رزق اور نعمتیں اتارتا ہے۔ اس لیے باپ اولاد کی بہتر تعلیم و تربیت، ان کی ضروریات کی تکمیل اور کفالت، بہترین طریقے سے ان کی پرورش اور شادی بیاہ کرنے پر ہونے والے اخراجات کو خود پر بوجھ نہ سمجھے اور پریشان نہ ہو۔ خاص طور پر لڑکیوں کی شادی بیاہ پر تو بالکل پریشان نہ ہوں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان تمام ذمہ داریوں کے حوالے سے سیرتِ نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی پیاری سیرت پر نظر دوڑائیں اور اس حوالے سے احادیثِ مبارکہ میں جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ پیشِ نظر رکھیں اور اپنی اہلیہ کو بھی تسلی دیں کہ ان سب فکروں اور پریشانیوں پر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور ان کے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔“

اسی طرح سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا بہنوں کا بار اٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کے لیے جنت کا فیصلہ ہے۔“

غرض یہ کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا اصل شکر یہ ہے کہ نعمت اپنے صحیح مقصد میں استعمال ہو۔ اولاد اللہ تعالیٰ نے اس لیے دی ہے کہ اس کی صحیح دینی تربیت ہو اور اس طریقے پر پروان چڑھے کہ دنیا سے بے رغبتی ہو اور بڑے ہو کر اللہ ربّ العزّت کے کلمۂ حق کو ساری دنیا میں بلند کرنے کے لیے اپنا تن من دھن سب قربان کر دے اور حضور ﷺ کی نیابت کا حق ادا کرے بجائے اس کے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت اغیار کے طریقوں پر کی جائے اور وہ بڑے ہو کر صرف دنیا کے مال

Marfat.com

ومتاع کے حصول میں اپنی زندگی گزارے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا ہے تو لغویات میں پڑنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا بیان کریں، شکر ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے اور اپنے لیے دین پر پوری طرح چلنے کی دعا کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے نیز اولاد کی نعمت پر اپنا حقیقی شکر ادا کرنے اور دینی تعلیمات کی روشنی میں اولاد کی تعلیم و تربیت کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

سوال و جواب

سوال پروفیسر صاحب! میرا سوال ہے کہ اولاد اگر نافرمان ہو جائے اور گمراہی کا شکار ہو تو اس کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

جواب دیکھیے یوں تو اولاد کی اصلاح کے بہت سے طریقے ہیں جنھیں موقع کی مناسبت سے اختیار کیا جا سکتا ہے تاہم حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لطائف حوالۃ المنن والاخلاق'' میں لکھا ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ کارگر عمل یہ ہے کہ والدین ان کی دینی اصلاح کے لیے دعا کا اہتمام کریں۔ دعا کرنے میں نہ تو پیسے خرچ ہوتے ہیں اور نہ جان مارنا پڑتی ہے لہٰذا اپنی اولاد کی دنیوی و اخروی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا سب سے آسان عمل ہے۔ اولاد کے لیے دعا مانگنا اکثر انبیا علیہم السلام کی سیرتِ مبارکہ میں ملتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دعا مانگنے کا سب سے اچھا طریقہ اور سلیقہ تو انبیاء کرام کے پاس ہی ہوتا ہے لہٰذا دعا کے حوالے سے بھی تمام مسلمان والدین کے لیے جملہ انبیائے کرام خصوصاً حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ قابلِ اتباع ہے۔

سوال محترم! مجھے یہ پوچھنا ہے کہ کیا باپ پر بچے کا عقیقہ کرنا فرض ہے؟

جواب جی نہیں۔ عقیقہ ایک مستحب صدقہ ہے فرض نہیں ہے کہ لازمی کیا جائے۔ اگر کوئی معاشی طور پر کمزوری کی وجہ سے نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔ اگر باپ خوش حال ہو تو بہتر ہے کہ عقیقہ کرے۔ یہ بچے کی جان کا صدقہ ہے۔ عقیقہ کرنے سے بچہ نہ صرف بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے بلکہ آفات و مصائب سے بھی حفاظت رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ عقیقے کا گوشت غریبوں میں تقسیم کرنے سے غریبوں کی دعائیں بچے کو ملتی ہیں جن کے قبول ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ رشتے داروں اور پڑوسیوں کو بھی گوشت دیا یا کھلایا جا سکتا ہے۔ اس سے سماجی روابط مضبوط ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ اخوت اور بھائی چارہ بڑھتا ہے اور نومولود کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ابوداؤد اور جامع ترمذی کی ایک حدیثِ پاک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض رہن ہے۔ ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اسی روز اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال اتروائے جائیں۔''

سوال کیا عقیقہ ساتویں دن کرنا ہی ضروری ہے یا کسی بھی دن کیا جا سکتا ہے؟ نیز اس کے گوشت کی تقسیم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب ساتویں دن عقیقہ کرنا سنت ہے ورنہ تو یہ زندگی میں کبھی بھی کیا جا سکتا ہے۔ شارحین نے اس کی ایک آسان ترکیب یہ بیان فرمائی ہے کہ بچہ جس دن پیدا ہوا ہے اس سے پہلے والے دن عقیقہ کیا جائے مثلاً بچہ جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو اس کا عقیقہ کیا جائے جس بدھ کو بھی عقیقہ کیا جائے وہ پیدائش کا ساتواں دن پڑے گا۔ گوشت کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقے کے گوشت کا ہے یعنی تین حصّے کر لیے جائیں ایک حصّہ اہلِ خانہ کے لیے، ایک حصّہ رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصّہ غریبوں اور مسکینوں کے لیے۔ عقیقے کا گوشت کچّا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پکا کر دعوت کر کے کھلایا بھی جا سکتا ہے مگر یاد رہے کہ تقریبِ عقیقہ چوں کہ سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں ہے اس لیے نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی جانی چاہیے اور ویسے بھی مسنون تقریب یا عمل میں فضولیات اور دکھاوے سے بچنا چاہیے۔

سوال عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں لیکن جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ فکر مند دکھائی دیتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کے بچوں کا کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں کچھ وضاحت فرمائیں۔

جواب دیکھیے! جو صورت آپ نے بیان کی ہے وہ ایمان کی کمزوری اور دینی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے دکھائی دیتی ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوں اور

Marfat.com

ہماری روزمرہ زندگی نورِ محمد ﷺ سے معمور ہو تو اس طرح سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارا رب تو وہ ہے جو انسان کو دنیا میں پیدا کرنے سے پہلے ماں کے جسم میں اس کا رزق اتار دیتا ہے پھر بھلا ہمیں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے بچوں کا کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ جس نے پیدا فرمایا ہے وہی روٹی روزی اور زندگی کا مالک ہے۔ دور اندیش اور عقل مند لوگ دنیا سے زیادہ آخرت کے بارے میں سوچتے ہیں اور اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ان کے بچے اگر نیک و صالح نہ بن سکے تو چاہے وہ دنیا میں کچھ بھی بن جائیں معاملہ تو خسارے میں ہی رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

قرض کی ادائیگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین و سامعین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کی یہ بابرکت محفل نبی مکرم ﷺ کے حوالے سے ہے اور مجھ ناچیز کو سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں ''قرض کی ادائیگی'' کے موضوع پر اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی ہے۔

اصطلاحی طور پر قرض سے مراد وہ قابلِ واپسی رقم ہے جو کاروبار یا دیگر معاملات کے حوالے سے ایک شخص کسی دوسرے شخص کو دیتا ہے تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ اس نیکی کے لیے استعمال کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے گا۔ اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے کو قرآن نے اللہ کو قرض دینا بتایا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۵ میں ارشادِ خداوندی ہے:

''کوئی ہے کہ اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔''

انسانی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور نامساعد حالات کے سبب بہت سے لوگ قرض کا سہارا لیتے ہیں۔ لین دین کے ایسے معاملات کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲۔۲۸۳ میں واضح تعلیم فرمائی گئی ہے:

''اہلِ ایمان قرض کے حوالے سے آپس میں لین دین کریں تو اسے لکھ لیا کریں اور لکھتے وقت دو گواہ رکھیں اگر ایک مرد ہو تو دوسرے مرد کی جگہ دو عورتیں گواہ بنالیں۔''

Marfat.com

لیکن یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اپنے دین کی واضح تعلیم کے باوجود ہمارے معاشرے میں لین دین کے معاملات کو ضبطِ تحریر میں لانا پسند نہیں کیا جاتا حالاں کہ اس حکم پر عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں لین دین کے معاملات میں بہت سی قباحتیں بھی پیدا ہوتی دیکھی گئی ہیں اور بعض جگہ تو نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب ایک شخص آپ کی ضرورت میں آپ کے کام آیا اور آپ کو قرض دیا تو اپنی ضرورتِ پوری ہونے کے بعد جلد از جلد احسن طریقے سے قرض واپس لوٹائیں کجا یہ کہ بدنیت ہو جائیں اور قرض کو ہڑپ کر جائیں۔ یہ انداز و اطوار اسلام میں قطعاً پسندیدہ نہیں ہیں اور نبیٔ مکرّم ﷺ نے بھی ایسے رویّے کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں فرمایا ہے بلکہ شکریے کے ساتھ اچھے طریقے سے قرض لوٹانے کی تعلیم فرمائی ہے اور اس شخص کو بہترین آدمی قرار دیا ہے جو قرض کی ادائیگی بہتر طریقے سے کرے۔ ترمذی شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض لیا پھر آپ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے، ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ کا قرضہ ادا کر دوں۔'' میں نے کہا ''ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہی اسے دے دو اس لیے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریقے سے قرض ادا کرتا ہو۔''

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ صحیح مسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور آپ ﷺ سے سخت کلامی کی تو صحابۂ کرام نے بھی (اس کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آنے کا) ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''اس کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو کیوں کہ صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہے اور اس کا قرض ادا کرنے کے لیے ایک اونٹ خرید لاؤ اور اس کو دے دو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹ خریدنے چلے گئے اور واپس آ کر کہا (اس شخص کا اونٹ جس

Marfat.com

حیثیت کا تھا اس طرح کا اونٹ نہیں مل رہا ہے) صرف ایسا اونٹ مل رہا ہے جو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا ہے اور زیادہ عمدہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہی خرید لاؤ اور اس کو وہی دے دو کیوں کہ وہ آدمی زیادہ اچھا ہے جو بہتر اور زیادہ ادا کرے۔''

مقروض یعنی قرض لینے والا اور قرض خواہ یعنی قرض دینے والا جب دونوں لین دین کے معاملات اخلاصِ نیت کے ساتھ طے کرتے ہیں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے لیکن آج کل عام مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ قرض لینے کے معاملے میں جس قدر چست نظر آتے ہیں قرض لوٹانے کے معاملے میں وہ کہیں زیادہ سست نظر آتے ہیں اور مختلف انداز سے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح قرض کی ادائیگی نہ کرنی پڑے۔ نبی مکرم ﷺ نے قرض کی ادائیگی کے لیے سخت تاکید فرمائی ہے اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینے والے کو ظالم کہا ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بہت نفرت کرتے ہیں۔ ایک بوڑھا زنا کار، دوسرا مفلس تکبر کرنے والا تیسرا مال دار ظالم (جو قرض خواہ ہو یا واجب الادا رقم کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے)۔''

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن بندے کی روح اس کے قرضے کی وجہ سے معلق رہتی ہے جب تک کہ وہ قرض جو اس پر ہے ادا نہ کر دیا جائے۔''

گویا کوئی شخص جب مرتا ہے اور دنیا سے اس کا تعلق ٹوٹتا ہے تو وہ یقین رکھتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں جو نیک اعمال کیے ہیں ان کی بدولت وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور ایسی حالت میں کہ جب دنیا سے گیا تو ایمان کی حالت میں تھا لیکن اگر اس نے اپنے ذمے واجب الادا قرض کی ادائیگی کو ممکن نہیں بنایا اور غفلت و لاپروائی یا کوتاہی سے کام لیا تو صاحبِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے باوجود اسے راحت و سکون کی وہ منزل

Marfat.com

نصیب نہ ہوگی جس کا مومنین وصالحین سے وعدہ کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ صحابہ نے عرض کیا جنازے کی نماز پڑھ لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''اس پر قرض تو نہیں ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا ''نہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی۔ پھر ایک جنازہ اور لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''اس پر قرض ہے؟'' کہا گیا ''ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''کچھ چھوڑا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا ''تین دینار'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بھی نماز پڑھ لی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''اس پر قرض ہے؟'' عرض کیا گیا ''تین دینار'' فرمایا: ''کچھ چھوڑ کر مرا؟'' عرض کیا ''کچھ نہیں'' فرمایا: ''تم اپنے دوست پر نماز پڑھ لو'' ابو قلاوہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز پڑھ لیجیے اس کا قرض میں ادا کروں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز پڑھ لی۔''

قرض تو بہر حال قرض ہوتا ہے اور اسے ہر حالت میں لوٹانا ہی پڑتا ہے لیکن مقروض اگر قرض کی ادائیگی احسن طریقے سے کرے تو قرض خواہ کی نہ صرف تسکین ہوتی ہے بلکہ ہمّت وحوصلے میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ خوشی کے ساتھ دیگر ضرورت مندوں کو بھی قرض دینے سے نہیں ہچکچاتا۔ جب کہ دوسری صورت میں اس کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور وہ کسی ایک شخص کے غلط طرزِ عمل کے سبب بہت سے ضرورت مندوں کو قرض دینے سے بھی کتراتا ہے۔

اسلام میں شہید اور شہادت کو جو مقام اور قدر و منزلت حاصل ہے آپ سب اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ شہید کے بارے میں اللہ ربّ العزّت نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ میں ارشاد فرمایا:

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔''

بلکہ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۶۹ میں تو یہاں تک فرمایا:

Marfat.com

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مَرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مَرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔''

اس قدر بلند مقام و درجات حاصل ہونے والے شہید کو بھی قرض کے معاملے میں بری الذمہ قرار نہیں دیا گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''شہید کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے مگر قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔''

ذرا غور فرمائیے کہ جب اللہ کے اس قدر مقرّب بندے بھی قرض کے اثرات و مضمرات سے نہ بچ سکیں گے تو میرے اور آپ جیسا ایک عام مسلمان اپنے ذمّے واجب الادا قرض ادا کیے بغیر بھلا کیسے بخش دیا جائے گا؟ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اپنے ذمّے کا قرض ادا کر دیں تاکہ موت کا مزہ چکھنے کے بعد کسی طرح کی پریشانی و ندامت کا سامنا نہ ہو۔ اوّل تو قرض لینا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے لیکن اگر انتہائی مجبوری اور ضرورت میں قرض لینا پڑ جائے تو قرض کی ادائیگی کا ارادہ اور نیت ہونی چاہیے۔ نیت کی خرابی کا دخل ہرگز نہیں ہونا چاہیے تاکہ دنیوی اور اخروی آفات و بلاؤں سے محفوظ رہ سکیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص لوگوں سے قرض لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ اس سے وہ قرض ادا کرا دیتا ہے اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ اس کو ادا نہ کرے گا تو اللہ اس کے مال کو تلف اور ضائع کر دیتا ہے۔''

انما الاعمال بالنیات

ایسی معروف حدیث کو ہم اگر ذہن میں رکھیں تو یقیناً قرض لیتے وقت بد نیتی سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور نیت و ارادہ قرض کی ادائیگی کا ہے تو اللہ کی رضا اور مدد ہمارے شاملِ حال رہے گی۔ سنن نسائی کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ امّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے بیان فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی بندہ

Marfat.com

قرض لے اور اس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض دنیا ہی میں ادا کرا دیں گے۔"

حصولِ رزق کے حوالے سے قرض لینے کا مقصد بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ اس بات کو تو کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ قرض کسی جائز حاجت کی تکمیل کے لیے لیا جا رہا ہے یا پھر کسی بُرے کام کے لیے۔ اگر کوئی شخص اپنی جائز اور ضروری حاجت پوری کرنے کے لیے قرض لیتا ہے اور پھر قرض کی ادائیگی کی نیت اور فکر بھی رکھتا ہے تو قرضہ ادا ہونے تک اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مدد اس کے ساتھ رہے گی۔ سنن ابنِ ماجہ میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہے جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ ہو بشرطیکہ کسی برے کام کے لیے نہ لیا گیا ہو۔"

استطاعت ہوتے ہوئے بھی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور لیت ولعل سے کام لینا درحقیقت اللہ کی رحمت سے دوری اور طرح طرح کی مصیبتوں کے ساتھ ساتھ اخروی وبال کا سبب بھی ہے لہٰذا اوّل تو مقروض کو چاہیے کہ تقاضا کرنے سے پہلے ہی قرض لوٹا دے لیکن اگر نوبت یہاں تک آ جائے کہ قرض خواہ کو تقاضا کرنا پڑے تو پھر بغیر کسی تاخیر کے احسن طریقے سے قرض کی ادائیگی کی جائے۔ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے تاوقت یہ کہ اس ذمّے واجب الادا قرض کی ادائیگی نہ ہو جائے یا یہ کہ وہ اتنا مال چھوڑ کر مرا ہو کہ اس سے قرض ادا ہو سکے۔ میراث یعنی وراثت کی تقسیم کے حوالے سے بھی علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر میّت کے ذمّے قرض ہے تو ترکے میں سے سب سے پہلے قرض ادا کیا جائے لیکن اچھی بات تو یہ ہے کہ معاملہ ترکے تک پہنچنے ہی نہ پائے اور انسان اپنی زندگی میں ہی قرض سے خلاصی حاصل کر لے۔

مقروض کے ساتھ ساتھ قرض خواہ کے معاملات بھی اہم اور توجّہ طلب ہیں۔ اسلام کے ہمہ جہتی نظامِ کامل میں زندگی کے تمام پہلوؤں اور ہر پہلو سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے لیے نورِ ہدایت موجود ہے۔ اہلِ ثروت افراد کو اللہ تعالیٰ نے جہاں مال و

Marfat.com

دولت سے نوازا ہے وہاں غریبوں، محتاجوں اور کم مایہ افراد کے حقوق بھی ان پر لازم کیے ہیں۔ قرض کا معاملہ بھی ایک ایسے ہی پہلو کی عکاسی کرتا ہے کہ کم مایہ شخص دولت مند یا صاحبِ استطاعت سے ادھار لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ قرض خواہ کو قرض دیتے وقت یہ بات ضرور دیکھنی چاہیے کہ جسے وہ قرض دے رہا ہے کیا واقعی وہ اس کا مستحق بھی ہے۔ ہمارے ہاں آج کل بینکوں سے سودی قرضوں کا رواج چل پڑا ہے۔ بینکوں کو اپنے سود سے غرض ہوتی ہے وہ اس طرح کی جانچ پڑتال نہیں کرتے کہ قرض لینے والا ضرورت مند اور مستحق بھی ہے یا نہیں اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بینکوں کے کارندے صاحبِ ثروت افراد کو بھی قرض لینے کی ترغیب دیتے پھرتے ہیں اور مال دار لوگ بینکوں کے یہ سودی قرضے لے کر اپنی عیش و عشرت کی زندگی پر لگاتے رہتے ہیں اور سود کے وبال سے بے بہرہ رہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ضرورت مند اور مستحق افراد کو قرض دے تو اسے وصولی کے معاملے میں بھی اپنا رویہ نرم رکھنا چاہیے کیوں کہ مقروض و مجبور شخص اگر آسانی کے ساتھ ہی قرض کی ادائیگی کر سکتا تو بھلا قرض کیوں لیتا لہٰذا تنگ دست مقروض کے معاملے میں اگر مہلت اور درگزر کا راستہ اختیار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت پسندیدہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے اس کو بچائے وہ تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اپنا قرض معاف کر دے۔“

بعض مقروض افراد قرض خواہ سے مہلت اور رعایت کے حصول کے لیے تحفے تحائف کا سہارا لیتے ہیں اور قرض خواہ کو گاہے گاہے تحائف بھیجتے رہتے ہیں تاکہ وہ مروّت میں قرض کی ادائیگی میں چھوٹ دیتا رہے۔ یہ عمل اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے ہاں! اگر مقروض شخص کے قرض خواہ سے پرانے مراسم ہیں اور قرض لینے سے پہلے بھی وہ اس کے ہاں تحفے تحائف بھیجتا رہا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ سنن ابنِ ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور پھر مقروض اسے ہدیہ بھیج دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو سواری پر سوار نہ ہو اور نہ ہدیہ قبول کرے لیکن اس

Marfat.com

صورت میں کوئی حرج نہیں جب پہلے سے لین دین چلا آ رہا ہو۔''

جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے فی زمانہ غربت و مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ اپنے جسمانی اعضا بیچ کر چولہا جلانے پر مجبور ہیں اور سفید پوشی کا بھرم رکھنے میں اس درجہ خاموش ہیں کہ کسی کو ان کی پریشاں حالی کی خبر تک نہیں ہو پاتی لیکن دردمند دل رکھنے والے لوگ ایسے ضرورت مندوں کو پہچان لیتے ہیں اور اس طرح ان سے تعاون کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے دیتے ہیں تو دوسرے کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یوں چپکے چپکے مدد کرنا اپنی جگہ افضل ہے لیکن ایک اور پہلو بھی ہے جو قرضِ حسنہ کہلاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو بار بار تھوڑی رقم بطور مدد دی جائے اور اسے اس مدد کا عادی بنا دیا جائے اس سے تو بہتر ہے کہ ایک بار اکٹھی اور مناسب رقم سے اسے کوئی کاروبار شروع کروا دیا جائے۔ یوں قرضِ حسنہ سے ایک بے روزگار شخص جب اپنا کاروبار شروع کرے گا تو وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں رہے گا اور آہستہ آہستہ نہ صرف اس کے گھر کے حالات بہتر ہو جائیں گے بلکہ کچھ عرصے بعد وہ اپنا قرض بھی آسانی سے اتار سکے گا۔ یوں اگر قرضِ حسنہ کے ذریعے اہلِ ثروت افراد میدانِ عمل میں آ جائیں تو چراغ سے چراغ جلنے لگے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے غربت کے مارے افراد بھی سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ اس طرح دولت مندوں کا میانہ روی کا انداز نہ صرف ضرورت مندوں کو دستِ سوال دراز کرنے کی ذلت سے بچا لے گا بلکہ حالات کی بہتری کے ساتھ ساتھ قرض سے خلاصی بھی عطا کر دے گا۔ سنن ابو داؤد میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا طور طریق اور متانت اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جُز ہے۔''

اور میانہ روی کا ایسا انداز کہ صاحب ثروت افراد غریب و نادار افراد کی مدد ایسے طریقے سے کریں کہ مقروض کی عزّتِ نفس بھی مجروح نہ ہو تو یہ بلاشبہ قرضِ حسنہ ہی کے ذریعے سے ممکن ہے کیوں کہ قرضِ حسنہ میں مقروض کے سر پر قرض کی ادائیگی کے حوالے سے کوئی تلوار نہیں لٹک رہی ہوتی بلکہ وہ اپنی سہولت سے قرض کی ادائیگی کر سکتا ہے اور اگر خدانخواستہ حالات میں بہتری نہ آ سکے تو بھی ذہنی اذیت سے بچا رہتا ہے لیکن نیت کی اس خرابی سے بچنا بھی ضروری ہے کہ قرضِ حسنہ حاصل کر کے لوگ بے جا اصراف میں مبتلا ہو

Marfat.com

جائیں اور سمجھ لیں کہ یہ قرض واپس کرنے کے لیے تو ہے نہیں لہٰذا دل کھول کر خرچ کریں۔ قرضِ حسنہ کو بھی اگر ہم یہ سمجھ کر خرچ کریں گے کہ یہ بھی ایک قرض ہے جو بہر حال واپس کرنا ہے تو اس احساسِ ذمّہ داری کے سبب اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شاملِ حال ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ہمارا قرض دنیا ہی میں ادا کروا دے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقوق العباد میں کوتاہی اور قرض سے محفوظ و مامون فرمائے اور جملہ مقروض افراد کو اچھے طریقے سے اپنا اپنا قرض ادا کرنے کی ہمّت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

سوال و جواب

سوال مجھے پروفیسر صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ آپ نے قرض کے لین دین کے حوالے سے قرآنی تعلیم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔اس کی کچھ وضاحت فرما دیں۔

جواب دیکھیے بنیادی طور پر نبیٔ مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ قرآنی تعلیمات و احکامات کی عملی تفسیر ہے۔ قرآنِ کریم کی سورۃ البقرہ کی جن آیات کا میں نے اپنی تقریر کے دوران ذکر کیا ہے ان میں بہت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اللہ نے اسے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور اللہ سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زرِ قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرینِ انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے اس سے تم کو کسی طرح کا شک و شبہ بھی نہیں پڑے گا ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ

Marfat.com

نہیں اور جب خرید و فروخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو اور کاتب دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح کا نقصان نہ کریں۔ اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمہارے لیے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو اور دیکھو کہ وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے تو (کوئی چیز) رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحبِ امانت کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے۔ اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گناہ گار ہوگا اور اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔"

سوال پروفیسر صاحب! آپ نے اونٹ کے حوالے سے ایک روایت بیان فرمائی ہے کہ وہ آپ ﷺ نے قرض لیا۔ کیا نبی پاک ﷺ نے کبھی پیسے بھی قرض لیے؟ اور اس کی ادائیگی کس طرح فرمائی؟

جواب میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نبیٔ مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ آیاتِ قرآنی کی عملی تفسیر ہے اور آپ ﷺ کی زندگی کو اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو جملہ انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ کے سوال کے جواب میں سنن ابو داؤد کی ایک روایت بیان کرنا چاہوں گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میرا رسول اللہ ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے جب وہ ادا فرمایا تو (میری واجب الادا رقم سے) زیادہ عطا فرمایا۔" یہاں اس حدیثِ پاک کے حوالے سے یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ قرض کی ادائیگی کے وقت قرض خواہ کو اپنی طرف سے کچھ زیادہ ادا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن و مسنون ہے۔ چوں کہ یہ زیادہ لوٹانا کسی معاہدے یا شرط کی بنا پر نہیں ہے لہٰذا یہ سود نہیں کہلائے گا بلکہ یہ تبرُّع اور احسان ہے اور ان سنتوں میں سے ہے جن کو بتانے اور رواج دینے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار کا قرض لیا پھر

Marfat.com

جب آپ ﷺ کے پاس سرمایہ آ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرما دیا اور ساتھ ہی مجھے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمھارے اہل وعیال اور مال میں برکت دے۔ قرض دینے والے کا بدلہ یہ ہے کہ قرض ادا کیا جائے اور (قرض دینے والے کی) تعریف اور شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ گویا:

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

کے مصداق حقِ واجب سے زیادہ ادا کیا جائے اور ساتھ ہی دعائے خیر سے بھی نوازا جائے۔''

سوال قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لینے والے شخص کی کیا سزا ہے؟

جواب اس ضمن میں ایک حدیثِ مبارکہ بیان کرنا چاہوں گا۔ ابو داؤد میں حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرض ادا کر سکنے والے کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو کو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔''

یہاں آبرو حلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مقروض اگر قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو لیکن پھر بھی قرض ادا نہ کرے اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے تو قرض خواہ کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ مقروض کی بے عزّتی کرے یا برا بھلا کہے یا لوگوں میں اس کے لین دین کی خرابی کو مشہور کر کے معاشرے کے لوگوں کی نظر میں اس کو گرائے اور ظاہری طور پر یا چھپ کر اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرے۔ اگر کسی ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو اور وہاں ایسا شخص پایا جائے جو قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے حالاں کہ وہ ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو تو سرکاری اہل کار بھی اس کو سزا دے سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں ایسے افراد کو قید بھی کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

صراطِ مستقیم کے مسافر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صاحبِ صدر، معزز حاضرین وسامعین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کی یہ بابرکت محفل جشنِ نزولِ قرآن کے سلسلے میں سجائی گئی ہے اور مجھے قرآنِ حکیم اور صراطِ مستقیم کے سلسلے میں آج جس موضوع پر گفتگو کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے ''صراطِ مستقیم کے مسافر۔''

آیئے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ صراطِ مستقیم سے کیا مراد ہے؟ صراطِ مستقیم کے لفظی معنی ہیں سیدھا راستہ یا کھلا راستہ جب کہ اصطلاحی معنوں میں صراطِ مستقیم سے مراد دینِ اسلام ہے۔ صراطِ مستقیم کی تعریف کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ سیدھا راستہ ہے جس کا علم ہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں یعنی وہ راستہ جس پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے منظورِ نظر لوگ چلتے رہے ہیں۔ وہ بے خطا راستہ کہ قدیم ترین زمانے سے آج تک اس پر جو گروہ بھی چلا وہ اللہ کے انعامات کا مستحق ہوا اور اس کی نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔

صراطِ مستقیم کے حوالے سے مسند احمد، مستدرک حاکم اور جامع ترمذی میں ایک مفصّل حدیث ملتی ہے۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے (دینِ اسلام) صراطِ مستقیم کی مثل بیان کیا ہے (کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ دیواروں میں دروازے ہیں جن پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ راستے کے سرے پر کوئی بلانے والا کہہ رہا ہے کہ لوگو! چلے آؤ۔ اِدھر اُدھر نہ بھٹکو اور جب آدمی دروازوں کے پردے اٹھانا چاہتا ہے تو اس کے اوپر سے ایک شخص روکتا ہے کہ دروازہ نہ

Marfat.com

کھولنا، تباہ ہو جائے گا۔ تو یہ سیدھا راستہ اور اس کی دیواریں اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں۔ دروازے محرمات (ممنوعہ کاموں) کی طرف کھلتے ہیں۔ راستے کے سرے پر بلانے والی شخصیت اللہ کی کتاب ہے اور اوپر سے روکنے والا اللہ تعالیٰ کا واعظ (ضمیر) ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔''

گویا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صراطِ مستقیم درحقیقت دینِ اسلام اور ہدایت ہی کا نام ہے۔ ہم اس حوالے سے بہت خوش نصیب ہیں کہ مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے اور مسلمان کہلائے۔ جو لوگ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی تلاش میں رہتے ہیں اور تحقیق و جستجو کے بعد اپنا عقیدہ اور دین چھوڑ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو انھیں کس کس طرح کے مسائل اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور تمام تر مصائب کے باوجود وہ ثابت قدم رہتے ہیں۔

مصائب و پریشانیوں کا یہ سلسلہ موجودہ دور ہی سے متعلق نہیں بلکہ حضور ﷺ کے دور میں بھی جب لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے تو صراطِ مستقیم کے ان مسافروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ ان صبر آزما لمحات کو ایک شاعر نے کس خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا ہے:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اللہ ربّ العزّت جو انسان کا خالق و مالک ہے۔ وہ جانتا تھا کہ نوعِ انسان کو کس طرح قدم قدم پر رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے نبیٔ مکرّم ﷺ تک رہبری اور ہدایت کا یہ سرچشمہ جاری و ساری رہا ہے۔ صراطِ مستقیم کے حوالے سے اللہ ربّ العزّت نے سورۃ الفاتحہ میں کتنی پیاری دعا سکھائی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم.

یعنی (اے اللہ) ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ پانچوں وقت نماز میں ہم اللہ ربّ العزّت کے حضور یہ دعا دہراتے رہتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس آیتِ قرآنی میں جو دعا تعلیم فرمائی گئی ہے اس کے مخاطب جس طرح عامۂ مومنین اور جملہ انسان

Marfat.com

ہیں اسی طرح اولیائے کرام اور انبیا علیہم السلام بھی ہیں جو بلاشبہ ہدایت یافتہ بلکہ ہدایت کا سرچشمہ ہیں پھر بھلا اس حاصل شدہ چیز کی بار بار دعا مانگنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا جواب جاننے کے لیے درحقیقت ہدایت کو تفصیل کے ساتھ جاننا ضروری ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآنِ کریم کے مختلف مقامات پر ہدایت کے بارے میں جو تعلیمات بیان ہوئی ہیں ان میں اختلاف و تضاد نہیں ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں ہدایت کی بہترین تشریح فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کے اصل معنی ہیں کسی شخص کی منزلِ مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا اور ہدایت کرنا حقیقی معنی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے جس کے مختلف درجات ہیں۔

ہدایت کا ایک درجہ عام ہے جو کائنات و مخلوقات کی جملہ اقسام، جمادات، نباتات اور حیوانات پر محیط ہے۔ یہاں آپ کے ذہن و دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ بھلا ان بے جان اور بے شعور چیزوں کا ہدایت سے کیا کام کیوں کہ قرآنی تعلیمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کائنات کی تمام اقسام اور ان کا ذرّہ ذرّہ اپنے درجے کے مطابق نہ صرف زندگی اور احساس بلکہ عقل و شعور بھی رکھتا ہے یہ الگ بات کہ یہ جوہر کسی میں کم اور کسی میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن اشیا میں یہ جوہر کم ہے ان کو بے جان و بے شعور کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ضعفِ شعور کی وجہ سے انھیں احکاماتِ الٰہیہ کا مُکلّف نہیں بنایا گیا۔ اسی اختلافِ درجات اور عقل و شعور کی کمی بیشی کی وجہ سے جملہ کائنات میں صرف انسان اور جنات کو احکاماتِ شرعیّہ کا مکلف قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ ان میں عقل و شعور بھی مکمل ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری انواع و اقسام میں حیات و احساس یا عقل و شعور بالکل نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۴۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔“ درجۂ اولیٰ کی اسی ہدایتِ عامّہ کا ذکر قرآنِ کریم کی آیت اعطی کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ میں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ہدایت کا دوسرا درجہ پہلے کے مقابلے میں خاص ہے یعنی صرف ان چیزوں سے مخصوص ہے جو عرف میں ذوی العقول کہلاتی ہیں یعنی انسان اور جن۔ یہ ہدایت انبیا اور آسمانی کتب کے ذریعے ہر انسان کو پہنچتی ہے پھر کوئی اس کو قبول کر کے مومن و مسلم ہو جاتا ہے اور کوئی رد کر کے کافر ٹھہرتا ہے۔

ہدایت کا تیسرا درجہ اس سے بھی زیادہ خاص ہے جو صرف مومنین و متقین کے ساتھ مخصوص ہے۔ انسان کو یہ ہدایت بھی اللہ کی طرف سے بلا واسطہ عطا ہوتی ہے۔ اس ہدایت کا دوسرا نام توفیق ہے یعنی ایسے اسباب اور حالات پیدا کر دینا کہ قرآنی آیات کا قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے نیز ان کی خلاف ورزی دشوار اور مشکل ہو جائے۔ ہدایت کے اس تیسرے درجے کی وسعت غیر محدود اور اس کے درجات غیر متناہی ہیں۔ یہی درجہ انسان کی ترقی کا میدان ہے۔ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ اس درجۂ ہدایت میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ قرآنِ کریم کی متعدد آیاتِ مبارکہ میں اس زیادتی کا ذکر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو شخص اللہ پر ایمان لائے اس کے دل کو ہدایت کر دیتے ہیں۔''

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

''جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی مزید ہدایت کر دیتے ہیں۔''

غرض یہ کہ

اھدنا الصراط المستقیم

ایک جامع اور اہم ترین دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ نوعِ انسانی کا کوئی فرد اس دعا سے بے نیاز نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح و کامرانی صراطِ مستقیم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ صراطِ مستقیم یعنی ہدایت کے حوالے سے درجات کی وضاحت سے یقینا آپ پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ ہدایت ہی ایک ایسی چیز ہے جو سب کو حاصل ہے اور سورۃ الفاتحہ کی اہم ترین دعا ہدایت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

ہدایت کے بارے میں یہ مختصر وضاحت میں نے آپ حضرات کی خدمت میں بیان کی یقیناً آپ اس پر غور و فکر فرماتے ہوئے بے شمار فوائد اپنے دامن میں سمیٹ سکتے ہیں

Marfat.com

لہٰذا یہاں مزید کچھ نکات بیان کرتا چلوں۔ اوّل یہ کہ قرآن میں کہیں تو ہدایت کو ہر مومن و کافر کے لیے بلکہ کُل مخلوقات کے لیے عام فرمایا گیا ہے اور کہیں اس کو محض متقین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ناواقف افراد تعارض کے شبہے میں پڑ سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کے عام و خاص درجات معلوم ہونے کے بعد یہ شبہ از خود رفع ہو جاتا ہے کہ ایک درجہ سب کو شامل اور عام ہے جب کہ دوسرا درجہ مخصوص ہے۔ دوم یہ کہ درجات کی تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت فرماتے ہیں گویا ہدایتِ عامّہ سب کو کی جاتی ہے اور ہدایت کا تیسرا مخصوص درجہ ظالمین اور فاسقین کو نصیب نہیں ہوتا۔

کس قدر خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں صراطِ مستقیم یعنی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ لوگوں کی ہدایت کا سبب بن جاتے ہیں۔ صحیح مسلم، مسند امام مالک اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کسی کو ہدایت کی دعوت دے تو اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ ہدایت کی دعوت قبول کرنے والے کا ہو گا اور ایک کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

دینِ اسلام یعنی ہدایت کی تبلیغ کا یہ کام تو تا بہ ابد چلتا رہے گا اور ہم سب جانتے ہیں کہ اس کے دو نمایاں پہلو ہم سب کے سامنے ہیں۔ اوّل یہ کہ جو لوگ اللہ کے دین (اسلام) کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں گے ان کے لیے اللہ کی طرف سے بے شمار انعام و اکرام ہیں اور دوم جو اس ہدایت کو قبول کرنے کے نتیجے میں تکالیف اور مشقتیں برداشت کریں گے تو صراطِ مستقیم کے ان مسافروں پر بھی اللہ کا کرم خاص ہو گا۔

چودہ سو سال قبل جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ بلکہ اعلانیہ تبلیغ کا آغاز کیا تھا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے رشتہ دار بھی جانی دشمن ہو گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اسلام یعنی ہدایت کو پھیلانا چاہتا تھا اس لیے یہ تو پھیل کر ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس لمحے ہمت بڑھائی اور سورۃ الشوریٰ آیت ۵۲ میں فرمایا:

Marfat.com

''اور بے شک (اے محمد ﷺ) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔''

اور صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے کی تعلیم نبی مکرم ﷺ کی طرف سے نہیں بلکہ خود ربّ العالمین کی طرف سے تھی۔ سورۃ الحج کی آیت ۵۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔''

یہی نہیں ایمان لانے والوں کو حوصلہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی صراحت کرتے ہوئے سورۂ آلِ عمران آیت ۵۱ میں ارشاد فرمایا:

''کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اور سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

''جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا نقصان بھی اسی کو ہوگا اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا ارشاداتِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صراطِ مستقیم یعنی ہدایت درحقیقت اسلام ہی ہے۔ اب یہ نوعِ انسانی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے قبول کر کے مسلمان کہلائے یا رد کر کے کافر ٹھہرے لیکن کسی بھی شخص کی ذمہ داریاں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد دو چند ہو جاتی ہیں۔ اسلام یعنی ہدایت اور صراطِ مستقیم کا مسافر بننے کے بعد اسے ہر طرح کے حالات کا صبر کر کے مقابلہ کرنا ہے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے صراطِ مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کے عزم پر ڈٹے رہنا ہے۔ بلاشبہ اس عمل کی اللہ کے ہاں بڑی جزا ہے۔

تاریخ انسانی صراطِ مستقیم کے ایسے مسافروں کے ذکر سے بھری پڑی ہے جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا تن من دھن سب اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور ہر طرح کی آزمائشوں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے ہدایت یافتہ ہونے کا ثبوت دیا۔ صراطِ مستقیم کے ان مسافروں کی تعداد اس قدر ہے کہ یہ

Marfat.com

محدود وقت ان کے ناموں کی فہرست کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا کجا یہ کہ میں ان کے حالات یہاں بیان کروں۔ البتہ چند اہم اور موٹی موٹی باتوں پر اکتفا کرتے ہوئے یہاں سنہرے اور اہم واقعات کی جانب اشارہ کرنا چاہوں گا تا کہ آپ اندازہ کر سکیں کہ صراطِ مستقیم کے مسافروں نے کیسی کیسی مشقتیں جھیل کر اسلام کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا۔

حضورِ اکرم ﷺ ہی کو لیجیے آپ ﷺ کو اپنے چچا حضرت ابو طالب اور سارے خاندان بنو ہاشم و بنو مطلب کی بھرپور تائید و حمایت حاصل تھی مگر اس کے باوجود کفار طعن و تشنیع اور جھوٹے الزامات و بہتانوں کی بارش کرتے رہتے۔ راستے میں کانٹے بچھاتے، اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ حضور ﷺ کے صحن میں پھینک دیتے۔ درِ اقدس پر غلاظتوں کے ڈھیر لگا دیتے حتیٰ کہ نماز بھی سکون سے نہ پڑھنے دیتے۔ یارِ غار حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے سے کون آگاہ نہیں۔ جب حرم شریف میں آپ نے بلند آواز سے تلاوتِ قرآن شروع کی تو کفار نے آپ کو مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ اسی حالت میں گھر لایا گیا اور کئی پہروں کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جب حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے تو ان کا چچا ان کو کچّے چمڑے میں لپیٹ کر اور اسے رسی میں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا کرتا تھا۔ کچّے چمڑے کی بدبو اس پر عرب کی شدید گرمی، آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ امیہ بن خلف کے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو وہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھ میں پکڑا دیتا وہ ان کا تمسخر اڑاتے اور مکے کی گلیوں میں انھیں گھسیٹتے پھرتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگا کر کفر و شرک کے حواریوں کا منہ چڑاتے رہتے۔ اس کے علاوہ امیہ انھیں بھوکا پیاسا رکھتا۔ دوپہر کے وقت تپتی دھوپ میں ریتلی زمین پر لٹا دیتا اور چھاتی پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا کہ محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دو اور لات و عزّیٰ کی عبادت کرو ورنہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے اور بلال رضی اللہ عنہ نیم مدہوشی میں بھی ''احد''، ''احد'' کہتے رہتے۔ حمامہ رضی اللہ عنہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ مشرف

Marfat.com

بہ اسلام ہوئیں تو ان کے کافر مالک نے طرح طرح کی اذیتیں اور سزائیں دیں۔ انھیں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم قبیلہ تھے۔ اسلام قبول کیا تو ان کا مالک انھیں بہت دکھ دیتا اور ان پر تشدد کیا کرتا یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی اور بے ہوشی کے عالم میں ان کی زبان باہر نکل آتی۔ یہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے قابلِ اعتماد غلام تھے اور ہجرت کے سفر میں جب آپ غارِ ثور میں قیام فرماتے تھے تو یہ ریوڑ لے کر شام کو غار کے قریب پہنچ جاتے اور دودھ دوہ کر پیش کیا کرتے تھے۔ زنیرہ رضی اللہ عنہا ایک مشرک کی کنیز تھیں جب مسلمان ہو گئیں تو ان کے بے رحم مالک نے ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی یہاں تک کہ ان کی بینائی ختم ہو گئی جو بعد میں ان کی استقامت اور اللہ کے کرم کی وجہ سے لوٹ آئی۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے سبب مشرف بہ اسلام ہوئے مگر ان کی مالکہ امِ انمار کو جب یہ اطلاع ملی تو اس کی برہمی اور ناراضگی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ سنگ دل لوہے کا ایک ٹکڑا بھٹی میں گرم کرتی جب وہ لال سرخ ہو جاتا تو اسے چمٹے سے اٹھا کر خباب کے سر پر رکھ دیتی اس سے آپ رضی اللہ عنہ کو جو اذیت ہوتی ہو گی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ انھیں انگاروں کی طرح گرم سنگ ریزوں پر پیٹھ کے بل لٹایا جاتا یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کا پانی خشک ہو گیا تھا وہ خود فرماتے ہیں ''میں نے ایک روز دیکھا کہ کفار نے میرے لیے آگ بھڑکائی۔ مجھے زمین پر لٹا دیا اس کے انگارے میری پشت پر رکھے۔ ان کی تپش سے میری چربی پگھلی اور اس سے یہ انگارے بجھے۔'' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھی آگ کا عذاب دیا جاتا تھا۔

غرض یہ کہ صراطِ مستقیم کے سیکڑوں مسافر ہیں جنہوں نے انتہائی تکلیف اور کرب کا سامنا کیا اور ثابت قدم رہے۔ جس نے بھی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت کی اسے آزمائش کی بھٹیوں میں جھونکا گیا اور ان پر تشدد اور بے رحمی کی انتہا کر دی گئی۔ ظلم و تشدد کے نت نئے انداز اختیار کیے جاتے۔ کبھی دہکتے انگاروں پر لٹا دیا جاتا۔ کبھی مشکیں کس کر چلچلاتی دھوپ میں تڑپنے کے لیے ڈال دیا جاتا۔ نہ پینے کے لیے پانی دیا جاتا اور نہ کھانے کے لیے لقمہ۔ ان تمام تر صعوبتوں کے باوجود اسلام کے یہ

Marfat.com

جان نثار ان آزمائشوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ مستحکم ثابت ہوئے اور ان کی یہ استقامت دیکھ کر ان درندہ صفت انسانوں کے چھکّے چھوٹ گئے۔

صراطِ مستقیم کے مسافروں کی یہ معمولی سی جھلک ہم سے متقاضی ہے کہ ہم بھی عمل کے پیکر بن جائیں اور اسلام صرف ہماری زبانوں تک محدود نہ رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدمی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

سوال و جواب

(سوال) بعض اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ انسان خود کو صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے مگر پھر بھی زندگی میں کامیاب و کامران نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

(جواب) یہ بات میری گفتگو کے دوران تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا ہے تو میں مزید وضاحت کر دیتا ہوں۔ قرآنِ کریم نے ہر شخص کے لیے جس دعا کو ہر کام کے لیے ہر حال میں منتخب فرمایا ہے وہ صراطِ مستقیم ہی کی دعا ہے۔ جس طرح آخرت کی کامیابیاں صراطِ مستقیم پر موقوف ہیں اسی طرح دنیاوی کامیابیوں کا انحصار بھی صراطِ مستقیم ہی پر ہے۔ جہاں انسان اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا تو اسے غور کرنا چاہیے کہ کس مرحلے پر اس نے کیا غلطی کی ہے۔ وہ کہاں صحیح راستے سے بھٹک گیا تھا کہ اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

(سوال) کیا بے جان اور بے شعور چیزیں بھی اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں؟

(جواب) میں نے اپنی گفتگو کے دوران سورۂ بنی اسرائیل کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ آپ کی تشفّی کے لیے عرض ہے کہ سورۃ النور آیت ۴۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں اور (بالخصوص) پرندے جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے۔"

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کائنات میں روح و حیات بھی ہے، ادراک و احساس بھی اور عقل و شعور بھی مگر بعض میں یہ جوہر اتنا کم اور مخفی ہے کہ عام دیکھنے والوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی لیے عام طور پر انھیں بے جان یا بے عقل کہا جاتا ہے اور احکاماتِ شرعیّہ کا مکلّف بھی نہیں بنایا گیا۔ جدید فلسفے اور سائنس پوری

Marfat.com

وضاحت کے ساتھ ان باتوں کو ثابت کر چکی ہے۔

سوال پروفیسر صاحب! آپ نے ہدایت کے مختلف درجات بیان فرمائے ہیں۔ یہ وضاحت فرما دیجیے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے یا نبی کے ذمے؟

جواب دیکھیے! صراطِ مستقیم یعنی ہدایت کے بارے میں تین درجات میں نے بیان کیے ہیں جن میں آپ کے سوال کا جواب آچکا ہے۔ کہ ہدایت کے تین درجات میں سے پہلا اور تیسرا درجہ بلا واسطہ حق تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور نبی یا رسول جو بھی کریں گے بحرحال اللہ کے فرمان کے مطابق ہی کریں گے۔ قرآنِ کریم میں جہاں جہاں انبیا علیہم السلام کو ہادی قرار دیا ہے تو وہ اسی دوسرے درجے کے اعتبار سے ہے اور جہاں یہ ارشاد ہے:

انك لا تهدى من احببت .

یعنی "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہدایت نہیں کر سکتے جس کو چاہیں۔"

تو اس میں ہدایت کا تیسرا درجہ مراد ہے یعنی توفیق دینا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

انبیائے کرام کی بعثت فلاحِ انسانی کا ذریعہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

ابتدائے آفرینش ہی سے گلوں کی مہک، پودوں کی لہک، ستاروں کی چمک، چاندنی کی چٹک اور آبشار کے جھرنے اپنے خالق کی موجودگی کا نہ صرف اعلان کر رہے ہیں بلکہ اہلِ قلب ونظر کے لیے دل فریب نظارے بھی پیش کر رہے ہیں۔ کائنات کی ان خوبصورت تخلیقات میں حسین ترین تخلیق انسان ہے جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔

پہلے انسان اور نبی اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک بے شمار انسان تخلیق ہوئے اور اپنی اپنی زندگی کے شب و روز گزار کر راہیٔ عدم ہوئے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا بے شمار لوگ دنیا میں آئیں گے اور وقتِ مقررہ پر لقمۂ ازل بن جائیں گے۔

تخلیقِ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز پر غور کیجیے تو وہ بے ضابطہ نہیں ہے۔ حیوانات ہوں یا نباتات، جمادات ہوں یا فلکیات۔ ہر ایک کے پیچھے ایک قاعدہ اور ضابطہ دکھائی دیتا ہے جس کے تحت اس کی زندگی کا سفر جاری ہے، پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ انسان ایسی اشرف مخلوق کو بے ضابطہ مادر پدر آزاد چھوڑ دیا جاتا؟ بلاشبہ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عظمت بخشی وہاں قدم قدم پر اس کی رہبری بھی فرمائی اور اس مقصد کے لیے دنیا میں انبیائے کرام مبعوث فرمائے اور وقتاً فوقتاً کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام مبعوث ہوئے جب کہ بعض مقامات پر یہ تعداد ایک لاکھ چھیاسی ہزار بھی ملتی ہے۔

تعداد جو بھی ہو یہ بات واضح ہے کہ انبیائے کرام کی بعثت فلاحِ انسانی کا ذریعہ ہے۔ جب بنی نوعِ انسان گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ اصل راستے سے بھٹک جاتے اور ایسے افعال کو اپنا لیتے ہیں جو تباہی کی طرف لے جا رہے ہوتے ہیں تو ربّ العالمین

Marfat.com

انسانوں ہی میں سے کسی بندے کو چُن لیتا ہے اور وحی کے ذریعے اسے راہِ حق بتاتا ہے پھر کہتا ہے میرے بندوں کی رہنمائی کرو۔ وہ اللہ کے حکم سے توحید کا پیغام دیتا اور دنیا کو فانی قرار دیتے ہوئے توشۂ آخرت جمع کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ انسان فلاح پا جائیں اور کامیاب و کامران ہوں مگر بعض بگڑی ہوئی اقوام انبیائے کرام کی راست روی کے سبب ان کی دشمن بھی ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا کارساز ہے وہ دشمنی کے منجدھار میں اپنے انبیا و رسل کی حفاظت فرماتا ہے اور انبیا پر ایمان نہ لانے اور ان سے ہدایت و فلاح نہ پانے والوں کے لیے کڑی سزا کی وعید سناتا ہے۔ انبیائے کرام کے بھیجنے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی دوسری آیت میں ارشادِ پاک ہے:

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی اور بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی اور کو کارساز نہ ٹھہرانا۔"

اسی طرح سورۃ البقرہ کے اوائل میں بھی ارشادات موجود ہیں اور پھر سورۃ البقرہ ہی میں آگے چل کر آیت ۹۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

"جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔"

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۳۳ میں انبیائے کرام کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے خاندانوں کو قوموں پر چن لیا۔"

اسی سورۂ مبارکہ میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

"تمام نبیوں پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور ان کی مدد کرنا ہوگی۔"

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اور بستی ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا نبی اور رسول نہ بھیجا ہو۔ اللہ کے یہ نیک بندے جو اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے وقتاً فوقتاً دنیا میں مبعوث ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر زمانے اور ہر

Marfat.com

قوم میں بھیجا۔ ان انبیائے کرام نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خلقِ خدا کی خدمت کے لیے وقف کیا اور اللہ کی توحید کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ اس وعظ و نصیحت پر قوموں نے انھیں برا بھلا کہا انھیں تکلیفیں دیں اور ان کا مذاق اڑایا۔

تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب گمراہ لوگوں اور اقوام نے اپنے انبیا کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ ان کی تفصیل بلکہ اختصار کا بھی یہ مختصر پروگرام متحمل نہیں ہو سکتا۔ گمراہ لوگوں نے صرف تکلیفیں دینے اور عدم تعاون ہی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اپنے ان رہبروں اور فلاح و ہدایت سے ان کی زندگیاں منوّر کر دینے والوں کو قتل کر دینے سے بھی دریغ نہیں کیا مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے کاٹ دیا گیا۔ غور کیجیے تو یہی دارالعمل ہے جہاں قوموں کو انبیا و رسل کی پیروی کرنی چاہیے کیوں کہ اسی میں عافیت ہے اور وہ لوگ جو رسولوں کی پیروی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے کہ دوسروں سے الگ کر دیے جائیں گے۔

اپنی سخت گیری اور گمراہی کے سبب بہت سی اقوام نے انبیا کو جو خاک اور خون میں نہلا دیا، ان پر ظلم و ستم کیے تو بعض کو پروردگار نے بڑے بڑے معجزات سے نوازا اور منکرین پر حکمران بنا دیا اور جو ظالموں کے ہاتھ جان دے بیٹھے اللہ اس کا حساب قیامت کے دن کرے گا وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ناحق قتل کے بارے میں سورۂ آلِ عمران اور متعدد سورتوں میں صاف طور پر پوچھتا ہے کہ ان کے خون سے ناحق ہاتھ کیوں رنگے گئے جب کہ وہ قوموں میں تفرقہ ختم کرنے اور رہنمائی کے لیے بھیجے گئے تھے۔

تعلیم و تحقیق کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سائنس دان کوئی بات کہتا ہے اور اسے سچ ثابت کرتا ہے مگر بعد میں آنے والے سائنسدان اس کے خیال اور نظریے سے اختلاف کرتے ہیں اس کی بات کو غلط ثابت کر دیتے ہیں۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ گزشتہ دنوں پاکستان کے نامور سائنس داں ڈاکٹر عطاء الرحمن نے ایک نوبل انعام یافتہ سائنس دان کی Theory کو غلط ثابت کر دکھایا ہے لیکن جب انبیائے کرام کی تعلیمات کی بات ہوتی ہے تو آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک نبی یا رسول نے کوئی بات کہی ہو اور بعد میں آنے والے کسی بھی نبی یا رسول نے اسے غلط کہا ہو۔ سارے

Marfat.com

انبیا و رسل کا ایک ہی طرح کا پیغام ایک ہی تعلیم رہی ہے۔ سبھی نے توحید کا پرچار کیا ہے اور گمراہ اقوام کی فلاح و کامرانی کے لیے اللہ کے پیغام کو عام کرنے کے لیے ہی اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا فریضہ انجام دیا ہے اور دنیوی و اخروی فلاح کا راستہ دکھایا۔ سورۃ الحج کی آیت ۷۷ میں اللہ رب العزت کا ارشادِ پاک ہے:

''مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تا کہ فلاح پاؤ۔''

سورۃ الجمعہ کی آیت ۱۰ میں فلاح و کامرانی کی راہ سجھاتے ہوئے اسی بات کو یوں آگے بڑھایا:

''پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔''

انبیائے کرام کی بعثت کے حقیقی منصب یعنی فلاحِ انسانی کے حوالے سے ہمیں قرآنِ حکیم میں جا بجا واضح تعلیمات ملتی ہیں مثلاً سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۰۔۷۱ میں ارشادِ مبارکہ ہے:

''مومنو! اللہ سے ڈرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمھارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔''

خلاصہ یہ کہ انبیا و رسل ہی کی پیروی نوعِ انسانی کی فلاح کی ضامن ہو سکتی تھی اور اب رسولِ مکرم ﷺ کی پیاری پیاری سنتوں کی پیروی ہی ہمیں دنیا و آخرت کی فلاح سے ہم کنار کر سکتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے نقوش اپنانے اور نورِ قرآنی سے اپنی زندگیاں منوّر کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

حضورِ اکرم ﷺ بحیثیت عظیم انقلابی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

انقلاب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنیٰ تغیّر و تبدّل، بنیادی تبدیلی اور پرانے سیاسی و معاشی نظام کی جگہ نئے نظام کا نفاذ ہے جبکہ انقلابی سے مراد انقلاب برپا کرنے والا، تبدیلی کرنے والا اور تغیّر و تبدّل کرنے والا ہے۔ اصطلاحی طور پر انقلاب کے معنیٰ ہیں حکومت کی فوری تبدیلی جو طاقت کے زور سے عمل میں لائی گئی ہو۔

جب ہم کائنات کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن میں حصولِ اقتدار کے لیے حکمرانوں نے انقلاب کا سہارا لیا ہے مگر بے شمار انقلابات میں ایک انقلاب ایسا بھی ہے جو اپنی ہمہ جہتی کے سبب ایک عظیم انقلاب ہے۔ ایسا انقلاب جس نے دنیا کی تاریخ پر دُور رس اثرات مرتب کیے اور کُل عالم رہتی دنیا تک اس جیسی کوئی اور مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جی ہاں! یہ انقلاب، انقلابِ محمدی ﷺ ہے۔ اُس وقت کے معاشرے پر ایک طائرانہ نظر بھی ڈالیں تو معاشرتی اور اخلاقی پستی کی بے شمار مثالیں بآسانی مل جاتی ہیں۔ علم سے بے بہرہ عرب معاشرے کا تمدّن بگڑی ہوئی تصویر کا جو عکس پیش کر رہا تھا وہ کسی کی آنکھ سے اوجھل نہ تھا۔ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اخلاقی پستی کی انتہا تو یہ تھی کہ بیٹی پیدا ہوتی تو زندہ درگور کر دی جاتی تھی۔ ایسے بگڑے ہوئے معاشرے میں سُدھار لانا کوئی آسان کام نہ تھا مگر نبی مکرم ﷺ کو پروردگارِ عالم نے ایسے ہی عظیم انقلاب کے لیے پیدا فرمایا تھا۔

قربان جائیے آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے، آپ ﷺ کی عظمت اور شان و

Marfat.com

شوکت کے اور آپ ﷺ کے خلقِ عظیم اور انقلابِ عظیم کے کہ صرف ۲۳ برس کے مختصر سے عرصے میں عرب کی کایا پلٹ دی۔ معاشرتی پستی، اس خوبصورتی کے ساتھ دور فرما دی کہ دنیا آج تک محو حیرت ہے۔ اس انقلابِ عظیم کی بدولت آپ ﷺ کو بلاشبہ عظیم انقلابی کہا جاتا ہے۔ یہ عظیم انقلاب کسی مادّی طاقت کے زور پر نہیں علمی اور اخلاقی قوت کے زور پر ظہور میں آیا تھا۔

پروردگارِ عالم نبی مکرم ﷺ کے توسط سے یہ انقلاب بپا کرنا چاہتا تھا اس لیے آپ ﷺ کو ایسی صفات سے آراستہ فرمایا کہ کفار بھی آپ ﷺ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیتے تھے۔ بچپن ہی سے آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے نوازا جانا آپ ﷺ کے اعلیٰ کردار کی مثال ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اپنے احباب اور عزیز و اقارب پر جنھیں ذرّہ برابر اعتماد نہ تھا وہ اپنی امانتیں آنکھ بند کر کے نبی مکرم ﷺ کے سپرد کر جاتے تھے۔ حالاں کہ اس وقت تک آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ یہ افعال و کردار کی عظمت ہی تھی کہ لوگ آپ ﷺ پر اس درجے اعتماد کرتے تھے۔

چالیس برس کی عمر میں جب آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس کے بعد علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ ﷺ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور مکّے کے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

”اے لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے اس پار دشمن حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟“

سب نے بیک آواز کہا ”ہاں! کیوں کہ آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تو پھر سنو! تم جن خداؤں کی پوجا کرتے ہو انھیں چھوڑ کر ایک اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کرو۔“

کفّار نے آپ ﷺ کی یہ بات نہ مانی مگر یہ بھی نہیں کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنا تبلیغی سفر جاری رکھا اور ”قطرہ قطرہ دریا می شود“ کی مثال صحابہ کرام کی تعداد روز افزوں بڑھتی رہی مگر ساتھ ساتھ کفّار کی تکلیف دہ سازشوں میں بھی اضافہ ہوتا رہا

Marfat.com

اور پھر یہ تکلیف دہ رویہ اس درجہ شدت اختیار کر گیا کہ نبی پاک ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ کم و بیش دس برس آپ ﷺ نے مدینہ میں اسلام کا نور پھیلایا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے تقریباً ۲۳ برس وہ سنہرے لمحات ہیں جب شبانہ روز کی محنتیں اور باعمل تبلیغ اللہ کے پیغام کو پھیلانے اور عرب معاشرے میں عظیم انقلاب بپا کرنے کا سبب بنی۔

فتح مکہ کے وقت جب آپ ﷺ کامیاب پیغمبر اسلام کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو عجب شان تھی۔ عظمت و جلال چہرے سے نمایاں تھا۔ مکے کے وہ کفار جن کی اذیتوں کے سبب آپ ﷺ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے پریشان تھے کہ اب ان کے ساتھ جانے کیا سلوک ہو گا۔ قریش کے ایک سردار ابوسفیان نے دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے لیے امان چاہی۔ دوسرے روز نبی مکرم ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے یا کعبۃ اللہ میں چلا جائے یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کو جمع فرمایا۔ اس مجمع میں وہ سب لوگ شامل تھے جن کی تلواریں اور برچھیاں اکیس برس تک مسلمانوں پر برستی رہی تھیں۔ اس موقع پر آپ کی زبانِ مبارک سے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو اس سے پہلے یا بعد میں نہ سنایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایک اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور مخالفوں کے تمام منصوبوں کو اکیلے توڑ کر رکھ دیا۔ ہاں، سُن لو، فخر کی تمام باتیں، مال اور خون کے سارے دعوے میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ اے قریش! اللہ نے جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر مٹا دیا تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

قرآنِ پاک کی ایک آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے:

"لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ۔ اللہ کے نزدیک زیادہ

Marfat.com

عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ دانا اور واقف کار ہے۔"

آخر میں فرمایا:

"جانتے ہو آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟" پھر خود ہی فرمایا: "تم پر آج کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ تھا دنیا کا سب سے عظیم انقلاب اور انقلابِ عظیم کا عظیم انقلابی اور علم بردار جس کے حسنِ عمل کی ایک بھی مثال عالمی تاریخ پیش نہیں کرسکتی ہے۔ عرب کے ریگزاروں میں عفوو درگزر اور رحمت کی یہ بارش انقلابِ عظیم کی تابندہ مثال ہے جس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی اپنی کتابوں میں بکثرت کیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے نور سے ہمیں اپنی زندگیاں منوّر کرنے کی توفیق و ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

دعوتِ حق میں پیش آنے والی مشکلات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

آج کی اس تقریر کا موضوع ہے ''دعوتِ حق میں پیش آنے والی مشکلات'' اور آپ جانتے ہیں کہ دعوتِ حق سے مراد اللہ کے پسندیدہ دین یعنی اسلام کی تبلیغ و ترویج ہے۔ آدم علیہ السلام سے نبی مکرم ﷺ تک یہ کام انبیائے کرام کے ذریعے ہوتا رہا ہے مگر آپ ﷺ پر چوں کہ نبوّت ختم ہو چکی ہے اور اسلام کو اس دنیا میں قیامت تک باقی رہنا ہے اس لیے دعوتِ حق یعنی تبلیغِ دین کا یہ کام اب مسلمانوں ہی کے کاندھوں پر ہے۔

نبی مکرم ﷺ کو لوگ بچپن ہی سے صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے مگر جب علانیہ تبلیغ کا حکم ملا تو گویا صادق و امین کہنے اور جاننے والے ہی آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ دعوتِ حق کی ابتدا آپ ﷺ نے کوہِ صفا سے کی۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے اور اہلِ مکہ کو بلایا۔ جب لوگ پہاڑ کے نیچے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے مکہ کے لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کی دوسری طرف دشمن آپ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔''

اہلِ مکہ نے کہا:

''ہاں، کیوں کہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میری بات غور سے سنو۔ تم جن خداؤں کی عبادت کرتے ہو انھیں چھوڑ دو۔ ایک وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو۔''

Marfat.com

اس پر مکّے کے لوگوں نے جواب دیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے بھلا وہ اپنے باپ دادا کے خداؤں کو جھوٹا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ وقت گزرنے لگا اور دعوتِ حق کا کام آگے بڑھا۔ ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کے مقابلے میں رکاوٹ بننے والے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اپنے بھی دشمن بلکہ جانی دشمن ہو گئے تھے اور اِنھیں تکلیفوں کے سبب ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ ہجرتِ مکہ اور غارِ ثور کے واقعے سے کون آگاہ نہیں۔ نبیِ مکرم ﷺ ہجرت کے لیے جب مکہ سے روانہ ہوئے تو دشمنوں کے تعاقب سے بچنے کے لیے آپ ﷺ ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ہر حال میں جانثار ساتھی اور آزمائش میں شریک تھے۔ انتہائی مصیبت کے وقت غار میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کے باعث آپ رضی اللہ عنہ کو یارِ غار کہا جاتا ہے۔ آج کل یارِ غار کی ترکیب مخلص دوست کے معنیٰ میں عام استعمال میں ہے۔

تبلیغ کے لغوی معنیٰ انتہا یا آخری ٹھکانے تک پہنچانا ہیں جب کہ دینی اصطلاح میں اس کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسرے بندوں تک پہنچانا ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ دعوتِ حق یعنی تبلیغِ دین کے بارے میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۰۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

> ”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔“

نبی مکرم ﷺ نے بھی اس سلسلے میں صراحت فرمائی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے تو اس کو ان لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں گے اور اس سے پیروی کرنے والوں کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوگی۔“

دعوتِ حق کا کام جس قدر مشکل اور مشقت طلب ہے اللہ تعالیٰ نے اسی قدر اس کا اَجر اور بدلے کی نوید بھی سنائی ہے اور اس حوالے سے اپنے محبوب کی اُمّت کو خاص طور پر

Marfat.com

پسند فرمایا ہے۔ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۱۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(مومنو!) جتنی اُمّتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔''

آپ ﷺ نے بھی تبلیغ کی اہمیت بیان فرمائی اور اپنے بعد یہ ذمّہ داری اپنے اُمّتیوں پر ڈال دی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو اسے لوگوں تک پہنچا دو۔''

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ دعوتِ حق میں پیش آنے والی مشکلات سے بھری پڑی ہے۔ آپ ﷺ نے جہاں اپنوں ہی کے ظلم وستم کے سبب مدینے ہجرت کی اور مشکلات برداشت کیں وہاں شعب ابی طالب اور طائف کی پہاڑیوں کے درمیان لہولہان ہو جانے والے واقعات سے کون ہے جسے آگہی نہ ہو۔

شعبِ ابی طالب مکۂ معظّمہ کے قریب ایک درّہ ہے جو بنی ہاشم کی میراث تھا۔ ۷ھ میں کفارِ مکہ نے طے کیا کہ بنو ہاشم اگر آں حضرت ﷺ کو ہمارے حوالے نہیں کرتے تو ان سے ہر قسم کے تعلقات توڑ لیے جائیں۔ بنو ہاشم اور خاص طور پر حضور ﷺ کے چچا یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اللہ کے رسول کو ان کے دشمنوں کے حوالے کر دیں۔ چناں چہ سوائے ابولہب کے تمام بنو ہاشم اس درّے میں چلے گئے اور تین سال کی طویل مدّت نہایت تنگی اور تکلیف کے ساتھ وہاں گزاری۔ ایک دن حضور ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے کہا کہ میرے پاس آنے والے فرشتے نے خبر دی ہے کہ مقاطعے کی عبارت کو کیڑے کھا گئے ہیں۔ ابو طالب نے کفّارِ مکہ سے کہا کہ میرے بھتیجے نے اس طرح کہا ہے اگر یہ درست ہے تو یہ مقاطعہ ختم کر دو۔ اگر یہ بات درست نہ ہوئی تو ہم اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ کاغذ دیکھا گیا تو حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک درست نِکلا۔ اس طرح

Marfat.com

۱۰ھ میں تین سال کی مشکلات جھیلنے کے بعد حضور ﷺ بنو ہاشم کے ساتھ اس درّے سے باہر آئے۔

وادیٔ طائف میں کفار کی سنگ باری سے آپ ﷺ اس درجے لہولہان ہو گئے کہ نعلین شریفین خون سے بھر گئی تھیں مگر اس مشکل اور کڑے وقت میں بھی آپ ﷺ نے صبر و استقامت کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح گاہے گاہے آپ ﷺ نے دعوتِ حق میں بہت ظلم و ستم سہے۔ کبھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے تو کبھی نماز کے دوران آپ ﷺ کی کمر مبارک پر جانوروں کی اوجھڑیاں ڈال دی گئیں۔ کہیں کفار نے سنگ باری کی تو کہیں زندگی تنگ کر دی مگر حضور ﷺ کے پایۂ عزم و استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اور اسلام کو پھیلنا تھا، وہ پھیل کر ہی رہا۔

دعوتِ حق کی راہ میں کفار کا ظلم و ستم صرف نبی مکرم ﷺ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اسلام قبول کرنے والے اور دعوتِ حق میں نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دینے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے لیکن اس میدان میں سبھی ثابت قدم رہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اس حوالے سے سنہرے لفظوں میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

چوں کہ اسلام روحانی اور مادّی فلاح کا ضامن ہے لہٰذا ہر دور میں دعوتِ حق کی ضرورت رہی ہے اور آج کے زمانے میں تو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ اسلام کی صحیح تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کی جا سکیں۔ تبلیغ اور دعوتِ حق میں نہ صرف دنیا والوں کے لیے فائدہ ہے بلکہ اس میں ہر مسلمان کی بہتری اور فلاح مضمر ہے۔

دعوتِ حق یعنی تبلیغ کا کام نہایت صبر و تحمل اور حسنِ کلام سے کرنا چاہیے یعنی جب انسان دعوتِ حق دے تو اسے نرم خوئی، دل سوزی، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسنِ اخلاق اور سب سے بڑھ کر باعمل ناصح ہونا بہت ضروری ہے۔ کسی بھی انسان کا کلام دوسرے کے دل پر اسی وقت اثر کرتا ہے جب دعوت دینے والا اپنے کہنے پر عمل پیرا بھی ہو۔ مبلغ کا کلام ہزار شیریں ہو لیکن اس کا اخلاق دلآویز نہ ہو تو وہ اثر نہیں کرتا۔

Marfat.com

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایسے پسندیدہ لوگوں میں شامل فرمائے کہ ہم ہر طرح کی صعوبتیں اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے بھی دعوتِ حق میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

معجزاتِ رسول ﷺ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

آج ہماری اس گفتگو کا موضوع ہے ''معجزاتِ رسولِ اکرم ﷺ'' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے معجزے کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل عرض کر دی جائے۔ لفظ معجزہ عجز سے مشتق ہے جس کے معنی ناتواں ہونا یا عاجز ہونا ہیں اور جو جزم یعنی قادر ہونا کی ضد ہیں، اسی لفظ سے ''معجزہ'' بنا ہے جس سے مراد ہے عاجز کرنے والا یا اعجاز دکھانے والا۔ مُعۡجِزہ کی جمع معجزات ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کسی نبی و رسول کے ہاتھ سے ظاہر کر دے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیا و رسل کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اور ان کی نبوّت و رسالت کی دلیل کے طور پر جو خارق عادت نشانیاں ظاہر فرماتا ہے ان کو معجزہ اسی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ جس نبی و رسول کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے اس کی امّت اور قوم کے لوگ نہ صرف یہ کہ مقابلے میں اس معجزہ کی طرح کا کوئی کرشمہ دکھانے اور پیش کرنے سے عاجز ہوتے ہیں بلکہ اگر کوئی چاہے کہ اس معجزہ کا توڑ کر دے تو یہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ معجزہ کا لفظ اعجاز سے لیا گیا ہے جس کے معنی عاجز کرنے کے ہیں اور معجزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خارق عادت ہو اور جس سے نبوّت و رسالت کا دعویٰ ظاہر و ثابت ہوتا ہو اور جو خوارق عادات ظہورِ نبوّت سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں ان کو معجزات نہیں کہتے بلکہ ارہاصات کہتے ہیں جو ارہاص کی جمع ہے اور ارہاص کے لغوی معنیٰ مکان کو اینٹ، مٹی اور پتھر کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنانے کے ہیں لہٰذا ظہورِ نبوّت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق عادات گویا نبوّت و رسالت کی عمارت

Marfat.com

کو مستحکم و مضبوط بنانے کا ابتدائی ذریعہ ہوتے ہیں۔

''خارقِ عادت'' یعنی ایسی چیز کا وقوع پذیر ہونا جو جاری نظامِ قدرت سے الگ اور عادت و عام طریقے کے خلاف ہو اور جس کو کرشمہ سمجھا جاتا ہو، کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں اور اسی اعتبار سے ان کی الگ الگ قسمیں ہیں جنہیں الگ الگ ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے تا کہ ان سب کی اپنی اپنی حیثیت بھی متعین ہو جائے اور ایک دوسرے سے ممتاز بھی رہیں۔ چناں چہ خوارق عادات کی پہلی قسم تو وہ ہے جو نبی اور رسول سے ظاہر ہو اور اسے معجزہ کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو عام مسلمانوں سے ظاہر ہو اس کو معونت کہا جاتا ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو اولیائے کرام سے ظاہر ہو اسے کرامت کہا جاتا ہے اور چوتھی قسم وہ ہے جو کافروں اور فاسقوں سے ظاہر ہو اسے استدراج کہتے ہیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان چاروں اقسام میں اوّل الذّکر قسم کو چھوڑ کر باقی تینوں اقسام اپنے مفہوم و مصداق کے اعتبار سے دعوائے نبوّت کی قید سے باہر ہیں گویا ان تینوں اقسام میں سے کسی کو بھی معجزہ نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ معجزہ تو وہی خارقِ عادت ہے جو نبوّت کے دعوے کے ساتھ ہو۔

جب ہم قرآنِ پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کا پتا چلتا ہے کہ مختلف پیغمبروں کو مختلف معجزے عطا ہوئے تھے تا کہ ان کے ذریعے وہ لوگوں پر اللہ کی قدرت کا اظہار کر سکیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے محفوظ رہنا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا پہاڑ سے پیدا ہونا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات، ہوا اور جانوروں پر قابو پانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور یدِ بیضا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قم باذن اللہ کہہ کر مُردوں کو زندہ کر دینا انھیں معجزات کی چند مثالیں ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کی ذات بابرکات اسوۂ کامل کی حامل ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے کتنے ہی معجزات زبان زدِ خاص و عام ہیں جن میں شق القمر اور معراج النبی ﷺ کے معجزات زیادہ مشہور ہیں۔ اس محدود اور مختصر سے وقت میں یہ ممکن نہیں کہ ان معجزات بلکہ کسی ایک معجزے کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا سکے۔

حدود و قیودِ وقت میں رہتے ہوئے ہم آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے چند معجزات

Marfat.com

پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں معراج اور شق القمر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مشہور ترین معجزات ہیں جن کی تفصیل آپ بارہا سنتے اور پڑھتے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے حوالے سے کئی ایک معجزات معروف ہیں مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے تین سیر جَو کی موجودگی میں آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے دعوت قبول فرمالی کہ اے جابر رضی اللہ عنہ جب تک میں نہ آ جاؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور آٹا نہ پکانا۔ پھر آپ ﷺ بلند آواز سے اعلان فرما کر خندق والوں کو ضیافت میں لے چلے اور پھر اہلِ دنیا نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لعابِ دہن کا اعجاز کیا تھا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا ویسے کا ویسا ہی بچا رہا۔ ایک اور معجزے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ نے زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال ان تینوں کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی لوگوں کو سنا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔"

آپ ﷺ بیان فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حدیبیہ کے مقام پر سخت گرمی اور پیاس کا عالم تھا۔ لشکر کے پاس وضو تک کے لیے پانی نہ تھا آپ ﷺ نے لوٹے میں اپنا ہاتھ ڈالا اور انگلیوں سے چشمہ بہہ نکلا پھر سب نے خوب پیا اور وضو کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو پانی ان سب کے لیے بھی کافی ہوتا۔"

اسی طرح سے ایک اور روایت میں حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ کے لعابِ دہن سے چند ساعت میں خشک کنوئیں کے دوبارہ بھر جانے کا اعجاز حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح درختوں کی اطاعت کا معجزہ، اَن دیکھے واقعات کی خبر دینے کا معجزہ، ناقابلِ

Marfat.com

علاج تکالیف کا محض لعابِ دہن سے شفایاب کر دینے کا معجزہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یہ سب نبی مکرم ﷺ کے معجزات ہی تو ہیں۔ یہ اور ایسے خوارق عادات معجزات کا ظہور گاہے گاہے ہوتا رہا ہے۔ ان معجزات میں ایسے بھی ہیں کہ جن سے متاثر ہو کر کافر بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے مثلاً ضماد یا ضمام نامی جادوگر کا قبولِ اسلام بھی زبان و بیانِ رسالت کا اعجاز ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی مکرم ﷺ کے معجزات کا صحیح فہم اور ان پر ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

شانِ محبوب سبحانی ﷺ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

سورہ یٰسٓ کی آیت ۶۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے ”وَمَا عَلَّمۡنٰہُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡبَغِیۡ لَہٗ“ یعنی ”ہم نے رسول کو شعر و شاعری نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔“ یہی آیتِ مبارکہ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

قرآنِ پاک کی تاثیراتِ عجیب اور دلوں پر اثر انداز ہونے کی کیفیت عام مشاہدے کی بات تھی لیکن منکرِ نبوّت و رسالت اس اثر کو کم کرنے کے لیے کبھی قرآنِ پاک کو سحر اور نبی مکرم ﷺ کو ساحر اور کبھی اس کلام کو شعر اور آپ ﷺ کو شاعر کہہ کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ تاثیراتِ عجیب کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ یا تو یہ جادو کے کلمات ہیں جو دلوں کو مسحور کرتے ہیں یا پھر یہ کلام شاعرانہ کلام ہے وہ بھی عام دلوں پر اثر انداز ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں اس بات کی تردید فرما دی کہ نہ صرف رسول کو شعر و شاعری نہیں سکھائی گئی بلکہ یہ تو آپ ﷺ کے شایانِ شان بھی نہیں ہے مگر کفارِ مکہ دعوتِ توحید کے راستے میں طرح طرح سے رکاوٹیں ڈالتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النّساء آیت نمبر ۵ میں ارشاد فرمایا:

”کفار کہنے لگے کہ یہ قرآن تو پریشان خواب کی باتیں ہیں اگر یہ خواب نہیں تو پھر یہ اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے اور اگر یہ بھی نہیں تو یہ شاعر ہے اور قرآن اس کا شاعرانہ کلام ہے۔“

کفار کے ایسے ہی فضول اعتراضات ذکر کرتے ہوئے سورۃ الصافات آیت نمبر ۳۶

Marfat.com

میں فرمایا:

"کیا ہم ایک (نعوذ باللہ) دیوانے شاعر کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟"

پھر کفارِ مکہ نے دیکھا کہ ان کی تمام تر مخالفت کے باوجود دینِ اسلام تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے تو انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ وقتی غبار ہے جلد بیٹھ جائے گا اور انھی کی بات درست ثابت ہو گی۔ قرآنِ پاک نے سورۂ طور میں ان منصوبوں اور مشوروں کی حقیقت یوں بیان فرمائی:

"اور کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ ہم اس کے معاملے میں زمانے کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں۔"

جب ہم سیرتِ پاک ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات اور روشن ہو جاتی ہے کہ نہ صرف آپ ﷺ کو شاعری سکھائی ہی نہیں گئی کہ یہ آپ ﷺ کے شایانِ شان نہ تھی بلکہ اشعار کی طرف آپ ﷺ کا طبعی میلان بھی نہ تھا۔ کبھی کسی کا شعر پڑھتے تو صحیح طور پر ادا نہیں ہو پاتا تھا یا پورا یاد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اس سے کوسوں دور تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ شعر پڑھتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بغض آپ ﷺ کو شعروں سے تھا۔ ہاں کبھی کبھی بنو قیس والے کا کوئی شعر پڑھتے تھے لیکن وہ بھی صحیح طور پر ادا نہ کر پاتے۔ تقدیم تاخیر کر دیا کرتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے حضور ﷺ! یوں نہیں بلکہ یوں ہے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے:

"نہ میں شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایانِ شان ہے۔"

معلوم ہوا کہ خود کوئی شعر کہنا تو کجا آپ ﷺ دوسروں کے اشعار پڑھنا بھی اپنے لیے مناسب نہ سمجھتے۔ بعض روایات میں جو خود حضور ﷺ سے وزنِ شعری کے مطابق کچھ کلمات منقول ہیں وہ بقصدِ شعر نہیں، اتفاقی ہیں اور ایسے اتفاقاً کوئی ایک دو شعر موزوں

Marfat.com

ہو جانے سے کوئی آدمی شاعر نہیں کہلاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے آپ ﷺ کو طبعاً نفرت تھی۔ دعا میں آپ ﷺ کو جامع کلمات پسند آتے تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لیے شعر سے بھر لینے سے بہتر ہے۔ یاد رہے کہ شعر گوئی کی قسمیں ہیں۔ مشرکوں کی ہجو میں شعر کہنے مشروع ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ جیسے اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے کفار کی ہجو میں اشعار کہے ہیں۔ بعض اشعار نصیحت، آداب اور حکمت کے لیے ہوتے ہیں جیسا کہ جاہلیت کے زمانے کے شعرا کے کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ اس کے اشعار تو ایمان لا چکے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے۔ ہر بیت کے بعد آپ ﷺ فرماتے تھے اور کہو۔ ابو داؤد میں حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ بعض بیان مثل جادو کے ہیں اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں مگر اس کے باوجود ربّ العالمین نے آپ ﷺ میں شعر و سخن کی تعلیم ودیعت ہی نہیں فرمائی لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے بیان کردہ کلام کو شعر اور آپ ﷺ کو شاعر کہا جائے۔

اس مختصر سی گفتگو سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ شاعری اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ جائز اور مباح ہے مگر نبی مکرم ﷺ کے ارفع و اعلیٰ، بلند و بالا اور عظیم مرتبے کے شایانِ شان نہیں۔

شاعری ایک انسانی کلام ہے جس سے نصیحت حاصل کرنے اور بگڑنے، دونوں کے امکانات ہوتے ہیں مگر امام الرسل ﷺ کا پیش کردہ کلام اپنا کلام نہیں بلکہ ربّ العالمین کا کلام ہے اور کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَامِ یعنی بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے کے مصداق یہ کلام پوری کائنات میں نہ صرف سب سے افضل اور اعلیٰ ہے بلکہ شعر و سخن سے بھی ماورا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ رسول ﷺ کو شعر و شاعری نہیں سکھائی گئی اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شانِ محبوبِ سبحانی ﷺ کا فہم عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

سیرت النبی ﷺ اور شیریں گفتاری وخوش کلامی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت آدم علیہ السلام سے تا بہ ابد یہ کائنات انسانی اعمال و افعال ہی سے عبارت رہے گی اور نوعِ انسان کے اعمال کی درستگی کے لیے ہی اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کی بعثت فرمائی تا کہ لوگ اچھے اعمال و اخلاق سے اپنی زندگیاں سنواریں اور برائیوں سے اجتناب کریں کیونکہ انسانی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے کہ بلاشبہ اخلاق و اعمال کے بلاشبہ اخلاق و اعمال کے نتائج ہماری زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو زندگی بہت خوش گوار اور قلبی سکون کے ساتھ گزرے گی اور اس کا وجود دوسروں کے لیے بھی رحمت و اطمینان کا سامان ہوگا مگر اس کے برعکس برے اخلاق و افعال والا شخص خود بھی زندگی کے لطف و مسرت سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا تعلق اور واسطہ ہوگا ان کی زندگیاں بھی بے مزہ اور تلخ ہوں گی۔

آپ ﷺ کو چوں کہ سیّد المرسلین، خاتم النبین اور رحمت للعالمین ایسے منصب عطا کیے جانے تھے اس لیے پروردگار نے آپ ﷺ کی تربیت بھی خاص انداز میں فرمائی اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو اسوۂ حسنہ بنا دیا۔ یاد رکھیے میرے آقا ﷺ کا کوئی بھی عمل کوئی بھی سنّت عام سی نہیں، میرے آقا ﷺ کی ہر سنّت اعلیٰ ہے۔ میرے آقا ﷺ کا ہر فرمان اعلیٰ ہے، میرے آقا ﷺ نے جو دیکھا وہ بھی اعلیٰ، جو نہیں دیکھا، جو سنا، جو فرمایا، ان کا قول، ان کا فعل، ان کا قال، ان کی خلوت، ان کی جلوت، ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا، ان کی محبت، ان کی مروّت، ان کی مرجعیت، ان کا غصہ، ان کی شیریں گفتاری وخوش کلامی، یہ ساری چیزیں ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں۔ اگر کوئی ایک عمل یعنی

Marfat.com

سنّت کو اپنا لے گا وہ کامیاب، جو دو اپنا لے گا وہ اس سے بڑا کامیاب، جو تین اپنا لے گا وہ اس سے بڑا کامیاب اور جو آقا ﷺ کی ساری زندگی کو اپنا لے گا وہ تو کامیاب ہی کامیاب ہے۔

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہمہ جہت و ہمہ گیر ہے۔ زندگی کے کسی بھی پہلو پر نظر ڈالیے روزِ روشن کی طرح درخشاں و تابندہ ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا والوں کو وہ دستورِ حیات فراہم کیا ہے جس کی مثال قیامت تک پیش کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ بات تو آپ سبھی جانتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ پاک قرآن کریم کی عملی تفسیر اور عالمِ انسانی کے لیے رہبری و رہنمائی کی کامل تصویر ہے۔ یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ بعثت نبوی ﷺ کے وقت عربوں کا کیا حال تھا۔ اخلاقی پستی اور جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چہار سُو پھیلا ہوا تھا اور آپ ﷺ ہی نے نورِ ہدایت عام کیا۔ نبی مکرم ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا ذکر قرآنِ پاک میں کیا گیا ہے۔ ''ویزکیھم'' کے ذریعے ان میں سے ایک یہ بتایا گیا کہ انسانوں کا تزکیہ مقصود ہے اور اس تزکیے میں اخلاق و اعمال کی اصلاح اور درستگی کی خاص اہمیت ہے۔

یوں تو بداخلاقی اور بداعمالی کا فوری اور دنیوی نتیجہ بھی روز مرّہ مشاہدے اور تجربے میں آتا رہتا ہے مگر مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں ان کے نتائج بدرجہا اہم نکلنے والے ہیں۔ آخرت میں شیریں گفتاری وخوش کلامی یا خوش اخلاقی کا نتیجہ ارحم الرحمین کی رضا اور جنت ہے اور بداخلاقی کا انجام خداوند قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آگ سے محفوظ و مامون فرمائے۔

نبی مکرم ﷺ نے جب مدینہ ہجرت فرمائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت تقریباً دس سال تھی۔ آپ کی والدہ اُمّ سُلیم نے آپ کو مستقلاً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دے دیا اور حضورِ اکرم ﷺ کے آخری روزِ حیات تک یہ آپ کی خدمت میں رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نوعمری اور لڑکپن کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کے کاموں میں آپ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں لیکن کبھی آپ ﷺ نے کسی غلطی اور قصور پر اُف تک نہیں کہا اور کبھی غصہ نہیں فرمایا۔

Marfat.com

کفار کے ظلم وستم اور بداعمالیوں کو لے لیجیے کیا کیا نہیں کیا گیا۔ نماز ایسی عبادت ادا فرمارہے ہیں اور سجدے میں ہیں کہ اوپر اوجھڑی ڈال دی جاتی ہے۔ راستے سے گزر رہے ہیں کہ کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں۔ کہیں راستے میں کچرا پھینک دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کا حسنِ عمل کہ کسی سے ترش رُو نہ ہوئے۔ پیشانی پر کبھی شکن نہ آئی۔ ہمیشہ شیریں گفتاری و خوش کلامی کا مظاہرہ کیا اور اسی عمل کی تعلیم دی۔ اور تو اور ایک عورت روز آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی ایک دن وہ نہ دیکھی تو اس کی خیر خیریت پوچھنے اس کے گھر تک چلے گئے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمھیں وہ شخص نہ بتادوں جو دوزخ کی آگ پر حرام ہے اور جس پر دوزخ کی آگ حرام ہے؟ وہ شخص ہے نرم خُو، اچھی عادتوں والا اور لوگوں سے میل جول رکھنے والا۔''

صحیح مسلم میں شیریں گفتاری و نرم خوئی کے حوالے سے متعدد احادیثِ مبارکہ موجود ہیں جنہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ مثلاً ایک حدیثِ مبارکہ میں آپ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی پسند کرتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ کچھ ثواب دیتا ہے جو (جائز) سختی کرنے پر (بھی) نہیں دیتا۔''

ایک اور حدیث میں روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جاتی ہے اسے عیب والا بنا دیتی ہے۔''

ایک جگہ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا۔''

نبی مکرم ﷺ کے ایسے روشن ومنور ارشادات و واقعات سے کتب احادیث و سیرت النبی کے لاکھوں کروڑوں صفحات بھرے پڑے ہیں اور یہ مختصر سا پروگرام ان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ یہاں ایک واقعہ بیان کرنے کو دل چاہ رہا ہے ذرا توجہ سے سماعت فرمایئے تو

Marfat.com

شیریں گفتاری اور شگفتہ روئی سے بات کرنے کی کیا عمدہ تعلیم ہے۔

ابو جُری جابر بن سُلیم سے روایت ہے ''میں مدینہ پہنچا (اور میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس وقت تک کچھ جانتا نہیں تھا) میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ ان کے پاس طالب بن کر حاضر ہوتے ہیں اور وہ اُن کو جو کچھ بتا دیتے ہیں اس کو قبول کر کے چلے جاتے ہیں، جو کچھ بھی اُن کی زبان سے نکلتا ہے لوگ اس کو دل و جان سے مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ۔ یہ میں نے دو دفعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''علیک السلام'' نہ کہو یہ مُردوں کا سلام ہے (یعنی اہلِ جاہلیت اس طرح مُردوں کو سلام کیا کرتے تھے، بجائے اس کے) السلام علیک کہو۔''

میں نے عرض کیا:

''آپ اللہ کے رسول ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں رسول ہوں اس اللہ کا جس کی شان یہ ہے کہ اگر تمھیں کوئی دکھ اور تکلیف ہو اور تم اس سے دعا کرو تو تمھارے دکھ کو دور کر دے اور اگر تم پر قحط سالی کی مصیبت آ جائے اور تم اس سے دعا کرو تو تمھارے لیے زمین سے پیداوار پیدا کر دے اور جب تم کسی جنگل بیابان میں اور لق و دق میدان میں ہو اور تمھاری سواری کا جانور وہاں گم ہو جائے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمھاری سواری کے اس جانور کو تمھارے پاس پہنچا دے۔

حدیث کے راوی جابر بن سُلیم کہتے ہیں:

''میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت اور وصیت فرمایئے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(تمھیں میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ) تم کبھی کسی کو گالی نہ دینا۔''

جابر بن سُلیم کہتے ہیں کہ اس کے بعد انھوں نے کسی کو بھی گالی نہ دی، نہ کسی آزاد کو نہ غلام کو، نہ اونٹ بکری جیسے جانور کو (اس کے بعد سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مجھے

Marfat.com

حضور ﷺ نے یہ نصیحتیں بھی فرمائیں)

"کسی احسان کو تم حقیر نہ سمجھو اور تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ بات کیا کرو، یہ بھی ایک طرح کا احسان اور حسنِ سلوک ہے اور اپنا تہہ بند آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو اگر اتنا اونچا رکھنا منظور نہ ہو تو کم سے کم ٹخنوں تک اونچا رکھو اور تہہ بند کو زیادہ نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو کیوں کہ یہ تکبّر کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبّر پسند نہیں ہے اور اگر تمھیں کوئی گالی دے اور تمھاری کسی ایسی بری بات کا ذکر کر کے تم کو عار دلائے جو وہ تمھارے بارے میں جانتا ہو تو تم ایسا نہ کرو اس صورت میں اس کی اس ساری زبان درازی کا پورا وبال اسی پر ہو گا۔"

جس طرح شیریں گفتاری و خوش کلامی ایسے اچھے عمل اور اچھے اخلاق پر آخرت میں ثواب کے وعدے ہیں اور یہ اجر و ثواب مختلف اقسام اور درجات رکھتا ہے۔ اسی طرح برے اعمال و اخلاق پر وعیدیں بھی موجود ہیں اور ان کے درجات اور اقسام بھی مختلف ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت سے ہر نیکی و بدی کا ثواب و عذاب اس کے مناسب مقرر فرمایا ہے۔

بعض لوگ جان بوجھ کر بھی انجان بنے رہتے ہیں اور انا کے خول سے باہر نہیں نکلتے۔ شیریں گفتاری اور خوش کلامی کو کمزوری سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ بڑی طاقت ہے۔ بقول شاعر

زباں شیریں ملک گیری
زباں ٹیڑھی ملک بانکا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سیرت النبی ﷺ کی منور کرنوں سے دامن بھرنے اور شیریں گفتاری و خوش کلامی ایسی سنّتِ مطہرہ کو حرزِ جاں بنانے اور عمل کرنے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

سیرت النبی ﷺ، بھائی چارہ اور معاشرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

دنیا کے کسی بھی خطے کے انسانوں پر نظر ڈالیے۔ ان کے اعمال و افعال ہی ان کی اور ان کے معاشرے کی تصویر پیش کرتے نظر آئیں گے کیوں کہ معاشرہ انسانوں سے اور انسان اپنے اعمال و افعال سے پہچانے جاتے ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور جب ہم اسلامی معاشرے کی بات کرتے ہیں تو مسلمانوں کے اعمال و افعال کی تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا اسلامی تعلیمات تھیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت و عظمت سے نواز رکھا تھا۔ ایک یہ وقت ہے جب دین سے دوری اور بے عملی کے سبب مسلمان سارے عالم میں ہر طرف ذلیل و خوار دکھائی دیتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اللہ ربّ العزت سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۰۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

”اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہو جانا اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

Marfat.com

بلاشبہ پروردگارِ عالم نے انسان کو یونہی مادر پدر آزاد نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے پیدا کرنے کے بعد اس کی رُشد و ہدایت کے لیے بھی کامل اہتمام فرمایا۔ گاہے بہ گاہے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ وہ انسانوں کو نیکی کے کام کرنے اور راہِ مستقیم پر چلنے کی تعلیم دیں کیوں کہ معاشرے کا امن وسکون اور باہمی محبت و اخوت کا راز اسی میں مضمر ہے۔

نبی مکرم حضرت محمد ﷺ نے بھی مسلمانوں کو نہ صرف اخوت اور بھائی چارے کی تعلیم دی ہے بلکہ خود بھی دینِ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جو امن وسلامتی اور باہمی محبت و اخوت اور بھائی چارے کی روشن مثال بنا۔ علم کی روشنی سے منور ذہن اور روشن خیال لوگ اصحابِ صفہ اور اس نبوی دور کے مثالی معاشرے سے اپنے لیے خیر و منفعت کے لعل و جواہر چن سکتے اور موجودہ معاشرے کو بھی ایک اسلامی اور مثالی معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

اگر ہم معاشرے کو ایک عمارت فرض کر لیں تو ذرا غور کیجیے کہ کسی عمارت کی غیر متناسب انداز میں تعمیر کیسا اثر قائم کرے گی۔ معاشرے کے افراد اینٹوں کی طرح ہیں جن کی منظم اور سلیقہ مندی سے تشکیل و تعمیر ہی سے عمدہ اور مثالی معاشرے کی تصویر سامنے آ سکتی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تم جسمِ انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضا بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریکِ حال ہو جاتے ہیں۔''

معاشرے میں باہمی اخوت و بھائی چارہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم خود کو برتر اور دوسروں کو کم تر جاننا چھوڑ دیں۔ خود کو بے عیب یا نیکوکار اور دوسروں کو عیب دار و گناہ گار نہ

Marfat.com

سمجھیں۔ آپس میں نہ صرف محبت سے کام لیں بلکہ ایک دوسرے کا دل سے احترام کریں۔
صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔''

جب باہمی مروّت و اخوّت کا معیار اس قدر بلند ہو گا تو آپس کی محبتیں اور مثبت معاشرتی اقدار نہ صرف تیزی سے پروان چڑھیں گی بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے معاشرہ مثالی شکل اختیار کر جائے گا۔

حضورِ اکرم ﷺ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے آئے تھے اور آپ ﷺ نے حسنِ اخلاق کی اعلیٰ ترین اقدار پیش کیں جس کی تصویر اس وقت کے اسلامی معاشرے میں بآسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ صدیوں کے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو امن و سلامتی اور بھائی چارے کی اعلیٰ ترین مثال بنا دینا آپ ﷺ ہی کا خاصا ہے اور قرآنِ پاک میں پروردگارِ عالم نے نبیٔ مکرّم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو اسوۂ حسنہ اور حضور ﷺ کی پیروی اور اطاعت ہی کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

معاشرے میں بعض اوقات فساد بھی ہو جاتا ہے اور بعض وجوہ کے سبب لوگ آپس میں لڑنے بھی لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۰ میں ارشاد فرمایا ہے:

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔''

جامع ترمذی میں نبی مکرّم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔''

Marfat.com

اس ارشادِ مبارک میں درحقیقت اس جانب توجہ دلائی جارہی ہے کہ جب آپ کا بھائی راہِ راست سے بھٹکنے لگے تو نرمی کے ساتھ اسے اس کا احساس دلاؤ تاکہ وہ گناہوں سے بچ جائے اور معاشرے کا سکون بھی قائم رہ سکے۔ ایسا نہ ہو کہ جس بھائی کی اصلاح مقصود ہے اسے اس انداز میں گناہ و غلطی کا احساس دلایا جائے کہ بات طعن و تشنیع سے قریب ہو جائے۔ ایسا طرزِ عمل معاشرے میں بگاڑ تو پیدا کرسکتا ہے، اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم نہیں کرسکتا۔

انصار و مہاجرین کے بھائی چارہ سے کون واقف نہ ہوگا۔ کس طرح انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو سینے سے لگایا۔ اپنے مال اور جائداد حتیٰ کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے والوں نے اس کی شرعی تقسیم سے بھی دریغ نہ کیا۔ قربانی کے اس جذبے ہی سے وہ معاشرہ ضرب المثل بن گیا تھا جس کی مثال آج تک دنیا کی کوئی قوم اور کوئی معاشرہ پیش نہیں کرسکا۔ یہ اعزاز صرف اسلامی معاشرے ہی کو حاصل ہے مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمان بھی باہمی محبت و اخوت اور بھائی چارے کے حوالے سے قربانی کے ایسے جذبوں سے عاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں معاشرے میں ہر طرف بے سکونی اور بے چینی دکھائی دیتی ہے۔ اخوت و مروّت کے جذبات عنقا ہوتے جارہے ہیں۔ ایسے پر آشوب دور میں صرف سیرت النبی ﷺ اور اسلامی تعلیمات ہی معاشرے کو بھائی چارے اور امن و سکون کا گہوارہ بنا سکتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان تعلیمات کو عملی طور پر اپنی زندگی میں نافذ کریں اور آپس کی دشمنی اور اختلافات ختم کردیں۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھیں روزے اور زکوٰۃ اور نماز سے بھی بڑے درجے کی نیکی نہ بتاؤں؟''

ہم نے کہا ضرور یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ آپس کی مصالحت ہے، آپس کی دشمنی ایمان کھودیتی ہے۔''

غرض یہ کہ اخوت و بھائی چارہ اور آپس کی محبت ہی بنیادی طور پر معاشرے میں

Marfat.com

مثبت تبدیلیوں کی ضامن ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت النبی ﷺ کے ان منوّر گوشوں سے اپنی معاشرتی زندگی روشن کرنے اور سنوارنے کی ہمّت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

حضورِ اکرم ﷺ پیکرِ صبر و استقلال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

شانِ رسالت حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات اور قرآنِ حکیم لازم وملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کی ہدایت و رہبری کے لیے جہاں وقتاً فوقتاً صحائف و کتب کا نزول فرمایا وہاں ان تعلیمات کی عملی تصویر انبیا ورسل کی شکل میں پیش فرمائی۔ قرآنِ حکیم بھی قیامت تک کے لیے ایک ایسا دستورِ حیات ہے جس میں ذرہ برابر تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انھیں تعلیماتِ قرآنی کی عملی تفسیر نبیٔ مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہے۔ قرآنِ پاک میں جہاں دیگر موضوعات مذکور ہیں وہاں صبر و استقلال کی تعلیمات بھی بہت واضح اور نمایاں ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک میں صبر و استقلال کی یہ تعلیمات عملی ظہور رکھتی ہیں۔

صبر کے لغوی معنیٰ روکنے، سہارنے اور برداشت کرنے کے ہیں یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب و تکالیف کو برداشت کرنا جب کہ استقلال کے لغوی معنیٰ استحکام اور مضبوطی کے ہیں۔ گویا صبر و استقلال سے مراد دل کی مضبوطی، اخلاقی بلندی اور ثابت قدمی ہے۔ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بھی جابجا صبر و استقلال کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کے اجر وثواب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۳ میں ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ.

”بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اور اجر وثواب کی یہ خوشخبری دینے سے پہلے فرمایا گیا:

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

"اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں مصائب و مشکلات کا سامنا کرنے کا گر سکھایا جا رہا ہے۔ استقامت اور صبر و استقلال کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب بھی کوئی مشکل آن گھیرے تو نماز کی پابندی کو اپنا شعار بنائے رکھو اور صبر و استقلال کا مظاہرہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ساری مشکلات اور پریشانیاں دور فرما دے گا۔ سورۂ لقمان کی آیت ۱۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"جو مصیبت تجھ پر واقع ہو، اس پر صبر کرنا بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

جہاں صبر و استقلال کی یہ تعلیم عام لوگوں کے لیے ہے وہاں پروردگار اپنے نیک بندوں کو بھی مصیبت اور پریشانی کے وقت صبر و رضا کی تاکید فرما رہا ہے۔ یہ زندگی جو ہمیں عطا ہوئی ہے محض پھولوں کی سیج نہیں ہے بلکہ یہاں قدم قدم پر آزمائش کے کانٹے بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے دن کے ساتھ رات اور رات کے ساتھ دن کو لگا رکھا ہے اسی طرح دکھ کے ساتھ سکھ اور سکھ کے ساتھ دکھ کو لگا رکھا ہے۔ زندگی محض آزمائش اور امتحان ہے لہٰذا کبھی دکھ اور کبھی سکھ زندگی کا حصّہ بنتے رہتے ہیں۔ انسانی جان ہو یا مال و اسباب سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزیں ہیں۔ کبھی وہ ان سے نواز کر اور کبھی ان سے محروم کر کے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان پر جب بھی کوئی مصیبت اور آزمائش آئے تو رضائے الٰہی کی خاطر صبر و سکون سے کام لے۔

نبی مکرم حضرت محمد ﷺ نے جب مکۂ معظّمہ میں اعلانِ نبوت فرمایا تو کفارِ مکہ آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے اور طرح طرح سے آپ ﷺ کو تکالیف اور اذیتیں دینا شروع کر دیں، آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے نہ صرف روگردانی کی بلکہ آپ ﷺ کو جھٹلایا اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر و استقلال کا دامن تھامے رکھا اور کبھی تبلیغ دین سے منہ نہ موڑا۔

ایک دن آپ ﷺ خانۂ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حرم شریف میں کفار کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کے کہنے پر آپ ﷺ کی پشت

Marfat.com

مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی اور اس کی وجہ سے آپ کا سجدے سے اٹھنا بھی محال ہو گیا۔ مشرکین اپنے اس فعلِ بد پر بہت مسرور تھے اور زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے۔ کسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعے کی خبر کر دی۔ وہ فوراً دوڑی ہوئی آئیں اور آپ ﷺ کی پشت مبارک سے وہ غلاظت دور کی۔ قربان جایئے نبی مکرم ﷺ کے صبر و استقلال کے کہ اس سب کے باوجود بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

"بیٹی صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے یہ نہیں جانتے کہ اُن کی بھلائی کس چیز میں ہے۔"

ابولہب حضورِ اکرم حضرت محمد ﷺ کا چچا تھا مگر اس نے آپ ﷺ کی تبلیغ کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ جہاں نبیٔ پاک ﷺ جاتے وہ پیچھے پیچھے جاتا اور کہتا کہ لوگو! یہ (نعوذ باللہ) دیوانہ ہے، اس کی باتوں پر کان نہ دھرو اور ابولہب ہی کیا اس کی بیوی بھی ہر وقت آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگی رہتی۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی، جس سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو جاتے مگر آپ ﷺ نے کفار کی تمام تر مخالفت اور تکالیف پر انتہائی صبر و استقلال کا مظاہرہ فرمایا اور ہمت نہ ہاری۔ دعوت و تبلیغِ دین جاری رکھی اور اپنے مشن پر قائم رہے۔

کفارِ مکہ قدم قدم پر حضور ﷺ کے لیے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر رہے تھے۔ وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی ساری تدابیر ناکام ہو چکی ہیں تو نبوت کے ساتویں سال انھوں نے خاندانِ بنو ہاشم سے قطع تعلق کر لیا جس کی رو سے عرب کے تمام قبائل کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ بنو ہاشم سے ہر طرح کا لین دین ختم کر دیں۔ اس کے بعد ابولہب کے سوا پورا خاندانِ بنو ہاشم حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور رہا۔ اس دوران اتنی زیادہ تکالیف انھوں نے برداشت کیں کہ محض تصور سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بچے ہوں یا بڑے بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپ جاتے مگر کفار کو رحم نہ آتا۔ اس مصیبت پر بھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے صبر و استقلال کی مثال قائم کی۔

ایک بار تبلیغِ اسلام کی خاطر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے تین

Marfat.com

بڑے سرداروں کے سامنے جب اسلام کی دعوت پیش کی گئی تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اوباش اور آوارہ لڑکے لگا دیے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک لہولہان کر دیا۔ اسی حالت میں ملائکہ آپ کی خدمتِ اقدس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں تو ان کو تباہ و برباد کر دیا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرما دیا اور ارشاد فرمایا:

''یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں۔ اگر یہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کی اولاد ضرور ایمان لائے گی۔''

فتحِ مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و استقلال بھی قابل تقلید مثال ہے۔ آپ نے کیسے کیسے جانی دشمن اور کفار کو معاف فرما دیا۔ غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی صبر و استقلال کی ایک اعلیٰ مثال ہے جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی مشکلات اور پریشانیوں میں گزاری مگر ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیا۔ بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانی دشمنوں سے بھی بدلہ نہ لیا اور انھیں معاف کر دیا جس سے متاثر ہو کر بڑے بڑے کافر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کی وہ بھی ستاروں کی مانند چمک اٹھے اور خدا کے محبوب بن گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پیکرِ صبر و استقلال نبی آخری الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے انوارِ بے کراں سے اپنی زندگیاں منور کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نبی مکرم ﷺ کی تعلیماتِ صبر و شکر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

نبی مکرم ﷺ رسولِ آخر الزماں اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ساری کائنات کے لیے قیامت تک مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ جو قرآنِ کریم کی عملی تفسیر ہے زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۳ میں ارشادِ خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ.

”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اسی طرح اس سے پہلی آیت ۱۵۲ میں ارشاد ہوا:

فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ.

”سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔“

ارشاداتِ ربانی آپ نے ملاحظہ فرمائے اب ہم صبر و شکر کے حوالے سے کچھ مزید جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں، ذہنی، جسمانی اور روحانی قوتوں، اختیارات اور مال و اسباب کو درست طریقے سے استعمال کرنا اور ان کے غلط استعمال سے گریز اور احتیاط کو شکر سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ اس کے برخلاف کفرانِ نعمت یا کفر کہلاتا ہے اور اس کا مفہوم ناشکر گزاری میں شامل ہے۔

Marfat.com

اسی طرح صبر بھی ایک اہم اسلامی تصور ہے جو ایک خاص ذہنی رویے کا اظہار اور کردار میں توازن و استقامت پیدا کرتا ہے۔ صبر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں الصبور بھی شامل ہے۔ اخلاقی نظامِ فکر میں صبر ایک بنیادی فضیلت و اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ذکر ضبطِ نفس کے طور پر بھی آیا ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کی بحث کو سمیٹتے ہوئے سات عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔ تبلیغی حوالے سے بھی مصائب اور دشواریوں کے سلسلے میں قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں صبر و استقامت سے کام لینے کی تلقین و تعلیم فرمائی گئی ہے اور اس کے صلے میں نصرت و کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔

صبر و شکر کی فطری اہمیت یہ ہے کہ اس کے باعث انسان میں نہ صرف قوتِ ارادی اور قوتِ عمل میں کمی نہیں آتی بلکہ کٹھن حالات اور مشکل معاملات بھی آسان ہو جاتے ہیں۔ عام معاشرے میں نظم برقرار رکھنے اور خوشگوار باہمی تعلقات کے ضمن میں بھی اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ گویا صبر و شکر کی اصطلاح وسیع معنیٰ میں استعمال ہوتی ہے اور اس مختصر سے وقت میں ان معانی و مفاہیم کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ البتہ چند خاص خاص پہلوؤں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

جامع ترمذی میں حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص میں یہ دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کو شاکرین و صابرین میں اٹھائیں گے۔ جس کی یہ عادت ہو کہ وہ دین کے معاملے میں تو اللہ کے ان بندوں پر نظر رکھے جو دین میں اس سے فائق اور بالاتر ہوں اور ان کی پیروی اختیار کرے اور دنیا کے معاملے میں ان غریب و مسکین اور خستہ حال بندوں پر نظر رکھے جو دنیوی حیثیت سے اس سے بھی کم تر ہوں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ان بندوں سے زیادہ دنیا کی نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ صابر و شاکر لکھا جائے گا اور جس کا حال یہ ہے کہ وہ دین کے بارے میں تو ہمیشہ اپنے سے ادنیٰ درجے کے لوگوں

Marfat.com

کو دیکھے اور دنیا کے بارے میں اپنے سے بالاتر لوگوں پر نظر کرے اور جو دنیاوی نعمتیں اس کو نہیں ملی ہیں ان کے نہ ملنے پر افسوس اور رنج کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ شاکر وصابر نہیں لکھا جائے گا۔"

بلاشبہ صبر وشکر کے فضائل اور صابر وشاکر کے درجات بہت بلند ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۵ میں ارشادِ الٰہی ہے:

"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔"

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت ۱۴۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

"اگر تم (اللہ کے) شکر گزار ہو اور (اس پر) ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ تو قدر شناس (اور) دانا ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کا معاملہ اس کے لیے اچھا ہی اچھا ہے اور یہ بات اس کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے اچھا ہے۔ اگر اسے بدحالی سے واسطہ پڑتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے اچھا ہے۔"

گویا ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہنا ہی دنیوی اور اخروی کامیابی ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور جب تمھارے پروردگار نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔"

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ صبر وشکر کے واقعات اور تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔ ایک گلی سے گزرتے ہوئے کافر عورت کا روزانہ آپ ﷺ پر کچرا ڈالنا اور آپ ﷺ کا صبر کرنا پھر نتیجتاً اس عورت کا قبولِ اسلام بہت معروف ہے۔ کس طرح کفار

Marfat.com

آپ ﷺ پر نماز کے دوران اوجھڑی وغیرہ کمر مبارک پر ڈال جاتے تھے اور آپ ﷺ نہ صرف صبر بلکہ ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

نبی مکرم ﷺ کی لختِ جگر کے حوالے سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور مؤطا امام مالک میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کو کہلا بھیجا:

''میرے بچے کا آخری دم ہے آپ ﷺ تشریف لائیں۔''

آپ ﷺ نے سلام کہلوایا اور پیام دیا:

''اللہ نے جو کچھ دیا ہے اسی کا ہے اور جو کچھ لے لیا اسی کا ہے اور ہر ایک چیز کی اس کے یہاں مدت مقرر ہے پس صبر کرو۔''

انسان کی زندگی میں رنج و الم اور نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے اور نہ کسی کے مقدر میں سدا کے لیے غم لکھ دیے گئے ہیں۔ رنج و غم اور صدمات کا سہنا بھی انسان کے لیے جزا کا باعث ہے۔ سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزندِ آدم! اگر تو نے شروع صدمے میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تجھے جنت عطا کر کے ہی راضی ہوں گا۔''

اسی طرح معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ اس کو بخش دیں گے۔''

معاشرہ انسانوں سے عبارت ہے اور چھوٹے بڑے معاملات میں لوگ ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں معاونت اور احسان کرنے والے کا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہیے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جو شخص لوگوں کا شکریہ نہ ادا کرے گا تو ایسا شخص اللہ کا بھی شکریہ نہ ادا کرے

Marfat.com

گا۔"

اگر ہم زندگی کے جملہ امور اور حالات و واقعات کو صبر و شکر کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھنا اور رُو بہ عمل لانا چاہیں تو جامع ترمذی کی یہ حدیثِ مبارکہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگی جس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے اور آدمی کی بد بختی اور بد نصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بد نصیبی اور بد بختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ناخوش ہو۔"

اگر انسان خود کو عقلِ کُل سمجھ لے۔ اللہ کی رضا میں راضی ہونے کے بجائے اپنی سمجھ بوجھ کو مقدم جانے تو یہ بھی ناشکری کے مفہوم ہی میں آتا ہے۔ سورۃ الزمر کی آیت ۷ کے شروع میں ناشکری کے بارے میں پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے:

"اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرے گا......"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا میں راضی رہنے اور شکر گزار بندہ بننے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

سیرت النبی ﷺ اور توبہ و استغفار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

توبہ کا مطلب ہے رجوع کرنا، لوٹنا، پلٹنا، گناہوں سے پچھتا کر اللہ کی طرف مائل ہونا۔ بندے کی طرف سے توبہ کے یہ معانی ہیں کہ وہ سرکشی سے باز آ گیا، طریقِ بندگی کی طرف پلٹ آیا اور اللہ کی طرف سے توبہ کے معنیٰ ہیں کہ وہ اپنے شرمسار غلام کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا۔ پھر سے نظرِ عنایت اس کی طرف مائل ہو گئی۔ قرآن مجید میں توبہ کا لفظ اللہ اور بندے دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

”وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔“

جب کہ سورۂ مائدہ میں ارشادِ ربّانی ہے:

”اور انھوں نے گمان کیا کہ کوئی خرابی نہ ہوگی سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان پر رجوع برحمت کیا۔“

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ پاک جو قرآن پاک کی عملی تفسیر اور ہم مسلمانوں کے لیے قابلِ تقلید مثال ہے۔ توبہ و استغفار کے حوالے سے واضح تعلیمات کا مرقع ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں توبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ توبہ ہی مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے جس کے باعث ان کا شمار شہدوں اور صدیقین میں ہوتا ہے کیوں کہ جو بندہ جس قدر اللہ کے قریب ہوگا اسے اسی قدر اپنے حقیر ہونے اور اللہ کے جلال و کمال کا احساس ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا و اولیا توبہ و استغفار کثرت سے کیا کرتے تھے۔ ضروری نہیں ہے کہ توبہ اسی وقت کی جائے جب گناہ سرزد ہو جائے بلکہ وہ

Marfat.com

توبہ و استغفار کے ذریعے گناہ کے تصور سے بھی لرز کر اللہ کی طرف بھاگتے تھے اور اس طرح وہ اپنے رب کے قریب تر ہو جاتے تھے۔ بلاشبہ توبہ و استغفار کے ذریعے گناہ دُھل جاتے ہیں اور مغفرت کا مژدۂ جاں فزا میسر آتا ہے۔ قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر اس بارے میں واضح ارشادات ہیں مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

"کچھ شک نہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

سورۂ مائدہ کی آیت ۳۹ میں فرمایا:

"اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکوکار ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۳ میں اللہ ربّ العزّت کا ارشادِ پاک ہے:

"اور جنھوں نے برے کام کیے پھر اس کی توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار اس کے بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا، مہربان ہے۔"

سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲ میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے رستے پر چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔"

جب کہ سورۃ النصر کی آیت ۳ میں فرمانِ الٰہی ہے:

"تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔"

گناہوں کے اثرات و مضمرات نیز توبہ و استغفار کے ثمرات قرآن پاک کے ساتھ ساتھ احادیثِ مبارکہ میں بھی جابجا موجود ہیں اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ عمل کا وہ روشن مینار ہے جہاں سے حاصل کردہ نور ہی ہماری دنیوی اور اخروی زندگی کو خوب سے خوب تر کی طرف لے جاتا ہے اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی سے فیض یاب ہو کر ہم اپنی دنیا اور آخرت بہتر بنا سکتے ہیں اور اس کا ایک طریقہ توبہ و استغفار ہے۔ توبہ دراصل اس ندامت و پشیمانی کا نام ہے جو گناہ

Marfat.com

پر اس کے گناہ ہونے کے لحاظ سے حاصل ہو اور ساتھ ہی اس بات کا بھی پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ وہ کام نہ کیا جائے۔ بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''توبہ ہر مومن پر ''علی الفور'' تادمِ مرگ واجب ہے کیونکہ کوئی بشر معصیت سے خالی نہیں اور معاصی نفسِ ایمان کے لیے مہلکات ہیں۔''

توبہ کی ایک قسم توبتہ النصوح ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ توبتہ النصوح یہ ہے کہ انسان دل سے نادم ہو، زبان سے استغفار کرے، جسم کو گناہ سے قطعاً روکے اور نیت کرے کہ آیندہ پھر اس گناہ کا ارتکاب نہ کروں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ کے معنی ہیں ''گناہ سے باز رہنا۔''

بلاشبہ توبہ گناہ کو اس طرح زائل کر دیتی ہے گویا گناہ سرزد ہوا ہی نہیں۔ توبہ و استغفار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی پاک ﷺ ایسی ہستی سے بھلا کیا گناہ سرزد ہوں گے مگر صحیح مسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت اعز مزنی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو۔ میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔'' سبحان اللہ! کتنے خوش بخت ہیں ہم مسلمان کہ ہمیں پروردگارِ عالم نے عمل کا ایسا نمونہ عطا فرمایا جس کی مثال تا بہ ابد کوئی پیش نہ کر سکے گا۔

جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک اس کا سانس حلق میں نہ آ جائے۔ توبہ و استغفار کے لیے اس سے زیادہ مہلت بھلا اور کیا درکار ہو گی اور کہاں مل سکے گی؟ جب کہ فائدہ بھی اس عمل کا صرف اور صرف ہمیں ہی حاصل ہوتا ہے۔

سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ درحقیقت مسلسل گناہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے جس کی ابتدا کسی معمولی اور چھوٹے سے گناہ سے ہوتی ہے اور وہ دل پر ایک چھوٹا سا نشان قائم کر دیتا ہے۔ مسند احمد، جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ

Marfat.com

جاتا ہے۔ پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی اور بخشش کی التجا و استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ و استغفار کے بجائے مزید گناہ کیے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے اخروی ثمرات کی رغبت مختلف انداز میں پیدا فرمائی۔ بخاری و مسلم میں ایک تمثیلی انداز ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

> ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس مسافر سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اتر گیا ہو، جو سامانِ حیات سے خالی اور اسبابِ ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ صرف اس کی سواری کی اونٹنی ہو جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو اور وہ اپنے بازو پر سر رکھ کے لیٹ جائے اور سو جائے پھر جب اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی سامان سمیت غائب ہو۔ وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت سے جان پر بن آئے اور وہ سوچے کہ اسی جگہ جا کر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک کہ موت آ جائے پھر وہ آ کر وہاں اپنے بازو پر سر رکھ کر مرنے کے لیے لیٹ جائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی مع ساز و سامان اس کے پاس موجود ہے تو یہ مسافر شخص خوشی سے چلا کر پکار اٹھے: ''اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔'' وہ ایسا اس لیے کہے کہ افراطِ فرحت و خوشی میں اس کے ہوش قائم نہ ہوں تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے مل جانے سے ہو گا واللہ مومن بندے کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔''

غور طلب بات یہ ہے کہ مومن کے جس عمل سے پروردگار کی خوشی کا یہ عالم نبی مکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ اپنے گناہوں پر نادم ہونا اور توبہ و استغفار کرنا ہی تو ہے۔ ایک مسلمان کے لیے دنیا کی زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل زندگی تو اخروی زندگی ہی ہے اور گناہ گاروں کی توبہ و استغفار توشۂ آخرت سے کم نہیں۔ جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت

Marfat.com

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان خطا کار ہے اور گناہ گاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین نبی مکرم ﷺ کی حیات اور ارشاداتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اور سرزد ہو جانے والے گناہوں پر توبہ و استغفار کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

عمل کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور ربّ العالمین نے انسانوں کی رہبری کے ساتھ ساتھ کامل دستورِ حیات بھی مرحمت فرمایا ہے۔ اسی دستورِ حیات کی عملی تفسیر نبی مکرّم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اور قدم قدم پر ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا گیا:

کیا اچھا ہوتا کہ آپ فلاں شخص (مراد عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جاتے اور ان سے بات کرتے۔ کہنے لگے: تمھارا خیال ہے کہ کیا میں ان سے اسی وقت بات کرسکتا ہوں جب تم کو سناؤں؟ میں ان سے علاحدگی میں بات کروں گا۔ ایسے طریقے پر کہ کسی فتنے کا دروازہ نہ کھلے اور فتنے کا دروازہ کھولنے والا پہلا شخص میں نہ ہوں اور نہ میں کسی شخص کو اس بعد سے جب میں نے نبی مکرّم ﷺ سے ایک بات سنی ہے محض اس بنا پر کہ وہ مجھ پر امیر مقرر ہو گیا ہے۔ یہ کہتا ہوں کہ وہ خیرالناس ہے (سب سے اچھا ہے) لوگوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو کیا ارشاد فرماتے سنا ہے؟ کہنے لگے: میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی آنتیں پھسل کر آگ میں جا پڑیں گی تو وہ ان کو لے کر اس طرح چکر کاٹے گا جیسے گدھا خراس چلاتے وقت اس کے گرد چکر کاٹتا ہے لہٰذا اہلِ جہنم اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے اے شخص تمھیں کیا ہوا ہے؟ کیا تم

Marfat.com

نیک کام کرنے اور برے کام نہ کرنے کی نصیحت نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ کہے گا "ہاں میں تم کو نیک کام کرنے کی نصیحت کیا کرتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کیا کرتا تھا اور تم کو برے کاموں سے منع کیا کرتا تھا لیکن خود برے کام کیا کرتا تھا۔"

آپ جانتے ہیں کہ اسلام عمل کا دین ہے۔ مفکرِ اسلام حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

پروردگارِ عالم نے اپنے مقدس کلام اور کامل ضابطۂ حیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو ذرہ برابر بدی کا ارتکاب کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جو ذرہ برابر نیکی یعنی خیر کا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اندازہ کیجیے کہ جہاں ذرہ برابر عمل بھی ضائع ہونے کا تصور نہ ہو وہاں بے عملی کا نتیجہ کیا ہوگا؟

اس مختصر سے وقت میں متذکرہ تفصیلی حدیث کی وضاحت تو ممکن نہیں ہے مگر بے عمل نصیحت کے حوالے سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ پاک کی روشنی آپ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا، امید ہے کہ آپ اپنے قلب و ذہن کو علم کے نور سے منور فرمائیں گے۔

متذکرہ حدیث میں عذابِ جہنم کا جو منظر پیش کیا گیا ہے وہ اس سبب سے ہے کہ انسان اوروں کو تو نیک کام کرنے کی تلقین کرے مگر خود ان امور کی انجام دہی نہ کرے اور دوسروں کو برے کام کرنے سے منع کرے مگر خود باز نہ رہے۔ بظاہر تو یہ ایک اچھی بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی کو برے کام کرتے دیکھ کر اسے برائی سے بچنے کی تلقین کرے اور نیکی کے کام کرنے کا مشورہ دے لیکن یہ صائب رائے اس وقت بے معنی اور بے اثر ٹھہرتی اور سزا کا مستحق قرار دلوا سکتی ہے جب ان باتوں پر انسان خود عمل پیرا نہ ہو۔ بعض لوگ محض رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہی کو سب کچھ جان کر اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ رہتے ہوئے زندگی فخر کے ساتھ گزارتے ہیں کہ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے اور یہی کافی ہے۔ شاید جامع ترمذی کی یہ حدیث ان لوگوں کی نظر سے نہیں گزری جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عمل

Marfat.com

میں کوتاہی کی تو (آخرت میں) اس کا نسب کام نہ آئے گا۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ نبی مکرم ﷺ فرمائیں کہ نسب و نسبت کام آنے والی چیز نہیں اصل بات عمل کی ہے اور ہم عمل کے معاملے میں صفر رہتے ہوئے صرف نسب و نسبت پر اتراتے پھریں جب کہ اعمال کی جزا اور بدلہ ہی اصل میں جنت یا جہنم ہے۔

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں جہاں بے عملی کا ذکر ہے وہاں اس بات کا پتا بھی چلتا ہے کہ لوگوں کو دین کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور تبلیغ کے حوالے سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ جب کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

"جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے تو اس کو ان لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں گے اور اس سے پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کچھ بھی تو کمی نہیں ہو گی۔"

یہ دعوت و تبلیغ اور نیکی کی تعلیم بلاشبہ ارشاداتِ نبوی ﷺ ہی کے ضمن میں ہے مگر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور ارشاداتِ قرآنی کی عملی تفسیر اور آئینہ ہیں اور کلام اللہ کی سورۃ البقرہ آیت ۴۴ میں ارشادِ ربّانی ہے۔

"(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کیے دیتے ہو حالاں کہ تم (اللہ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔"

اس ارشادِ الٰہی میں بھی نیکی کی تلقین کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنے کی تاکید ہے کہ خود بھی ان باتوں پر عمل کیا جائے۔ سورۃ الصّف کی دوسری آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

"اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔"

اعمال کی اہمیت صحیح بخاری و صحیح مسلم کی اس حدیثِ مبارکہ سے بھی واضح ہوتی ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کے

Marfat.com

ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے پاس رہ جاتی ہے۔ گھر کے لوگ اور مال اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اس کو تنہا چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ رہتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و ترویج اور ان تعلیمات پر عمل کرنے نیز قول و فعل کے تضاد سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

عملِ صالح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

آج کی اس بابرکت محفل میں مجھے جس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ ہے ’’عملِ صالح‘‘۔ اہلِ ایمان اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر جو کام کرتا ہے انھیں اچھے عمل یا عملِ صالح کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر بھی اکثر مقامات پر کیا ہے جس کی وجہ سے بعض اسلاف کا موقف ہے کہ ایمان اور عملِ صالح لازم وملزوم ہیں یعنی اگر کوئی آدمی کلمہ پڑھتا ہے لیکن نماز روزہ اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتا تو ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا جب کہ بعض سلف صالحین کا نقطۂ نظر یہ بھی ہے کہ عملِ صالح ایمان کا جز تو نہیں البتہ نتیجہ ضرور ہے یعنی ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان عمل صالح کرے۔ عملِ صالح نہ کرنے سے ایمان کے ابطال کا نہیں تو فسادِ ایمان کا اندیشہ ضرور ہے تاہم یہ بات ایک کلمہ گو کی شان کے منافی ہے کہ اس کے قول وفعل میں تضاد اور فرق پایا جائے۔

عملِ صالح یعنی اچھے عمل کے حوالے سے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جابجا واضح تعلیمات و ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً سورۃ البیّنہ آیت ۷،۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔ ان کا صِلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش اور وہ اُس سے خوش۔ یہ (صلہ) اُس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔‘‘

Marfat.com

اسی طرح سورۂ طٰہٰ آیت ۷۵، ۷۶ میں نیک اور اچھے اعمال انجام دینے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''اور جو اس کے روبرو ایمان دار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لیے اونچے اونچے درجے ہیں (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلہ (انعام) ہے جو پاک ہوا۔''

قرآنِ کریم کی سورۃ الزلزال کی آخری آیات میں انسانی اعمال و افعال کے بارے میں یہ بات بھی واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے، اچھے اور برے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس لیے ہمیں کسی بھی چھوٹی نیکی کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے ہمارا وہی معمولی سا نیک عمل اللہ کے ہاں مقبول و محبوب ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ غیر معمولی اجر و ثواب سے نواز دے اور برے کاموں کو یہ سوچ کر انجام دینے میں نہ لگے رہیں کہ یہ تو گناہِ صغیرہ ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی پکڑ اور عذاب بہت سخت ہے۔ سورۂ مومن آیت ۴۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو برے کام کرے گا اسے بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔''

گویا اچھے اعمال کا بدلہ اچھا اور برے اعمال کا بدلہ برا ہی ہو گا لہٰذا مومن اور مسلمان ہونے کی وجہ سے عملِ صالح کے ذریعے ہی ہم اچھے بدلے اور اچھے مقام کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

سورۃ النحل آیت ۹۷ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص (مرد ہو یا عورت) نیک اعمال کرے گا اور وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

اسلام میں انسانی عمل کی بہت اہمیت ہے کیوں کہ ان اعمال کا تعلق دنیا کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ آخرت کی دائمی زندگی سے بھی وابستہ ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک اس کے پاس رہ جاتی ہے۔ گھر کے لوگ اور مال اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اس کو تنہا چھوڑ کر واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ رہتا ہے۔''

مسند احمد میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! آدمیوں میں کون بہترین ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے اعمال اچھے رہے۔'' پھر اسی سائل نے عرض کیا کہ آدمیوں میں زیادہ برا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی عمر لمبی ہوئی اور اعمال اس کے برے رہے۔''

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اپنے اعلیٰ و ارفع خاندان یا اعلیٰ و ارفع حسب نسب کے گھمنڈ میں عملِ صالح کی قطعاً پروا نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ انھیں ان کے ارفع و اعلیٰ حسب نسب اور نسبت کے سبب معاف کر دیا جائے گا۔ انھیں نیکیوں اور نیک اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اشرف المخلوقات اور اہلِ ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری نسبت اور تعلق جس عظیم ہستی سے ہے وہ تو اللہ کا محبوب اور وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔ کاش ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ نورانی سے ہی اپنی زندگیاں منور کر لیں۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے عمل میں کوتاہی کی تو (آخرت میں) اس کا نسب کام نہ آئے گا۔''

لہٰذا اگر ہم حسب نسب کے حوالے سے اپنی بدگمانیوں کی اصلاح کر لیں تو بلا شبہ ہم آخرت میں بھی کامیاب و کامران ہوں گے مگر شرط یہ ہے کہ ہم عملِ صالح کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔ نیک اور اچھے اعمال کی انجام دہی اگر ہمارا معمول بن جائے تو کسی

Marfat.com

عذر کے سبب یہ عمل نہ کرنے پر بھی کرنے کا اجر ملتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسند ابوداؤد میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی بندے کے نیک عمل میں بیماری یا سفر کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس نیک عمل کا ثواب اس کے حق میں لکھتا رہے گا جسے وہ صحت اور (سفر سے پہلے) قیام کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔''

غرض یہ کہ اچھے اور برے اعمال ہی کے تناظر میں ہماری آخرت اور دائمی زندگی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ہمارے ان تمام اعمال کا ریکارڈ مرتب ہو رہا ہے جس کی روشنی میں روزِ محشر فیصلہ کیا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی یہاں بھی غالب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نیکیاں اور بدیاں لکھتا رہتا ہے۔ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو کرتا نہیں ہے تو اللہ اس کی ایک پوری نیکی لکھتا ہے اور اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو کرتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض دس نیکیوں سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اس کو کرتا نہیں ہے تو اللہ اس کی ایک نیکی لکھتا ہے اور کوئی بدی کا ارادہ کرے اور پھر اس کو کر بھی لے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کی صرف ایک بدی لکھتا ہے۔''

سورۃ القارعہ آیت ۶ سے ۱۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

''تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے اُس کا مرجع ہاویہ ہے اور تم کیا سمجھو کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں برے اعمال سے بچنے اور صالح اعمال انجام دینے کی ہمّت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

فرض کی ادائیگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

فرض کی اصطلاح دین کے ان کاموں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جن کے کرنے کا سختی سے حکم دیا گیا ہو اور جن کا کرنا لازمی ہو یا جن کے ترک کرنے پر کفر لازم ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے جب کہ ادا کرنے پر جزا ملے گی۔ حنفی فقہا کے نزدیک فرض وہ کام ہے جو دلیلِ قطعی یعنی قرآن، سنّت اور اجماع سے ثابت ہو اور جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔

دینی فرائض کے علاوہ انسان پر معاشرتی، ملکی اور اخلاقی فرائض بھی عائد ہوتے ہیں جن کی پابندی قانون اور معاشرت کی رُو سے لازمی ہے۔ معلوم نہیں ہم اس مسلّمہ حقیقت کو کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ حقوق و فرائض لازم و ملزوم ہیں؟ ایک کا حق دوسرے کا فرض ہوتا ہے اور دوسرے کا حق پہلے کا فرض ہوتا ہے گویا اپنے فرائض کی بجا آوری یعنی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے بغیر اپنے حقوق کا حصول ممکن نہیں اور ان کا مطالبہ کرنا بالکل ایک غیر منطقی اور غیر فطری بات ہے۔ آسان لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ فرض پہلے ہے اور حق بعد میں۔

جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر حقوق کی رٹ ہے۔ فرائض کی بجا آوری تو کجا ان کا احساس اور شعور تک نہیں۔ گویا ہم گاڑی کو ایک پہیے سے چلانا چاہتے ہیں جو کبھی نہیں ہوا اور نہ آج ممکن ہے۔ ذرا غور کیجیے تو اندازہ ہوگا کہ عصرِ حاضر میں سماجی رشتوں اور معاشرتی علائق کے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ آج حقوق کے لیے انجمنیں ہیں۔ ایسوسی ایشن، یونین اور فیڈریشن ہر سطح اور ہر شعبۂ حیات کے لیے ہیں۔ اعلیٰ افسروں کی یونین بھی ہیں

Marfat.com

اور کلرکوں، چپراسیوں کی بھی۔ خاکروبوں اور قلیوں کی بھی ہیں اور تاجروں، آڑھتیوں اور عام دکانداروں کی بھی۔ گویا معاشرے کے ہر طبقے نے اپنے حقوق کے لیے اجتماعی جدوجہد کا پختہ انتظام کیا ہوا ہے۔ اخبارات حقوق نمبر نکالتے ہیں۔ اشتہار چھپتے ہیں، جلسے ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں۔ یوم حقوق اور ہفتۂ حقوق منائے جاتے ہیں اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ ہر طرف حقوق حقوق کی پکار ہے۔ دوسری طرف فرائض کی بجا آوری اور یاددہانی کا معاملہ ہے۔ اس مقصد کے لیے نہ کوئی انجمن ہے نہ ادارہ۔ اس کے اہتمام وانصرام کے لیے نہ کوئی جلسہ منعقد ہوتا ہے اور نہ جلوس نکلتا ہے۔ بہت زیادہ ہوتا ہے تو کسی مسجد کے منبر اور دین کے پلیٹ فارم سے اس کی دعوت گاہے گاہے سننے میں آتی ہے جس کا اثر نقارخانے میں طوطی کی صدا سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اسلام نے ہر انسان پر دوسرے انسانوں کے فرائض لازم کیے ہیں مثلاً خدمتِ خلق انسانی فرائض میں سرِ فہرست ہے۔ اس بارے میں صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی خیر مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مبارک تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا:

> ''اے فرزندِ آدم! میں بیمار پڑا تو نے میری خبر نہ لی۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے مالک! اے میرے پروردگار! میں کیسے تیری تیمار داری کرتا تو خود ربّ العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے تو نے اس کی خبر گیری نہ کی؟ تو اس کی تیمار داری کرتا تو مجھے تُو اس کے پاس ہی پاتا۔ اسی طرح پروردگارِ عالم فرمائے گا اے فرزندِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ اے فرزندِ آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تُو نے مجھے پانی نہ دیا۔ بندہ عرض کرے گا تُو خود پروردگارِ عالم ہے میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ کیسے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ پھر یہی فرمائے گا ''میرا فلاں بندہ تیرے پاس بھوکا پیاسا آیا تُو نے اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دیا۔''

مسلم شریف ہی میں ایک اور مقام پر خیر مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے۔

Marfat.com

اسلام کے لفظی معنیٰ ہی سلامتی چاہنا اور پناہ دینا ہیں۔ دوسرے انسان کی حفاظت کا فرض یاد دلاتے ہوئے خیرِ مجسّم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

''یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

انسانی فرائض میں دوسروں کے ساتھ شفقت اور رحم و کرم سے پیش آنے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ نبی مکرم، خیرِ مجسّم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ رحم کرنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں لہٰذا جو زمین پر ہیں تم اُن پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم فرمائے گا۔ اس سے بھی شدید تاکید بخاری و مسلم میں ان الفاظ میں آئی ہے کہ جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا۔

فرائض کی ادائیگی کا یہ موضوع خاصا وقت طلب ہے اور اِن محدود لمحات میں موضوع کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ تاہم اس ضمن میں دو امور کا ذکر خاص طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے اوّل یہ کہ فرائض کی بجا آوری کو حقوق کے مطالبات پر اوّلیت دی جائے اور فرائض کی تلقین کے لیے مؤثر طور پر ہر طبقہ خود اہتمام کرے۔ خیرِ مجسّم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

''تم پر دوسروں کے حقوق لازم ہیں وہ ادا کرو اور اپنے حقوق کے لیے اللہ سے سوال کرو۔''

دوم یہ کہ فرائض اور حقوق کا تعیّن واضح طور پر کیا جائے۔ ہر شخص کو، ہر شعبۂ حیات میں غیر مبہم طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے فرائض اور اس کے حقوق کیا ہیں تاکہ شدّت اور حد درجہ مبالغہ آرائی کی نوبت نہ آئے۔ معاشرہ پُرسکون رہے اور باہمی روابط میں غلط فہمی پیدا نہ ہو کیوں کہ اکثر خرابیاں اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ بلاشبہ مطالبۂ حقوق سے لازمی طور پر باہم تصادم اور ایک دوسرے سے عداوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ادائے حقوق کے جذبے کی آبیاری سے باہمی محبت اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کی روح بیدار ہوتی ہے۔ جس قوم میں اور جہاں کہیں حقوق کی

Marfat.com

ادائیگی یعنی فرائض کی بجا آوری کا اہتمام ہوگا وہاں متوازن معاشرہ ضرور وجود میں آئے گا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف ملکِ عزیز میں بلکہ مشرق و مغرب میں ہر جگہ معاشرے کا عدم توازن، عدم اطمینان، توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کی بڑی وجہ یک طرفہ مطالبات ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کی ہمّت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

حصّہ دوم

پروگرام ’’حی علی الفلاح‘‘ کے معروف سلسلے ’’درسِ حدیث‘‘ میں نشر ہونے والی تقاریر

Marfat.com

آدابِ مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم تین ہوتو تم میں سے دو تیسرے سے الگ ہو کر بات نہ کریں کیوں کہ اسے یہ چیز رنج پہنچائے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے عرض کیا ''اگر چار ہوں تو؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تب کچھ حرج نہیں۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس کے آداب سے متعلق تعلیم فرمائی ہے۔ دینِ اسلام جہاں ہمیں کامل دستورِ حیات فراہم کرتا ہے وہاں سیرتِ مبارکہ کی جامعیت اس دستورِ حیات کی عملی تفسیر اور رہبری کی روشن تصویر ہے۔ زندگی کے دیگر معاملات کی طرح آدابِ مجلس کے حوالے سے قرآنِ حکیم اور سیرتِ مبارکہ میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ سورۃ المجادلہ آیت ۱۱ میں ارشادِ خداوندی ہے:

''مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو اللہ تم کو کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ جگہ میں منعقد کی جائے۔"

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں آدابِ مجلس کے حوالے سے جو رہنمائی کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں تین افراد ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ عمل مناسب نہیں ہے کہ دو افراد وہاں سے الگ جا کر کوئی رازداری کی بات کریں۔ اس طرح یقیناً تیسرے شخص کے دل میں کوئی بھی خیال اور وہم جگہ بنا سکتا ہے۔ اسے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ کہیں وہ دونوں اُسی کے خلاف تو کوئی بات نہیں کر رہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جو دو افراد کی سرگوشی کے نتیجے میں تیسرے شخص کے دل میں جگہ بنا لیتا ہے۔ ہاں اگر دو چار آدمی سے متعلق بات ہو تو معاملہ جدا ہے۔

سنن ابوداؤد ہی میں حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دو آدمیوں کے بیچ میں ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔ یہ تعلیم اسی لیے ہے کہ جب دو افراد ایک محفل میں موجود ہیں تو ممکن ہے کہ وہ آپس میں کوئی رازداری کی گفتگو کر رہے ہوں اس لیے ضروری ہے کہ اس میں بلاوجہ مخل نہ ہوں۔"

حدیثِ پاک میں مزید وضاحت وصراحت فرماتے ہوئے بیان ہوا ہے کہ دو افراد کا الگ الگ ہو کر گفتگو کرنا جہاں تیسرے شخص کے دل میں وہمات وخیالات پیدا کرنے کا سبب بنے گا وہاں اس شخص کے لیے رنجش اور تکلیف کا سبب بھی ہوگا اور ایک مسلمان کے لیے بھلا وہ عمل کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے جو دوسرے مسلمان کے لیے رنج اور تکلیف کا سبب ہو؟ پوچھے جانے پر چار افراد کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ اگر چار افراد ایک جگہ ہیں اور ان میں سے دو الگ جا کر گفتگو کریں تو کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ باقی دو افراد بھی آپس میں ہم کلام ہو سکتے ہیں اور اس طرح ان کا ذہن جب آپس میں گفتگو میں مصروف ہوگا تو کسی بھی تکلیف اور رنج میں مبتلا نہ ہوگا۔

غور فرمایئے تو مجلس کے آداب بھی درحقیقت معاشرتی آداب ہی میں سے ہیں اور یہ آداب بھی معاشرے کے حسن میں اضافے کا سبب ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں مجلس کے آداب کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر واضح تعلیم ملتی ہے۔ مثلاً مجلس میں آنے جانے اور بیٹھنے کے بارے میں سنن ابوداؤد میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

"ہم لوگوں کا (یعنی صحابہ کا) یہ طریقہ اور دستور تھا کہ جب ہم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتا (تو حاضرینِ مجلس کے درمیان سے گزر کے آگے جانے کی کوشش نہیں کرتا تھا بلکہ) کنارے پر ہی بیٹھ جایا کرتا تھا۔"

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی ایک شخص دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر آپ وہاں نہ بیٹھ جائے بلکہ کھل کر بیٹھے اور جگہ فراخ کر دے اللہ تعالیٰ تم کو بافراغت جگہ دے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص ان کے لیے اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔"

یہ اور ایسی ہی دیگر احادیثِ مقدسہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور زندگی گزارنے کے لیے آسانیاں فراہم کرتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی زندگیاں احادیثِ مبارکہ کے نورِ ہدایت سے منوّر کرنے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

خطبۂ نکاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

سنن ابی داؤد، مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو (نکاح وغیرہ پر) اہم ضرورت (اور مواقع) کے لیے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''ساری حمد وستائش اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ ہم (اپنی سب ضرورتوں اور تمام مقاصد میں) اُس سے مدد کے طالب اور خواست گار ہیں اور اُسی سے (اپنے قصوروں اور گناہوں کی) معافی اور مغفرت کی استدعا کرتے ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں سے اسی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ جس کو ہدایت دے اُس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کے لیے اللہ ہدایت سے محرومی کا فیصلہ فرما دے اُس کو کوئی ہدایت یاب نہیں کرسکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پرستش کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسولِ برحق ہیں۔ اے ایمان والو! اُس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم باہم سوال کرتے ہو اور قرابتوں کی حق تلفی سے ڈرو۔ اللہ تم پر نگہبان ہے (تمھارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اس کے فرمانبردار نہ ہو۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ سیدھی بات بولو، وہ تمھارے اعمال درست فرما دے گا اور تمھارے گناہ وقصور معاف کردے گا اور جو بندہ حکموں پر چلے اللہ اور اس کے رسول کے، تو اُس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''

Marfat.com

خطبہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس خطبے کا مضمون بہت ہی جامع ہے اور جیسا کہ روایت میں بیان ہوا ہے کہ یہ خطبہ صرف نکاح کے موقع کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ عمومی قسم کا ہے لٰہذا یہی آج موضوعِ گفتگو ہے۔ خطبے کے جو الفاظ یہاں بیان ہوئے ہیں وہ سنن ابی داوٗد کی روایت کے ہیں تاہم بعض روایات میں ایک دو الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔

رجوع الی اللہ کے جذبے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کوئی بھی شخص کسی بھی اہم موقع پر اللہ کے حضور اپنی بندگی، نیاز مندی اور وفاداری کے حوالے سے بارگاہِ الٰہی میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ سب اس خطبے کے ابتدائی حصّے میں بیان ہوا ہے۔ جب ایک گناہ گار بندہ اللہ کے حضور نیاز حاصل کرتا ہے تو اوّل وہ اپنے خالق اور مالک کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے۔ اس کی عظمت و بڑائی بیان کرتا ہے۔ اسے مالک الملک اور مختارِ کل تسلیم کرتا ہے۔ قادرِ مطلق اور ہر طرح کی تعریف کا مستحق مانتا ہے۔ پھر اپنے گناہ و قصور اور غلطیوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتا اور مغفرت طلب کرتا ہے۔ یہی نہیں گناہوں سے توبہ و استغفار کرتا اور نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔ ہدایت و رہنمائی کا طلب گار ہوتا ہے۔ جانتا ہے کہ ہدایت اور معافی اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور کوئی نہیں جو اس کے خلاف لب کُشائی کی ہمّت بھی کر سکے۔ بلاشبہ وہ جسے ہدایت دینا چاہے تو کوئی نہیں ہے کہ اسے گمراہ کر دے۔ جب یوں ایک گناہ گار بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور بڑائی کو بیان کرتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف بھی بیان کرتا ہے اور اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہے کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور برحق رسول ہیں۔

اس خطبے میں آگے چل کر سورۂ نساء، سورۂ آلِ عمران اور سورۂ احزاب کی آیات بیان ہوئی ہیں اور بلاشبہ ان آیات میں بھی انسان کے لیے ہدایت ہی کا سامان ہے۔

مذکورہ آیات میں ہدایت و رہبری کا جو پیغام موجود ہے، اسے انتہائی اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم ہے کہ بلاشبہ وہ ہر شخص کی نگہبانی کر رہا ہے ہر شخص کے ایک ایک عمل سے واقف ہے اور قضا و قدر کا مالک ہے۔ حقوق اللہ کے حوالے سے اتنا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بیان ہے اور قرابت داروں کے

Marfat.com

حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حقوق العباد سے پہلو تہی کرنا اور آنکھیں چرانا نقصان کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی حقوق العباد کی ادائیگی نہ کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی حق تلفی ہوئی ہو۔ غصب کیا گیا، یا جس کا حق ادا نہیں کیا گیا۔ دوسری آیت میں بھی اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کی جا رہی ہے اور واضح کیا جا رہا ہے کہ اس طرح ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔
ہم کہیں بھی ملازمت کرتے ہیں تو غور فرمایئے کہ قدم قدم پر اپنے مالک یا افسرِ اعلیٰ کے غضب اور ناراضگی سے بچنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں مگر وہ جو خالقِ کائنات ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی کرتے ہوئے اس کی ناراضگی کو ازسر فراموش کر دیتے ہیں۔ انسان کے اسی تساہل و تغافل کو جھنجھوڑتے ہوئے یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ اللہ سے اس طرح ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ گویا اس کی عظمت و جلال کو ضرور پیشِ نظر رکھو۔

تیسری اور آخری آیت میں بھی پہلے اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے اور پھر یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ لگی لپٹی باتیں کرنے کے بجائے سیدھی، صاف، سچی اور کھری بات کرنی چاہیے۔ محض کسی کو خوش کرنے کے لیے لچھے دار گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے تو پروردگار نہ صرف ان کے اعمال درست فرما دے گا بلکہ ان کے گناہ اور قصور سب معاف فرما دے گا اور یہی انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ اسے اللہ کی رضا اور نصرت حاصل ہو جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خطبے میں بیان کی گئی تعلیمات پر عمل کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کرے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

میقات کا تعیّن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

''اہلِ مدینہ کا میقات (جہاں سے ان کو احرام باندھنا چاہیے) ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے راستے جانے والوں کا میقات جُحفہ ہے اور اہلِ عراق کا میقات ذات عِرق ہے اور اہلِ نجد کا میقات قرن المنازل ہے اور اہلِ یمن کا میقات یلملم ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں مواقیت یعنی مختلف میقات کا بیان ہے جن کی تعداد پانچ ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان ہوئی ہے جس میں چار میقات یعنی ذالحلیفہ، جُحفہ، قرن المنازل اور یلملم کا ذکر ملتا ہے لیکن مذکرہ حدیثِ مبارکہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پانچواں میقات ذات عِرق بیان فرمایا ہے اور اسے اہلِ عراق کا میقات قرار دیا ہے۔ دونوں روایات میں ایک اور معمولی سا فرق یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جُحفہ کو اہلِ شام کا میقات بنایا ہے جب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اسے ''دوسرے راستے والوں'' کا میقات کہا ہے اور ان احادیثِ مبارکہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ بھی اگر دوسرے راستے سے (یعنی جُحفہ کی طرف سے) مکۃ المکرمہ جائیں تو وہ جُحفہ سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر علاقوں مثلاً شام سے آنے والے جو لوگ جُحفہ کی طرف سے آئیں وہ جُحفہ سے احرام باندھیں۔ بعض شارحین نے ''دوسرے راستے والوں سے'' اہلِ شام ہی مراد لیا ہے اور یوں دونوں روایات میں صرف تعبیر اور لفظ ہی کا فرق سامنے

Marfat.com

آتا ہے اور میقات کے پانچ مقامات معیّن اور متفق علیہ ہیں۔ ان مواقیت کے بارے میں تعارفی گفتگو سے پہلے میقات کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔

آپ جانتے ہیں کہ خانۂ کعبہ کو پروردگار نے اپنا گھر اور ایمان والوں کا قبلہ قرار دیا اور واضح کر دیا کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ ساری عمر میں ایک بار ضرور حج کریں۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۹۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا.

یعنی ''اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے''۔

جو خوش نصیب یہ فرض ادا کر لیتے ہیں جن کو یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے ان کے بارے میں نبی مکرم ﷺ نے بڑے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب کسی حج کرنے والے سے تمھاری ملاقات ہو تو اس کے اپنے گھر پہنچنے سے پہلے اس کو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور اس سے مغفرت کی دعا کے لیے کہو کیوں کہ وہ اس حال میں ہے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

حج ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جو صاحبِ استطاعت ہی پر فرض ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس حاضری یعنی حج کے کچھ آداب اور طریقہ ہائے کار بھی بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حاضری کے لیے آنے والے اپنے عام اور روز مرّہ استعمال کے لباس میں حاضر نہ ہوں بلکہ ایسے فقیرانہ لباس میں آئیں جو مُردوں کے کفن سے مشابہت رکھتا ہو اور جسے پہن کر میدانِ حشر کی حاضری یاد آ جائے۔ کوٹ، پتلون، کُرتا پاجامہ اور شیروانی، صدری کچھ نہیں بس ایک تہبند باندھ لیں اور ایک چادر جسم کے حصّے پر ڈال لیں۔ سر بھی کھلا ہو اور پاؤں میں بھی ایسا جوتا نہ ہو کہ پورا پاؤں ڈھک جائے۔ اس ضمن میں عورتوں کے لیے احکامات جُدا ہیں اور اس قسم کی جو بھی پابندیاں عائد کی گئی ہیں درحقیقت ان کا منشا یہ ہے کہ بندہ ایسی صورت اور ہیئت میں حاضر ہو جس سے اس کی بے چارگی اور عاجزی، عیش دنیوی سے بے رغبتی اور بے مائیگی و بے حیثیتی کا اظہار ہوتا ہو۔

Marfat.com

پروردگارِ عالم کی شانِ کریمی دیکھیے کہ اس نے بندوں کے ضعف کا بے حد خیال رکھا اور انھیں اس بات کا مکلف نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر روانہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ حکم دے دیا جاتا تو اللہ کے بندے بڑی مشکل میں پڑ جاتے۔ آج کل تو حجاجِ کرام ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں اور تقریباً چار گھنٹے میں کراچی سے جدّہ پہنچ جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب حجاجِ کرام کی ایک کثیر تعداد بحری جہازوں کے ذریعے سفر کرتی تھی اور یہی سفر ہفتوں میں کٹتا تھا اور ذرا پیچھے جائیں اور مختلف ممالک کے حالات دیکھیں تو حاجی کئی کئی مہینے کا پیدل سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچتے تھے۔ آج بھی جن ممالک سے ہوائی سفر کی سہولت نہیں ہے وہاں کے حاجی بحری اور برّی راستوں سے کئی کئی ہفتوں میں وہاں پہنچتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی طویل مدّت کے لیے احرام کی پابندیوں کا نبھانا اکثر لوگوں کے لیے مشکل ہوتا لہٰذا مختلف راستوں سے آنے والے حجاج کے لیے مکہ معظمہ کے قریب مختلف سمتوں میں کچھ مقامات مقرر کر دیے گئے ہیں اور یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ حج یا عمرہ کے لیے آنے والے جب ان میں سے کسی مقام پر پہنچیں تو اللہ کے گھر اور اللہ کے شہر کے ادب میں وہیں سے احرام باندھ لیں۔

میقات کے طور پر جن پانچ مقامات کا ذکر متذکرہ حدیث میں ہوا ہے ان میں اوّل ذُوالحُلیفہ ہے جو مدینہ طیبہ سے مکہ جاتے ہوئے صرف پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہے اور مکہ معظّمہ سے اس کا فاصلہ تقریباً ڈھائی سو میل ہے۔ یہ میقات اہلِ مدینہ کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور مکہ معظّمہ سے سب سے زیادہ بعید میقات ہے۔ ''جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے۔'' کے مصداق اہلِ مدینہ کے دین سے خاص تعلق کے سبب ان کا میقات اتنی دوری پر مقرر کیا گیا کہ دین میں جس کا مرتبہ جتنا بڑا ہے اسے مشقت بھی اتنی ہی زیادہ اٹھانی پڑتی ہے۔ دوسری میقات جُحفہ مذکور ہے جس کا محلِ وقوع رابغ کے قریب تھا جو مکہ معظّمہ سے مغربی ساحل کے قریب سو میل کے فاصلے پر ہے۔ جُحفہ موجودہ رابغ کے قریب ایک بستی تھی اب اس نام کی کوئی آبادی وہاں نہیں ہے۔ یہ شام اور مغربی علاقوں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ تیسری میقات ذاتِ عِرق ہے جو عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقرر ہے اور مکہ معظّمہ سے ۵۰ میل کے فاصلے پر شمال مشرق

Marfat.com

میں عراق جانے والے راستے پر واقع ہے۔ قرن المنازل چوتھی میقات ہے جو مکۂ معظمہ سے ۳۵۔۳۰ میل مشرق میں نجد جانے والے راستے پر ایک پہاڑی ہے اور نجد کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔ پانچویں اور آخری میقات یلملم ہے اور تہامہ کی پہاڑیوں میں سے ایک معروف پہاڑی ہے جو مکۂ معظمہ سے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں یمن سے مکہ آنے والے راستے پر پڑتی ہے اور یمن کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

نہ صرف یہ کہ رسولِ مکرم ﷺ نے ان پانچوں مقامات کو خود ان کے باشندوں کے لیے اور دوسرے تمام علاقوں کے ان لوگوں کے لیے جو حج وعمرے کے لیے ان مقامات کی طرف سے آئیں میقات مقرر فرمایا بلکہ فقہائے امّت کا اس امر پر بھی اتفاق اور اجماع ہے کہ جو شخص حج یا عمرے کے لیے ان مقامات میں سے کسی مقام کی طرف سے آئے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر اس مقام سے آگے بڑھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق اور حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

مرغ کی اذان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم مرغ کی چیخ (اذان) سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو کہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے (تب چیختا ہے) اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو:

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم۔

"(پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے) پڑھو کیوں کہ وہ شیطان کو دیکھ کر چیختا ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مرغ کی اذان سُن کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ اصطلاحِ فقہ میں مستحب اس عمل کے لیے کہا جاتا ہے جس کے کرنے پر تو ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ غیرہ مؤکدہ سنتیں اور نوافل مستحب کے ذیل میں آتے ہیں۔

متذکرہ حدیث کے پہلے حصے میں یہ تعلیم فرمائی جا رہی ہے کہ جب مرغ کی اذان سمع دار ہو تو اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کریں کیوں کہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے تب اذان دیتا ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں اس موقع کے لیے جو دعائیہ الفاظ ملتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:

اللھم اِنِی اَسئلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ۔

یعنی اے اللہ بے شک میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ حدیثِ مبارکہ کے دوسرے جز میں گدھے کی آواز سُن کر اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایک

Marfat.com

اور حدیث میں کتّے کی آواز کے بارے میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ وہ بھی گدھے کی طرح اس وقت چیختا ہے جب شیطان کو دیکھتا ہے جب کہ غصّے کی حالت میں بھی یہی دعا پڑھنے کا ارشادِ پاک ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا ان میں سے غصّے کی وجہ سے ایک شخص کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھُول گئیں اس پر سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصّہ دور ہو جائے گا۔"

پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔

یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔

بظاہر یہ بہت چھوٹی چھوٹی اور معمولی سی دعائیں معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں جو بڑی حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ پروردگارِ عالم رجوع الی اللہ کا جذبہ رکھنے والوں کو نہ صرف محبوب رکھتا ہے بلکہ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی دعاؤں کے سبب بڑے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ پروردگارِ عالم مانگنے والوں سے بہت خوش ہوتا ہے اور جو نہ مانگے اور سوال کرنے سے جی چرائے اس سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔

دعا سے محرومی اور دوری کا ایک بڑا سبب جاہلیت کا یہ غلط خیال تھا کہ اللہ ہم سے بہت دور ہے ہماری آواز وہاں کیسے پہنچ سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ کا یہ اعلان اور مژدہ سنایا:

"اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو (کہہ دو) میں نزدیک ہوں، دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔"

بات صرف یہی نہیں ہے کہ بندہ اپنے مالک سے دعا کر سکتا ہے اور وہ اس کی دعا سنتا اور اس کی مدد کر سکتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کو دعا مطلوب ہے اور وہ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے اور دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔ دعا درحقیقت بندگی کا نہایت واضح اور مؤثر مظاہرہ اور عدمِ دعا بندگی سے گریز و سرکشی کی علامت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

Marfat.com

''اور تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

احادیثِ مبارکہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ہی ہمیں تعلیماتِ نبوی ﷺ میں قدم قدم پر چھوٹی بڑی دعائیں دعوتِ فکر و عمل دے رہی ہیں کہ ہم اسلام ایسے دینِ فطرت کی برکتوں سے دامن بھر لیں اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے رجوع الی اللہ کے جذبے سے سرشار ہوتے ہوئے ربّ العالمین کی پناہ اور فضل کا سوال کرتے رہیں۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں عمل کی توفیق اور ہمّت مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

مرض پر صبر و شکر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

مؤطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث بیان فرماتے ہیں۔

”حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو کہ وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ جب عیادت کرنے والے اس کے پاس آتے ہیں تب اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ تک یہ بات پہنچاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں تب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اوپر میرے بندے کا یہ حق ہے کہ اگر میں نے اسے وفات دی تو اسے جنّت میں داخل کروں گا اور اگر شفا دی تو اس کے (پہلے) گوشت و خون سے بہتر گوشت و خون پیدا کر دوں گا اور اس کی برائیوں کو دور کر دوں گا۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ مبارکہ میں انسان کو مختلف امراض اور تکالیف میں مبتلا کیے جانے کے حوالے سے حکمتِ الٰہی کا بیان ہے کہ جو ان مصائب و تکالیف کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتا ہے اسے اچھے اور بہتر اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

یہ بات ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کے لیے ہے کہ ہر انسان کسی نہ کسی چھوٹی بڑی بیماری میں ضرور مبتلا کیا جاتا ہے لیکن صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں اتارا جس کی دوا نہ اتاری ہو۔''

مسند احمد، جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دیہات کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم (بیماری میں) دوا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے بندو ضرور دوا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری دنیا میں پیدا کی اس کی شفا اور دوا بھی پیدا کی ہے۔ صرف ایک بیماری کی کوئی دوا نہیں پیدا کی۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کون سی بیماری ہے فرمایا بڑھاپا جو لا علاج ہے۔''

اگر ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو یہ بات نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے۔ انھیں حکمتوں میں سے ایک، انسانوں کو مختلف امراض یا تکالیف میں مبتلا کر کے آزمانا ہے اور یہ امراض درحقیقت انسان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ان مختلف بیماریوں کے سبب انسان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے اور صبر و شکر کے ساتھ وہ علاج معالجہ کرانے اور شفایاب ہونے کی کوشش کرتا رہے۔ شاکی و ناشکرا نہ بنے تو اس کا بدلہ بخشش ہی ہے۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور کسی سے اس کا اظہار نہ کرے شکوہ شکایت تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ اس کو بخش دیں گے۔

احادیثِ مبارکہ میں جہاں انسانوں کو امراض میں مبتلا کیے جانے کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہاں دیگر احادیث میں ان امراض و بیماریوں کے اسباب انسانی اعمال و افعال ہی کو قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ بیماریاں انسانی اعمال ہی کا نتیجہ ہیں اور حکمتِ خداوندی کے تحت امراض کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان گناہوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بندے کو جو معمولی ایذا پہنچتی ہے یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو یہ اس کے گناہوں کا ثمرہ ہے اور وہ گناہ جنھیں اللہ تعالیٰ (بغیر سزا دیے) دنیا و آخرت میں بخش دیتا ہے اُن گناہوں سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جن پر وہ سزا

Marfat.com

دیتا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ: "اور از قسم مصیبت جو چیز تمھیں پہنچتی ہے وہ تمھارے ہی ہاتھوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے (گناہوں یا گناہگاروں) کو معاف فرما دیتا ہے۔"

گویا انسانوں کو جو بھی مصیبت و تکلیف اور بیماری وغیرہ پہنچتی ہے وہ سب اس کی اپنی بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے یوں گنہ گاروں کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ اپنی بد اعمالیوں اور غلط کاریوں سے باز آ جاؤ اور نیک راستے پر چلنے ہی کو اپنی دینی و دنیوی راحت و سکون کا ذریعہ جانو البتہ وہ لوگ جب کسی مصیبت و تکلیف یا بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں جو گنہ گار نہیں ہوتے تو اس سے ان لوگوں کی آزمائش اور امتحان مقصود ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب بندہ عبادت کے نیک راستے پر ہوتا ہے اور پھر بیمار ہو جاتا ہے (اور اس عبادت کے کرنے پر قادر نہیں رہتا) تو اس فرشتے سے جو اس بندے پر (اس کے نیک اعمال لکھنے کے لیے) متعین ہوتا ہے کہا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اس بندے کے لیے (اس کے نامۂ اعمال میں) اس عمل کے مثل لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں اسے تندرستی عطا کروں یا اسے اپنے پاس بلالوں۔"

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں تمام آفات و بلاؤں اور مصیبت و تکالیف سے نجات عطا فرمائے اور نیک اعمال کے نور سے اپنی زندگیاں منور کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بیمار پر دم جھاڑ کرنا مستحب ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخاری شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی مریض لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

''اے انسانوں کے آقا اور مالک تکلیف دور کر دے۔ شفا عطا فرما کہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا صرف تیری ہی شفا ہے۔ ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری مطلقاً باقی نہ رہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس مبارک حدیث میں بیماری اور شفا کے حوالے سے واضح تعلیم موجود ہے کہ شفا من جانب اللہ ہوتی ہے۔ تاہم شفا کے حصول کی کوشش انسانوں ہی کو کرنا ہوتی ہے۔ اچھا اور صحت مند معاشرہ اسی وقت ظہور میں آ سکتا ہے جب معاشرے کے لوگ اچھے اور صحت مند ہوں۔ پُر جوش عملی جدوجہد اور افکارِ عالیہ صحت مند ذہانت ہی کی بدولت ممکن ہیں۔ بلاشبہ صحت مند معاشرے کے لیے صحت مند ذہنوں کا ہونا ضروری ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اسی لیے علاجِ مرض پر بھی بہت زور دیتا ہے۔ گرد و پیش کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ آج کی جدید دنیا کی زیادہ تر توجہ بھی انسانی صحت کے استحکام اور بیماریوں کے علاج دریافت کرنے پر ہی ہے۔ مرض رفع کرنے کے لیے کی جانے والی تدابیر علاج کہلاتی ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کا علاج فطرت کے پاس موجود نہ ہو۔ ہر مرض کا کوئی نہ کوئی علاج کسی نہ کسی تدبیر میں مضمر ہے۔

Marfat.com

انسان علاج معالجے کے حوالے سے جو تدابیر اختیار کرتا ہے ان میں ایک دوا دارُو کے ذریعے علاج کی تدبیر ہے اور دوسری جھاڑ پھونک کے ذریعے علاج کی۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ مریض کو چاہیے کہ وہ اپنے مرض کے خاتمے کے لیے ہر طریقہ بروئے کار لائے البتہ ان طریقوں سے بچنے کی تعلیم دی جن سے ایمان و ایقان اور توحید پر اثر آتا ہو۔ تدابیرِ علاج کے سلسلے میں اصرار کی حد تک زور دیا گیا ہے کہ ان پر عمل کر کے مرض سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ بہت سے امراض اور بیماریوں کا علاج خود آپ ﷺ نے بتایا جن پرعمل کر کے بیماری سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"زمانہ جاہلیت میں ہم افسوں پڑھا کرتے تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا

اپنے افسوں پیش کرو اگر ان میں وہ لفظ نہ ہوں جن سے شرک لازم آتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

گویا مشرکانہ کلمات سے بچتے ہوئے جھاڑ پھونک کی اجازت ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور مؤطا امام مالک میں ایک مفصّل حدیثِ مبارکہ ملتی ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"ایک سفر کے دوران ہم ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ایک لڑکی آئی اور بولی کہ قبیلے کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ اس وقت ہمارے مرد بھی موجود نہیں۔ کیا تم میں سے کوئی جھاڑ پھونک جانتا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص جس کے بارے میں ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ دم کرنا جانتا ہوگا، اٹھا اور لڑکی کے ساتھ گیا۔ (اس کے دم سے) سردار تندرست ہو گیا اور ہمیں تیس بکریاں بھجوائیں اور دودھ بھی پلایا۔ ہم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم جھاڑ پھونک جانتے ہو؟ وہ بولا نہیں، البتہ میں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔"

ہم نے صلاح کی کہ اس معاملے پر کچھ کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہو کر دریافت کرنا چاہیے، چناں چہ مدینہ پہنچ کر ہم نے آپ ﷺ کو ساری بات بتائی۔ آپ ﷺ نے (اس شخص سے) فرمایا کہ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ سورۂ فاتحہ کوئی منتر (کی قسم) ہے؟ (پھر فرمایا کہ) یہ سب کچھ آپس میں بانٹ لو اور ہمارے لیے بھی حصّہ نکالو۔" اس حدیثِ مبارکہ سے جہاں قرآنی آیاتِ مبارکہ سے شفا ایسی نعمت کے حصول کا مژدہ سنایا، وہاں ملنے والے مال سے اپنا حصّہ نکالنے کا ارشاد فرما کر یہ عمل مستحب بنا دیا۔ بلاشبہ جو شخص جھاڑ پھونک کرتا ہو اور لوگوں کو فیض پہنچا سکتا ہو اسے یہ عمل ضرور کرنا چاہیے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو چاہیے کہ پہنچائے۔"

مختصر یہ کہ اگر غیر شرعی امور سے اجتناب برتا جائے تو جھاڑ پھونک کے ذریعے بھی علاج کی اجازت ہے۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں جملہ امراض سے کامل شفا نصیب فرمائے اور حصولِ صحت کے لیے شریعت سے متصادم تدابیر اختیار کرنے سے بچائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

کلونجی ہر بیماری کے لیے شِفا بخش

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

بخاری شریف کے ساتویں باب الحبۃ السوداء میں ایک حدیثِ مبارکہ مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے:

سنا حبۃ السودا.

"کالا دانہ"

کلونجی یا کالی زیری موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شِفا بخش ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں حبۃ السودا کی افادیت کا بیان ہے جسے عرفِ عام میں کلونجی کہا جاتا ہے۔ کلونجی صدیوں سے اچار ڈالنے اور پیٹ کی بیماریوں کے علاج کے سلسلے میں استعمال کی جارہی ہے۔ آیورویدک طب میں کرشن جیرک اور کالی جیری کے نام سے بیان کی جاتی ہے اور انگریزی نام NIGELLA SATIVUM کے معنیٰ کالا زیرہ ہے حالاں کہ زیرہ بالکل مختلف چیز ہے۔

عربی میں جسے حبۃ السوداء کہتے ہیں فارسی میں وہ شونیز ہے۔ محدث عبداللطیف نے زیرہ سیاہ قرار دیا اور اس کو الکمون الہندی کا اضافی نام دیا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہر بیماری کی دوا قرار دیا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے قرآنِ حکیم میں ارشادِ پاک ہے:

واتیت من کل شئ۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات پر ایسی خوش خبریاں سنائی ہیں۔ کہیں صبح کے وقت کھجور کھانے والے کو زہر سے محفوظ قرار دیا تو کہیں سنا استعمال کرنے والے کو ہر بیماری

Marfat.com

سے شفا کی خبر دی مگر کلونجی اس حوالے سے یکتا ہے کہ کلونجی تمام بیماریوں کے لیے شفا بخش ہے خواہ وہ حدت سے ہوں یا برودت سے۔ کتبِ سیرت میں مذکور ہے کہ نبی مکرم ﷺ خود بھی طبی ضروریات کے لیے کلونجی استعمال فرماتے تھے مگر آپ ﷺ اسے شہد کے شربت کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

خالقِ ارض وسما نے نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو انسانوں کے لیے راہ نما قرار دیتے ہوئے اسوۂ حسنہ کا حامل قرار دیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

پر ایمان لاتے ہوئے جب ہم سیرتِ پاک ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قدم قدم پر راہ نمائی ملتی ہے۔ یہ راہ نمائی روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے فیضیاب کرتی ہے۔

سورۃ الحشر میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

''یعنی تمھیں جو کچھ رسولِ اکرم ﷺ دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ''

اس ارشادِ مقدس کی روشنی میں اگر ہم متذکرہ حدیثِ مبارکہ سے استفادہ کرنا چاہیں تو بے شمار امراض کا یقینی علاج صرف اور صرف کلونجی کے ذریعے سے ہی کیا جا سکتا ہے مگر موت لاعلاج ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ.

یعنی ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

کلونجی سے حصولِ شفا کے لیے یہ بات زیادہ ضروری ہے کہ طب کے میدان میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے۔ مسلمان سائنسدان جو کبھی تحقیقی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے اور تحقیقات کے ذریعے انسانوں کے لیے شفا حاصل کرنے کے مختلف النوع طریقے اختیار کرتے تھے، آج تقریباً معدوم ہو چکے ہیں۔ جدید تحقیقات اب اینٹی بائیوٹک کے گرد گھوم رہی ہیں اور اسلامی طب یعنی جڑی بوٹیوں کے حوالے سے تحقیق قصۂ پارینہ معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

کلونجی کے حوالے سے جس قدر تحقیقات ہوئی ہیں ان میں اطبّا نے اس کے بے شمار فوائد بیان فرمائے ہیں مثلاً ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کلونجی جسم کے کسی بھی حصّے میں واقع رکاوٹ یعنی سدّہ کو دور کرتی ہے۔ تبخیری مادے کو خارج کرتی ہے۔ معدہ کو مضبوط کرتی ہے۔ اسے اگر سرکہ میں ملا کر کھایا جائے تو پیٹ کے کیڑے مار دیتی ہے اور پرانے زکام میں مفید ہے۔ اطبّا کہتے ہیں کہ کلونجی کا تیل نکال کر گنج پر لگایا جائے تو بال اگتے ہیں اور کلونجی کا لگاتار کھانا باؤلے کتّے کے زہر کا اثر زائل کر دیتا ہے۔

بعض اطبّا نے کلونجی کو لقوہ، فالج، دردِ شقیقہ، نسیان، چکر اور گھبراہٹ میں مفید بتایا ہے اور مثانے وگردے سے پتھری نکالنے میں مفید لکھا ہے۔ طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس میں ڈاکٹر خالد غزنوی نے لکھا ہے کہ بھارتی ماہرین نے کلونجی کو نفخ، دردِ شکم، قولنج، استسقاء، ضعفِ اعصاب، ضعفِ دماغ، نسیان، فالج اور رعشہ میں مفید قرار دیا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ پرانے حفّاظ بچوں کو قرآنِ پاک حفظ کراتے وقت یادداشت کو بہتر بنانے کے لیے نہار منہ کلونجی کے چند دانے کھلاتے تھے۔

نبیٔ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم وسیع اور وحیِ الٰہی پر مبنی رہا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلونجی کو شِفا کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے تو یقیناً اس کے فوائد کی فہرست بھی محدود نہیں ہو سکتی لہٰذا اس مختصر سے وقت میں ان کا بیان ممکن نہیں ہے۔

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ مبارکہ سے کامل استفادے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

سورۂ واقعہ کے فضائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے، اسے کبھی فقرو فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی۔ نیچے کے راوی بیان کرتے ہیں کہ خود حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اور وہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھتی تھیں۔

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں سورۂ واقعہ کی فضیلت اور برکت بیان ہوئی ہے۔ یوں تو قرآنِ پاک کی ایک ایک سورۂ مبارکہ اور ہر سورۂ مبارکہ کا ایک ایک حرف فضائل و برکات سے پُر ہے مگر احادیث میں بعض سورتوں اور آیات کے فضائل و برکات بھی مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآنِ پاک کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمالی اور یہ ایک نیکی اللہ کے قانونِ کرم کے مطابق دس نیکیوں کے برابر ہے (مزید وضاحت کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں یہ نہیں کہتا یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اس طرح الٓمٓ پڑھنے والا بندہ تیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرنے کا مستحق ہوگا۔"

اس حدیثِ پاک میں رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اخلاص کے ساتھ تلاوتِ قرآن پر ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوں گی۔ یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے

Marfat.com

کہ یہ اجر وثواب تلاوت کردہ آیات کے معانی ومفاہیم کو سمجھے بغیر پڑھنے پر بھی ملے گا ورنہ تو قرآن پاک کو پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا اجر وثواب اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے قرآن پڑھا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ حسین ہوگی، جب کہ وہ روشنی دنیا کے گھروں میں ہو اور سورج آسمان سے ہمارے پاس ہی اتر آئے (اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) پھر تمھارا کیا گمان ہے خود اس آدمی کے بارے میں جس نے خود یہ عمل کیا ہو؟''

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے سورۂ ہود نے اور سورۂ واقعہ نے اور سورۂ والمرسلٰت نے اور سورۂ عم یتسآءلون نے اور سورۂ اِذا الشمس کُوّرت نے بوڑھا کر دیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔''

حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعات میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا: اپنے گناہوں کا۔ دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا: اپنے رب کی رحمت کی۔ پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا: طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا: مجھے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئے گا۔ فرمایا: کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سُنیے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ظبیہ بھی اس سورت کو بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ حدیثِ مذکور میں بھی یہی تعلیم دی جا رہی ہے۔

Marfat.com

قرآنِ حکیم کے فضائل و ثمرات انفرادی طور پر ہی حاصل نہیں ہوتے بلکہ من حیث القوم اجتماعی طور پر بھی اس کے برکات و فضائل کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی قرآن مجید کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرے گا اور بہت سوں کو نیچے گرائے گا۔"

غرض یہ کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی صفتِ قائمہ اور بندوں کے لیے اس کا فرمان اور عہد نامہ ہے۔ اس کی وفاداری اور فرمان برداری اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور فرمان برداری ہے اسی طرح اس سے انحراف اور بغاوت اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور جو امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو اس کا کوئی بھی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو۔ قرآنِ مجید کو اپنا رہنما بنا کر خود کو اس کا تابع فرمان بنا دے گی اور اس کے ساتھ وہ تعلق رکھے گی جو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سر بلند کرے گا اور اس کے برعکس جو قوم اور امت جو اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہوگی تو نیچے گرا دی جائے گی۔ اسی بات کو جوابِ شکوہ میں علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے اور تلاوتِ قرآن کے ذریعے اجر و ثواب اور فضائل و برکات کے گہر ہائے نایاب سے فیض یاب ہونے کی ہمّت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نماز اور خطبے کا بیان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

مشکوٰۃ شریف باب الخطبہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"نماز میں طوالت اور خطبے میں اختصار انسان کے فقیہہ (سمجھدار) ہونے کی نشانی ہے۔ پس تم نماز لمبی کرو اور خطبہ (تقریر) میں اختصار سے کام لو۔ بلاشبہ بعض بیان جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔"

حدیث مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ مذکورہ حدیث پاک میں نماز اور خطبے یعنی تقریر کے حوالے سے رہنمائی کی گئی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام ساری زندگی پر محیط ہے اور یہ صرف عبادات اور نیک کام انجام دینے ہی کے حوالے سے رہنمائی نہیں فرماتا بلکہ زندگی کے عام معمولات کے حوالے سے بھی رہنمائی فرماتا ہے۔ نماز ایک عبادت ہے اور یہ عبادت آپ جانتے ہیں کہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک فرض اور دوسرے نفل۔ فرض نماز کا تعلق ہماری اجتماعی زندگی سے جب کہ نفل نماز کا تعلق ہماری انفرادی زندگی سے ہے۔ مذکورہ حدیث میں نماز میں طوالت کا ذکر ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہاں نفلی نماز کے حوالے سے رہنمائی کی جا رہی ہے کیوں کہ فرض نماز اور امام کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بہت سی احادیث میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ نماز کو بھاری نہ بنایا جائے نیز بوڑھے اور بیمار مقتدیوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہلکی اور کامل نماز کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی عادت یہ تھی کہ) جب آپ (نماز میں) کسی بچے

Marfat.com

کے رونے کی آواز سنتے تو اس اندیشے سے کہ اس کی ماں کہیں فکر مند نہ ہو جائے۔ نماز کو ہلکا کر دیتے تھے۔"

اسی طرح مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ میں حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جو آخری وصیت کی تھی، وہ یہ تھی:

"جب تم لوگوں کی امامت کرو تو انھیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔"

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی قوم کی امامت کرو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنے دل میں کچھ کھٹک محسوس ہوتی ہے۔" آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: "میرے قریب آؤ" (جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے آگے بٹھایا اور میرے سینے پر دونوں چھاتیوں کے درمیان اپنا دستِ مبارک رکھا۔ پھر فرمایا کہ پشت پھیرو (میں نے اپنی پشت آپ کی جانب کر دی) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پشت پر دونوں مونڈھوں کے درمیان اپنا دستِ مبارک پھیر کر فرمایا: کہ (جاؤ اور) اپنی قوم کی امامت کرو اور (یہ یاد رکھو کہ) جب کوئی شخص کسی قوم کا امام بنے تو اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ ان میں بوڑھے بھی ہوتے اور بیمار بھی، ان میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی۔ ہاں جب کوئی تنہا نماز پڑھے تو اسے اختیار ہے کہ جس طرح چاہے نماز پڑھے۔"

دوسری بات جو مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی وہ خطبے یعنی تقریر کے بارے میں ہے۔ عام طور پر عیدین اور جمعہ کے دن امام عربی میں جو خطبہ دیتا ہے اسی کو خطبہ خیال کیا جاتا ہے جب کہ عربی زبان کا یہ لفظ خطاب کے حوالے سے اس اردو تقریر پر بھی محیط ہے جو اصلاحِ احوال کے ضمن میں ہو اور اردو میں کی جائے۔ چوں کہ یہ خطاب یا تقریر عوام الناس کے لیے ہوتی ہے، اس لیے لوگوں کی طبیعت اور مزاج کو بھی پیشِ نظر رکھنے کی تعلیم دینے کے لیے اختصار یعنی مختصر تقریر کرنے کی رہنمائی کی گئی ہے۔ بعض لوگ دین کی باتیں ذرا دیر سنتے ہیں تو اکتاہٹ کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ ایسے موقع پر تقریر جاری رکھنا فائدہ

Marfat.com

مند نہیں بلکہ تقریر کا ختم کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے تا کہ لوگوں میں دین سے بے زاری پیدا نہ ہو اور وہ آئندہ بھی دین کی باتیں سننے پر آمادہ ہوں۔

مذکورہ حدیث میں جادو اثر بیان کی بات کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ تقریر کا مختصر یا طویل ہونا اثر اور بے اثر ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں کا اندازِ بیان اور اسلوب اس قدر پُر اثر ہوتا ہے کہ جادو کی طرح لوگوں کو مسحور کر دیتا ہے اور مختصر بات یا تقریر بھی طویل گفتگو یا تقریر سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح دنیاوی امور میں افراط و تفریط یعنی حد سے زیادہ زیادتی اور حد سے زیادہ کمی غیر نفع بخش ہے اسی طرح دینی امور یعنی اعمالِ نفل میں بھی افراط و تفریط مطلوب نہیں ہے بلکہ اس راستے پر بھی میانہ روی اور ان میں اعتدال اختیار کرنا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے جملہ معاملات میں اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

نماز کی تاثیر اور برکت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو مسلمان آدمی فرض نماز کا وقت آنے پر اس کے لیے اچھی طرح وضو کرے پھر پورے خشوع اور اچھے رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کرے تو وہ نماز اس کے واسطے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو اور نماز کی یہ برکت اس کو ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتی ہے۔''

مذکورہ حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں نہ صرف اوقاتِ نماز میں نماز کا اہتمام کرنے کی تعلیم فرمائی جا رہی ہے بلکہ نماز کی یہ تاثیر اور برکت بھی بیان ہوئی ہے کہ اگر انسان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے تو نماز سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور پہلے گناہوں کی گندگی کو دھو ڈالتی ہے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرط درحقیقت اس لیے ہے کہ کبیرہ گناہوں کی نحوست اس قدر غلیظ اور اس کے ناپاک اثرات اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ ان کا ازالہ تو صرف توبہ ہی سے ممکن ہے، تاہم اللہ چاہے تو یونہی معاف فرما دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

نماز ارکانِ اسلام میں اہم ترین رکن ہے۔ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے جن میں نماز کی اہمیت، اس کے ثمرات و اثرات، اوقات اور طریقۂ ادائیگی وغیرہ کا بیان ہے۔ نماز تحفۂ معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو ابتداً پچاس اور جلد ہی (اسی رات میں) گھٹ کر پانچ نمازوں پر مشتمل رہ گیا مگر ثواب میں کوئی کمی نہیں کی گئی اور پانچ نماز قائم کرنے پر ثواب پچاس نمازوں ہی کا دیا جائے گا۔

Marfat.com

نبی مکرم ﷺ نے بھی بے شمار احادیث میں نماز کی اہمیت اور ثمرات و برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ مذکورہ حدیث بھی انھیں میں سے ایک ہے۔ مسند احمد، مسند دارمی، شعب الایمان اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہو گی اور دلیل ہو گی اور اس کے لیے نجات کا ذریعہ بنے گی اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برہان اور نہ ذریعۂ نجات اور وہ بدبخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔''

سورۃ البقرہ کی آیت ۴۳ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

''اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔''

نماز گناہوں سے چھٹکارے اور نجات کا باعث ہے اور نماز قائم کرنے والے ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مستحق ہوں گے۔ سورۂ فاطر کی آیت ۲۹۔ ۳۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

''جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہری طور پر خرچ کرتے ہیں وہ اُس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہو گی کیوں کہ اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دے گا وہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔''

مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے۔ درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے پھر آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض

Marfat.com

کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب مومن بندہ خالص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔"

قرآن واحادیث میں بے شمار مقامات پر نماز کے لیے فضائل و برکات وثمرات بیان ہوئے ہیں۔ انسان کمزور واقع ہوا ہے اور مصائب و پریشانیوں سے گھبرانے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۳ میں ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اسی طرح سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"(اے محمد ﷺ) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے، اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔"

نماز ہی کو نبی مکرم ﷺ نے کافر اور مسلمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز بتایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بندے کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔ غرض یہ کہ نماز جس کی ارکانِ اسلام میں بنیادی ستون کی حیثیت ہے اور قیام الصلوٰۃ ہی کے ذریعے دین کی عمارت کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔ مقررہ اوقات میں نماز پڑھنا ہی کامیابی و کامرانی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ دینی اعمال میں کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا۔"

Marfat.com

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورۃ الاعلیٰ کی آیت ۱۴۔۱۵ میں ربّ العالمین کا ارشادِ پاک ہے:

"بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پابندیٔ وقت کے ساتھ قیام الصّلوٰۃ کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں میں سورۂ قل یا ایہا الکافرون اور سورہ قل ھو اللہ احد پڑھیں۔

مسلم شریف کی حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں فجر کی نماز میں رسولِ مکرم ﷺ کی قرأت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ نماز آپ جانتے ہیں کہ ارکانِ اسلام میں ایک اہم رکن اور بنیادی ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز کے لغوی معنیٰ بندگی، پرستش، نیاز، عاجزی وانکساری نیز فکر وفرمانبرداری کے ہیں۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ جس نے ایک نماز نہ پڑھی اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ گیا اور جتنی نمازیں نہ پڑھیں اتنے ہی سیاہ داغ پڑ گئے۔ قرآنِ پاک میں نماز قائم کرنے کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ آیت ۴۳ میں ارشادِ پاک ہے:

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ. ”اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔“

اسی سورۂ مبارکہ کی آیت ۱۵۳ میں فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ.

”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

احادیثِ مبارکہ میں بھی قیامِ نماز کی اہمیت اور عدم ادائیگی کے حوالے سے سخت

Marfat.com

وعیدیں ملتی ہیں۔ مسند احمد، مسند دارمی اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہو گا اور دلیل ہوگی اور اس کے لیے نجات کا ذریعہ بنے گی اور برہان اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برہان اور نہ ذریعۂ نجات اور وہ بدبخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

جب کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی ایک سخت وعید ملتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بندے کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔''

متذکرہ حدیثِ پاک فجر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت کے بارے میں ہے اسی حوالے سے بخاری شریف، سنن ابی داؤد، مسند احمد، سنن نسائی وغیرہ میں متعدد احادیث ملتی ہیں۔ اگر ان تمام احادیثِ مبارکہ کو پیشِ نظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قرأت دوسری نمازوں کی بہ نسبت فجر کی نماز میں اکثر و بیشتر کسی قدر طویل ہوتی تھی لیکن کبھی کبھی (غالباً کسی خاص داعیہ کے سبب) آپ فجر کی نماز بھی قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد یا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایسی چھوٹی سورتوں سے پڑھا دیا کرتے تھے۔ متعلقہ احادیث کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول نماز کی رکعتوں میں مستقل سورتیں پڑھنے کا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی سورت میں سے کچھ آیات قرأت فرماتے تھے۔ اسی طرح ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۂ مبارکہ قرأت فرمائی تاہم جمعۃ المبارکہ کے دن آپ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں سورۂ الم سجدہ پہلی رکعت میں اور سورۃ الدھر دوسری رکعت میں قرأت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت اور جزا

Marfat.com

وسزا کا ذکر بہت مؤثر پیرائے میں کیا گیا ہے اور جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہونے والی ہے۔اس لیے آپ ﷺ غالباً اس کی تذکیر اور یاددہانی کے لیے جمعہ کے دن فجر کی دو رکعتوں میں ان سورہ ہائے مبارکہ کی قرأت فرماتے تھے۔

نمازِ فجر کی بہت اہمیت ہے۔قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔سورۂ ہود کی آیت ۱۴ میں ارشادِ مبارکہ ہے:

''اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو۔کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔''

سورۂ نور کی آیت ۵۶ میں ارشادِ الٰہی ہے:

''اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور (اللہ کے) پیغمبر کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی گہرائیوں سے نبی مکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے اور پابندئ وقت کے ساتھ قیام الصلوٰۃ کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

چاشت کی نماز مستحب ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض کاموں کو کرنا پسند فرمانے کے باوجود اس خیال سے ان کو ترک کر دیتے تھے (نہ کرتے تھے) کہ کہیں لوگ انھیں مسلسل کرنے لگ جائیں اور وہ فرض کر دیے جائیں (اور امّت پر مشقت بڑھ جائے) یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چاشت کے نوافل نہیں پڑھے لیکن میں پڑھتی ہوں۔

ابھی آپ نے کتاب التہجد بخاری شریف سے حدیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائی جس سے نمازِ چاشت کے مستحب ہونے کا پتا چلتا ہے۔ جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور روشنی خوب پھیل جائے تو چاشت کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے پہلے تک باقی رہتا ہے۔ اس وقت میں آدمی کو اختیار ہے کہ دو، چار یا بارہ رکعت پڑھے۔

مسند احمد، ترمذی، اور ابنِ ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص چاشت کے وقت بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بناتا ہے۔"

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"جو شخص چاشت کی دو رکعتوں کی حفاظت کرے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

Marfat.com

آپ جانتے ہیں کہ کائنات کا نظام با قاعدہ ایک نظام الاوقات کے تحت کام کر رہا ہے۔ ہر کام اور ہر چیز اپنے اپنے وقت پر ظہور میں آتی ہے۔ چاشت کی نماز کے حوالے سے بھی وقت کا بہت خیال و اہتمام رکھا گیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک قوم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ یہ لوگ جانتے نہیں کہ اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں نماز اس سے بہتر ہے یعنی چاشت کی نماز جو یہ لوگ اوّل وقت میں پڑھ رہے ہیں اس سے وہ چاشت کی نماز بہتر ہے جو گرم وقت میں پڑھی جائے چناں چہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی طرف کامل توجہ رکھنے والوں کی نماز کا وقت وہ ہے جب اونٹوں کے بچے گرم ہو جائیں یعنی آفتاب خوب بلند ہو جائے۔

اس حدیثِ پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کا وقت یہ ہے کہ سورج خوب بلند ہو جائے۔ دھوپ اچھی طرح پھیل جائے اور ایک پہر ختم ہونے کے بعد دوسرا پہر شروع ہو جائے۔ یہ وقت افضل اس لیے ہے کہ اس وقت عام طور پر طبیعت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے اور جی یہی چاہتا ہے کہ آرام کیا جائے۔ لہٰذا ایسے وقتِ میں آرام اور طبیعت کے تقاضے کو پسِ پشت ڈال کر وہی اللہ کے بندے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جو بارگاہِ ربّ العزّت کی طرف کامل رجوع اور توجہ رکھتے ہیں۔

ابتدا میں جو حدیث آپ کی خدمت میں پیش کی تھی اس میں جہاں اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کے نوافل ادا فرماتی تھیں وہاں اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی چاشت کی نماز سے رغبت تھی مگر پسندیدگی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز اس لیے نہیں پڑھتے تھے کہ کہیں یہ نماز بھی امّت پر فرض نہ کر دی جائے۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امّت کا بھی حد درجہ خیال تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھار چاشت کی نماز ادا بھی فرمائی

Marfat.com

ہے۔ بخاری شریف میں امّ ہانی رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ابنِ ابی لیلیٰ بیان فرماتے ہیں۔

''حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا کے سِوا ہمیں کسی نے یہ اطلاع بہم نہیں پہنچائی کہ اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کے نوافل پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ''حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکّہ کے دن اپنے گھر میں غسل فرمایا اور اس کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کی اور یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی ہلکی پڑھی کہ میں نے اتنی ہلکی نماز پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا البتہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع و سجود پورے اہتمام سے کیے تھے۔''

یوں تو فرض نماز کی ادائیگی بھی مسلمانوں کے لیے بہترین اجر وثواب کا باعث ہے مگر پروردگارِ عالم اپنے فرماں بردار بندوں اور پیروکاروں کو اور زیادہ نوازنا چاہتا ہے اسی لیے اس نے نوافل کا اہتمام کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی بشارت دی ہے۔ چاشت کی نماز کا بھی احادیث میں بلند درجہ بیان ہوا ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صبح ہوتے ہی تمھاری ہر ہڈی پر صدقہ لازم آتا ہے۔ پھر تمھاری ہر تسبیح یعنی سُبحَانَ اللہ کہنا صدقہ ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ نیک کام کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کے مقابلے میں دو رکعت چاشت کی کافی ہوتی ہیں۔''

دیگر نفلی عبادات کی طرح چاشت کی نماز کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ بعض احادیث میں اس نماز کی اہمیت بہت شدّ ومد کے ساتھ ملتی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ پاک ہے

''مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی میں ان باتوں کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔

① ہر مہینے تین روزے رکھنا۔

② چاشت کی نماز ادا کرنا۔

Marfat.com

③ وتر پڑھ کر سونا۔

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں بھی فرض عبادات کے ساتھ ساتھ نوافل کی ادائیگی کی ہمّت وتوفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

شبِ قدر اور طاق راتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شبِ قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ مبارکہ میں نہ صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شبِ قدر کی تلاش پر زور دیا گیا ہے بلکہ درحقیقت لیلۃ القدر کی اہمیت بھی بیان ہوئی ہے۔

لیلۃ القدر کی اہمیت ربّ العالمین نے سورۃ القدر میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ یہ قرآنِ حکیم شبِ قدر ہی میں نازل کیا گیا اور اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ یاد رہے ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر نہیں کہا اس سے بھی افضل قرار دیا۔ سورۃ القدر میں ارشادِ الٰہی ہے:

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ''یعنی شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

اس ارشادِ الٰہی سے شبِ قدر کی قدر و منزلت اور اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شبِ قدر کی عبادت نفلی عبادت ہے لیکن ربّ العالمین کے کرم نے اس کی عظمت دوچند کر دی ہے۔ تاہم سمجھ لیجیے کہ اس اجر و ثواب کی حیثیت بونس کی طرح ہے۔ ایک مزدور جب سال بھر محنت اور دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دیتا ہے تو مالک خوش ہو کر ایک دو ماہ کی تنخواہ بطورِ بونس یا انعام اسے دیتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ایک دو ماہ کام کرنے سے آزاد اور فارغ ہے بلکہ یہ انعام یا بونس تو اس کی اضافی مدد ہے اور روزمرّہ کے فرائض کی بجا آوری اپنی جگہ مسلّم اور لازم ہے۔

Marfat.com

شبِ قدر ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اور انتیسویں راتوں میں سے ایک ہے اور اس کی تلاش ہمارے ذمے ہے۔ تلاش کے اس ارشاد میں بھی حکمت پوشیدہ ہے۔ اگر شبِ قدر کا تعین کر دیا جاتا کہ خاص فلاں رات شب قدر ہے تو گمان غالب تھا کہ لوگ صرف اسی ایک رات میں عبادت و ریاضت کا اہتمام کرتے مگر پروردگار رجوع الی اللہ کے جذبے کو بیدار رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے ایسے مواقع مہیا فرماتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ قرآن شبِ قدر میں نازل ہوا اور دوسری جگہ فرمایا گیا کہ قرآن کا نزول ماہِ رمضان میں ہوا۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ شبِ قدر ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات ہے۔ پھر نبی مکرم ﷺ نے مزید نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں اس کا امکان زیادہ ہے لہٰذا ان راتوں میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے نہ کہ کسی ایک رات ہی کو متعین کر لیا جائے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے، ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل پڑھیں گے، ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اسی طرح جو لوگ شبِ قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

سورۃ القدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے زمین پر آنے اور طلوعِ فجر تک رہنے کا ذکر آتا ہے۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا (عبادت میں مشغول) ہو۔

Marfat.com

غرض یہ کہ شبِ قدر کے فضائل اور انعامات و اکرامات بے شمار ہیں۔ اصل بات تو انھیں سمیٹنے اور ان سے دامن بھرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو بے پایاں و بے کراں ہے۔ وہ دلوں اور نیتوں سے بخوبی آگاہ ہے اور اسی کے مطابق عمل کا بدلہ عطا فرماتا ہے اور اگر نیت و اعمال میں اخلاص نظر آئے تو وہ بے حد و حساب نوازنے پر قادر ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ جب شبِ قدر کی فضیلت قرآن و حدیث سے اس قدر ثابت ہے تو قادرِ مطلق ہمیں کس درجے اجر و ثواب سے نواز سکتا ہے۔ بلا شبہ ہمیں رجوع الی اللہ کے جذبے کو بیدار کرنا چاہیے۔ اخلاصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی طرف راغب ہونا چاہیے اور پھر اجر و ثواب کا معاملہ ربّ العالمین پر چھوڑ دینا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ وہ ہمیں مایوس نہیں فرمائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شبِ قدر کے گہر ہائے گراں مایہ سے اپنا دامن بھرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

نوافل کا ایک خاص فائدہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

ترمذی اور نسائی کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حُریث بن قبیصہ تابعی بیان کرتے ہیں ''مدینہ طیبہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے کسی صالح بندے کی صحبت میسر فرما۔ پھر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا ''میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح بندے کی صحبت نصیب فرما (اور میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں) آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے نفع مند بنائے گا۔''

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی۔ فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اس کی نماز جانچی جائے گی پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام و نامراد رہ جائے گا پھر اگر اس کے فرائض میں کمی وکسر ہوئی تو ربِ کریم فرمائے گا ''دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرۂ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سُنتیں یا نوافل) ہیں؟ تاکہ ان سے اس کے فرائض کی کمی وکسر پوری ہو سکے پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں نوافل کی اہمیت و افادیت بیان

Marfat.com

ہوئی ہے۔ نوافل جمع ہے نفل کی۔ عربی اصطلاح اور شرع میں اس سے مراد وہ نیک کام ہے جو بندہ اپنی مرضی و منشا سے انجام دیتا ہے۔ گویا یہ فرض نہیں ہوتا۔ نہ کرنا گناہ نہیں لیکن کرنے سے ثواب ضرور ملتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے علاوہ بھی سال بھر میں مختلف اوقات میں روزے رکھتا ہے تو یہ نفلی روزے ہوں گے یا مقررہ یعنی فرض نمازوں کے علاوہ اگر اضافی نمازیں پڑھتا ہے تو یہ نفلی نمازیں کہلائیں گی۔ بعض نفلی نمازوں کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً: صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃِ استخارہ، صلوٰۃ الحاجات، صلوٰۃ الاستغفار یا چاشت اور اشراق کی نمازیں۔ یہ اور ان جیسی دیگر عبادات نفلی ہونے کے باوجود امّت کے لیے بے شمار فوائد کی حامل ہیں۔ مثلاً قرآن پاک کی سورۃ القدر میں شبِ قدر کی عبادت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝

"یعنی اس ایک رات کی عبادت کا ثواب اور اجر ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔"

اسی طرح صلوٰۃ الاستغفار یا صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کے فضائل و برکات بھی احادیث میں بیان ہوئے ہیں لیکن اس درجے فضائل و برکات سے نوازے جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم صرف شبِ قدر میں عبادت کر لیا کریں اور پورے سال نماز کے قریب بھی نہ جائیں۔ یاد رکھیے کہ فرائض سے چشم پوشی کے سبب ہم نوافل کے فضائل سے بھی محروم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک مثال سے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک شخص فیکٹری میں ملازم ہے۔ وہ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے بعد اوور ٹائم بھی کرتا ہے اور سال بھر کے بعد فیکٹری کا مالک دو مہینے کی اضافی تنخواہ بھی بونس کے طور پر دیتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اوور ٹائم اور بونس کا فائدہ صرف وہی ملازمین اٹھا سکتے ہیں جو مقررہ اوقات میں بھی محنت سے کام کرتے ہیں۔ اگر کوئی ملازم دن کے مقررہ اوقات میں کام نہ کرے لیکن اوور ٹائم یا بونس کا فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ بات درست ہے کہ اگر مالک نے دو ماہ کی تنخواہ بونس کے طور پر دے دی ہے تو وہ اب دو ماہ تک کام

Marfat.com

پڑھی نہ جائے گویا فرائض کی ادائیگی ہی نوافل سے فیض یاب ہونے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے البتہ کسی مجبوری کے سبب اگر کوئی کمی وکسر رہ جائے تو اس کا ازالہ متذکرہ حدیثِ پاک کی روشنی میں نوافل سے ممکن ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ عبادت اور عبودیت میں ایک لطیف لیکن بنیادی فرق ہے۔ عبودیت کا مطلب ہے کہ رب جو کرے عبد یعنی بندہ اس پر راضی ہو لیکن عبادت یہ ہے کہ بندہ وہ کرے جو اللہ کی رضا ہو۔ مطالب الحقانی کے مطابق عبادت کے تین مراتب ہیں اوّل یہ کہ بندہ ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے اللہ کی عبادت کرے۔ دوم یہ کہ ثواب کے لیے عبادت کرے اور مرتبہ اخلاص سے باہر نہ نکلے اور سوم یہ کہ عبدیت کا مقامِ اشرف حاصل کرنے کے لیے عبادت کرے اس کے علاوہ کوئی طلب نہ ہو۔

دعا عبادت کی ایک عمومی غیر رسمی شکل ہے لیکن شریعت کی طرف سے نافذ عبادات میں نماز کو اپنی رسمی شکل میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ اس میں نیت اور اخلاص ضروری شرائط ہیں جن کے سبب بندے کو اللہ کی رضا کے سوا کچھ درکار نہیں ہوتا اور بشری پہلو کے تحت اپنی بے بسی اور اللہ سے استعانت کا ایک احتیاجی پہلو بھی سامنے آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبادت ربّ العالمین کا اس کے بے پایاں انعام کی وجہ سے بندے پر حق ہے اور یہ امر فطری طور سے بندے (مخلوق) کے وجدان میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور انعام واکرام حاصل کرنے کی خواہش اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب ہم اخلاصِ نیت اور خشوع وخضوع کے ساتھ فرائض کے ساتھ ساتھ سنتوں اور نوافل سے بھی اپنی زندگیوں کو روشن رکھیں۔ سورۃ الدھر کی آیت ۲۵ اور ۲۶ میں ارشادِ ربانی ہے:

> ”اور صبح وشام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو اور رات کو بڑی دیر تک اس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔“

Marfat.com

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً یعنی اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کیا کرو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب نصیب فرمائے اور اپنے ان خوش نصیب بندوں میں شامل فرمائے جو رحمت و مغفرت کے ایسے اعلانات کو سُن کر ان سے فائدہ اٹھاتے اور ان کا حق ادا کرتے ہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

جماہی کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کی ہدایت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو چاہیے کہ وہ اپنا ہاتھ رکھ کے منہ بند کر لے کیوں کہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں بظاہر ایک چھوٹے اور معمولی سے عمل کی بابت ہدایت فرمائی گئی ہے مگر یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ اصل میں تو ہر بات ہی چھوٹی سی ہوتی ہے اگر اسے اہمیت نہ دی جائے۔ جس بات کو اہمیت دی جائے وہی بات بڑی ہو جاتی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطری تقاضوں کا بے حد خیال کرتا ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات اس کے احاطے میں رہتی ہے۔

انسان جب زندگی گزارتا ہے تو اسے صرف بڑی بڑی باتوں کا سامنا ہی نہیں ہوتا بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے امّت کو اس بارے میں بھی واضح ہدایات دی ہیں کہ بات چیت اور گفتگو میں کن باتوں کا لحاظ رکھا جائے اور ظرافت و مزاح کی حدود و قیود کیا ہیں۔ اسی طرح کسی بات پر ہنسنے یا چھینک اور جماہی آنے، ایسے مواقع پر کیا رویّہ اختیار کیا جائے وغیرہ۔ اس ضمن میں نبی مکرم ﷺ کی ہدایات و تعلیمات کی روح یہ ہے کہ بندے کے لیے اپنے فطری اور معاشرتی تقاضوں کو وقار اور خوب صورتی کے ساتھ پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر حال میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

عظیم و بابرکت ذات اور اس کے ساتھ اپنی بندگی کی نسبت کو پیشِ نظر رکھنا لازمی ہے بلکہ پروردگارِ عالم کے احکامات اور اپنے عمل اور رویّے کے اخروی انجام کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں جماہی آنے پر انسانی کیفیت و حالت اور اس کے مضمرات کو بیان کیا گیا ہے۔ قریب قریب ہر شخص ہی جماہی کے تجربے یا کم از کم مشاہدے سے ضرور گزرتا ہے۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ جب کسی شخص کو جماہی آتی ہے تو جماہی لیتے وقت اس شخص کا منہ بہت بدنما انداز میں کھل جاتا ہے اور ہاہا کی مکروہ آواز منہ سے نکلتی ہے اور چہرے کی قدرتی شکل تبدیل ہو کر ایک بدنما ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ اس عمل سے قرب و جوار میں موجود افراد پر اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا اور ان کے دلوں میں بھی کراہت سی جنم لینے لگتی ہے۔ جو باہمی محبت کے لیے کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ ایسے ہی مضمرات کے انسداد کے لیے نبی پاک ﷺ نے نورانی ہدایات اس حدیثِ پاک میں بیان فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ جماہی آنے پر ہاتھ سے منہ کو بند کر لینا چاہیے حکمت سے خالی نہیں ہے اور یہ حکمت و ہدایت بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کر رہی ہے۔ مثلاً جب جماہی آنے پر منہ کو ہاتھ رکھ کر بند کر لیا جائے گا تو ایسا کرنے سے نہ صرف منہ کھلے گا نہیں بلکہ وہ مکروہ آواز بھی پیدا نہیں ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چہرے کی ہیئت بھی زیادہ متاثر نظر نہیں آئے گی۔ آگے چل کر اسی حدیثِ مبارکہ میں شیطان کے داخل ہونے کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس بارے میں شارحینِ حدیث نے بہت سی وضاحتیں فرمائی ہیں۔ مثلاً اس سے مراد شیطان کا حقیقی داخلہ بھی ہو سکتا ہے (جس کی حقیقت سے ہم آگاہ نہیں) اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسی حالت میں شیطان کو وسوسہ اندازی کا زیادہ موقع مل جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب جماہی لیتے وقت آدمی کا منہ پوری طرح کھل جاتا ہے تو شیطان کسی مکھی، مچھر جیسی چیز کو اڑا کر اس کے منہ میں داخل کر دیتا ہے۔

یہ بات تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور قرآنِ

Marfat.com

پاک میں بھی یہ بات صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف میں ارشادِ ربانی ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ یعنی کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور یہ دشمنی اس وقت سے جاری ہے جب سے وہ بارگاہِ ایزدی سے راندۂ درگاہ ہوا پھر قیامت تک نوعِ انسان کو گمراہ کرنے کی خصوصی اجازت حاصل کی۔ اب جس کا منصب ہی انسان کو نقصان پہنچانا یعنی گمراہ کرنا ہے اس سے فلاح و کامرانی کی توقع عبث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اسے اپنی نافرمانی کے سبب ذلت کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ اس کا انتقام لوگوں کو گمراہ کر کے لے رہا ہے اور قیامت تک کے لیے اسے اس ضمن میں کھلی چھٹی دی جا چکی ہے لیکن ہمیں بھی اس سے پوری طرح باخبر کر دیا گیا ہے تاکہ ہم شیطان کی چالوں میں نہ آئیں اور خود کو بربادی و گمراہی سے محفوظ رکھیں۔

جماہی کے حوالے سے صحیح بخاری میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ مبارک رقم کیا گیا ہے

"جماہی شیطان کی طرف سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے رکھے۔ اس لیے کہ جب کوئی جماہی میں ہاہا کرتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔"

اور اس ہنسنے پر ذرا غور فرمائیے تو یہ شیطان کو اپنی شیطانی چال میں کامیابی پر ہی آ رہی ہوتی ہے۔ ایسے وقت کے لیے نبی پاک ﷺ نے جو تعلیم فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جماہی لیتے وقت بائیں ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھے اور جماہی کے بعد پڑھے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی نہیں بچنا گناہوں سے اور نہیں طاقت نیکی کی مگر اللہ کی توفیق کے ساتھ۔

اور جماہی کے بعد پڑھے جانے والے ان کلمات کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا کہ

Marfat.com

یہ ننانوے امراض کا علاج ہے جن میں سے ادنیٰ غم ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی مکرم ﷺ کے حکمت بھرے ان نورانی ارشادات کو سمجھنے اور ان سے فیض یاب ہونے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے اور ہمارے قلب کو نور سے معمور فرما دے۔ آمین۔اور نبی پاک ﷺ کے فرمودات کو سمجھنے کی عقل عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نومولود کے کان میں اذان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد کی ایک حدیثِ مبارکہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو (آپ، نواسے) حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں نماز والی اذان پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب (آپ کی صاحبزادی) فاطمہ کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ متذکرہ حدیثِ پاک میں ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں صرف اذان پڑھنے کا ذکر فرمایا ہے جب کہ ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہنے کی تعلیم ملتی ہے۔ کنزالعمال میں (مسند ابویعلی موصلی کی تخریج سے) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے اور اس برکت و تاثیر کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے بچہ امّ الصّبیان کے مرض سے محفوظ رہے گا (جو شیطانی اثرات سے بھی ہوتا ہے)۔

خاتم النبیین نبی مکرم سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا یہ ایک خصوصی امتیاز ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے تمام تر پہلوؤں اور شعبوں کے بارے میں واضح ہدایات و تعلیمات موجود ہیں۔

اس حوالے سے جب ہم معاشرتی معاملات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ضرورت محسوس

Marfat.com

ہوتی ہے کہ عزیز واقارب، چھوٹوں بڑوں اور اپنوں پرایوں کے ساتھ جن سے زندگی میں ہمارا واسطہ پڑتا ہے کس طرح پیش آئیں؟ کیسا برتاؤ کریں اور کس کے کس پر کیا حقوق ہیں؟ اسی طرح لین دین، خرید وفروخت، تجارت وزراعت، قرض وامانت یا مزدوری اور کرایہ داری ایسے دیگر معاملات کے بارے میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات و ارشادات کیا ہیں اور ان کی کون سی شکلیں جائز اور کون سی ناجائز ہیں؟ غور فرمایئے تو واضح ہوگا کہ ہدایتِ ربانی اور خواہشِ نفسانی نیز احکامِ شریعت اور دنیوی مصلحت ومنفعت کی کشمکش معاشرت ومعاملات کے میدان میں زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وفرماں برداری اور اس کے رسول اور اس کی شریعت کی اتباع جیسا امتحان ان میدانوں میں ہوتا ہے دوسرے کسی میدان میں نہیں ہوتا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی وجہ سے بنی آدم کو فرشتوں پر نوعی فضیلت حاصل ہوئی ورنہ ظاہر ہے کہ ایمان ویقین اور ہمہ وقتی ذکر وعبادت اور روح کی لطافت وطہارت میں انسان فرشتوں کی برابری بھی نہیں کرسکتا۔

معاشرتی احکامات وہدایات کا سلسلہ بچے کی پیدائش ہی سے شروع ہوجاتا ہے اور والدین کے فرائض کی گویا ابتدا ہوجاتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ سب کام اور ذمہ داریاں فرض ہوں بلکہ ان میں سے بعض سنن اور مستحبات کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ماں باپ کی فطری محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے جو کچھ بھی بن پڑتا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہر بات کو فرض سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ دنیا میں آنے والا لڑکا ہو یا لڑکی سنتِ نبوی ﷺ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے۔ یہ نومولود بچے کا اپنے گھر والوں پر پہلا حق ہے۔ یوں گویا اذان واقامت کے ذریعے اس کے دل ودماغ کو اللہ کے نام اور اس کی توحید نیز ایمان ونماز کی دعوت وپکار سے آشنا کیا جاتا ہے۔ اذان واقامت میں دینِ حق کی بنیادی تعلیم اور دعوت انتہائی مؤثر انداز میں دی گئی ہے بلکہ متعدد احادیث میں یہ بھی تعلیم فرمائی گئی ہے کہ اذان واقامت سے نہ صرف شیطان بھاگتا ہے بلکہ یہ بچے کی حفاظت کی بھی ایک تدبیر ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے نہ صرف نومولود کے کان میں اذان واقامت پڑھنے کی تعلیم دی بلکہ تکمیلِ عمر یعنی موت آجانے پر غسل دینے، کفن پہنانے اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی

Marfat.com

ہدایت بھی فرمائی۔ اس طرح گویا یہ اچھی طرح بتا دیا بلکہ جتا دیا کہ مومن کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے اور وہ بس اس طرح گزارنی چاہیے جس طرح اذان کے بعد نماز کے انتظار اور اس کی تیاری میں گزرتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مسلمان بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے اور آخری حق یہ ہے کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے فرائض جاننے، سمجھنے اور ان پر احسن طریقے سے عمل کرنے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

اولاد سے محبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخاری شریف، کتاب الآداب کی ایک حدیث مبارکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چند دیہاتی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے ''کیا آپ اپنے بچوں کو پیار سے چومتے ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہاں'' وہ عرض کرنے لگے ''ہم تو ایسا نہیں کرتے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں سے رحمت (کی صفت) نکال دے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ حدیثِ پاک میں اولاد کے بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو انسانی معاشرہ حقوق و فرائض ہی سے یک جان ہے۔ ایک طرف جہاں کسی کے حقوق کا ذکر ہے تو دوسری طرف اس کے فرائض بھی متعین ہیں اور حقوق و فرائض کی ادائیگی ہی معاشرے میں امن و سکون، محبت اور بھائی چارے کی ضامن ہے۔ جس معاشرے میں ایسا نہیں ہے وہ سکون جیسی نعمت سے محروم ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایک شخص کا حق ہی دوسرے کا فرض ہے۔ مثلاً استاد کا جو حق ہے وہ شاگرد کا فرض ہے اور شاگرد کا جو حق ہے وہ استاد کا فرض ہے یا یہ کہ شوہر کا جو حق ہے وہ بیوی کا فرض ہے اور جو بیوی کا حق ہے وہ شوہر کا فرض ہے۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اُس کے حقوق اور والدین کے فرائض کی ادائیگی کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ کان میں اذان دینا، تحنیک کرنا یعنی منہ میں میٹھا ڈالنا، اچھا نام تجویز کرنا، عقیقہ کرنا، سر کے بال اتروانا اور ان کے ہم وزن چاندی کا صدقہ دینا، حسنِ ادب اور

Marfat.com

زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا، ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کرنا اور شادی بیاہ کا اہتمام کرنا وغیرہ۔

یہ چند پہلو جو میں نے ابھی ذکر کیے ہیں ذرا غور فرمایئے کہ ان میں سے کس کس پہلو پر ہم اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ مثلاً بچے کا نام رکھنے ہی کو لے لیجیے۔ آج کل عجیب رجحان ہے لوگ انتہائی عجیب وغریب نام رکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اس نام کا مطلب اور درست تلفظ کیا ہے اور اس کا اثر بچے کی شخصیت پر کیا پڑے گا؟ مگر خواہش ہوتی ہے کہ ایسا اچھوتا نام رکھا جائے جو خاندان میں کسی کا نہ ہو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنی اولاد کو جو تحفہ دیتا ہے وہ اس کا نام ہے، لہٰذا چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے، یہی ارشاد حضور ﷺ کے صحابی ابی الدرداؓ نے روایت کیا ہے کہ نام اچھے رکھا کرو۔ (سنن ابو داؤد)۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ نام کا اثر شخصیت پر پڑتا ہے اور نام کا تعلق دنیا ہی سے نہیں آخرت تک وابستہ ہے۔ مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن تم اپنے اپنے آبا کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔"

اچھے ناموں کے بعد اچھے کردار اور سیرت کی تعمیر بھی والدین کے ذمے ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت سعید بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسنِ ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔

سیرت و کردار کی تعمیر میں والدین کی بچوں سے محبت، پیار اور شفقت بھی اہمیت کی حامل ہے۔ متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بچوں سے پیار کرنا، انہیں بوسہ دینا یعنی چومنا اللہ کی رحمت ہے۔ جن کے دل اللہ کی رحمت سے سرشار ہوں وہ اپنے بچوں سے بے انتہا پیار اور محبت کرتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور بچوں کو بھی آپ ﷺ سے بہت پیار تھا۔ پہروں حضور ﷺ کا مسجد سے باہر نکلنے کا انتظار کرتے۔ باہر تشریف لاتے تو کوئی

Marfat.com

ایک انگلی پکڑ لیتا کوئی دوسرے ہاتھ کی انگلی پکڑ لیتا۔ کوئی دامن سے چمٹ جاتا۔ بے شمار درود و سلام ہوں نبی پاک ﷺ پر کہ آپ ﷺ کسی سے نہ اکتاتے اور نہ کسی کو نظر انداز کرتے تھے۔

آپ ﷺ رات کو کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے تھے لیکن اس دوران بھی اگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں آجاتی تو فوراً اٹھ بیٹھتے۔ جا کر اس کے والدین کو جگاتے اور بچے کو خاموش کراتے۔ اللہ اکبر! کتنا پیار تھا ہمارے ہادی و رہبر کو ان معصوم بچوں سے اور جن کے دل میں اتنی محبت و رحمت ہو بھلا وہ ہمارے لیے اس کی روشنی کیوں کر نہ پہنچاتے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دن اقرع تمیمی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ بیٹھے حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے۔ اقرع رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ بولے یا رسول اللہ ﷺ! میرے دس فرزند ہیں، میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اقرع رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے اور ان سے پیار و محبت کرنے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

ہبہ کرتے وقت اولاد میں فرق کرنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے ساتھ لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح غلام ہبہ کیے ہیں؟'' انھوں نے عرض کیا ''نہیں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر اس سے بھی واپس لے آؤ۔''

حدیثِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں غلام ہبہ کیے جانے کا ذکر ہے۔ ہبہ کے لغوی معنی بخشنے، عطا کرنے یا عنایت کرنے کے ہیں گویا کسی کو کوئی چیز بلا قیمت اس طرح دی یا بخشی جائے کہ اسے اس کا مالک بنا دیا جائے، ہبہ کہلاتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اولاد کے لیے انسان کے دل میں بے حد محبت پیدا کی ہے۔ انسان ہزار صعوبتیں اٹھا کر اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے اور اس کے مستقبل کے تانے بانے بنتا ہے۔ جو اولاد فرماں بردار ہو، اس پر صدقے واری جاتا اور نافرمان اولاد سے کڑھتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مال و اولاد تو ابتلا و آزمائش میں مبتلا کرنے والی ہیں۔

سورۃ الانفال کی آیت ۲۸ میں ارشادِ خداوندی ہے:

''اور جان رکھو کہ تمھارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس نیکیوں کا بڑا ثواب ہے۔''

سورۃ المنافقون آیت ۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''مومنو! تمھارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا

Marfat.com

کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

اور سورۃ التغابن کی آیت ۱۵ میں فرمایا:

"تمھارا مال اور تمھاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔"

مسند احمد اور سنن ابی داؤد کی ایک حدیثِ مبارکہ میں محمد ابنِ خالد اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بندۂ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پا سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمے اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے، یہاں تک کہ ان مصائب و تکالیف اور ان پر صبر کرنے کی وجہ سے اس بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جو اس کے لیے پہلے سے طے ہو چکا تھا۔

اولاد فرماں بردار ہو یا نافرمان والدین پر اس کے حقوق کا معاملہ اپنی جگہ ہے اور ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی کے معاملے میں اولاد کے درمیان کسی بھی طرح کی تفریق روا نہ رکھے اور مساوات و برابری کے شرعی تقاضے پورے کرے۔ متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں بھی ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنے اور باقیوں کو اس سے محروم رکھنے کا سن کر آپ ﷺ نے اس ایک بیٹے سے بھی غلام واپس لینے کی بات کہی۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور ناانصافی و عدم رواداری کو ناپسند کرتا ہے، لہٰذا انصاف اور رواداری کا تقاضا تو یہی ہے کہ تمام اولاد کو برابر سمجھا جائے اور جو کچھ ان کے درمیان تقسیم کیا جائے وہ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہو۔

انسان زندگی بھر دوڑ دھوپ کر کے بہت سا مال و اسباب جمع کرتا ہے اور موت کا معین وقت آنے پر خالی ہاتھ اس دنیا سے آخرت کو سدھار جاتا ہے پھر جو وراثت تقسیم ہوتی ہے اس کے لیے بھی اسلام نے واضح اصول بتائے ہیں مگر بعض لوگ اپنی زندگی میں ہی اپنی جمع پونجی کو تقسیم کر ڈالتے ہیں۔ کچھ مال اولاد میں بانٹ دیتے ہیں اور کچھ اپنی آخرت بہتر بنانے کے لیے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتے ہیں۔ یہاں متذکرہ حدیثِ پاک کی روشنی میں جو بات توجہ طلب ہے وہ مال و اسباب کا اولاد میں منصفانہ اور دیانت

Marfat.com

دارانہ انداز میں تقسیم کرنا ہے۔ اپنی پسند و ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر سب کو اس کا حق دینا ہے اور یہ جو کچھ دیا جا رہا ہے عنایت و بخشش کیا جا رہا ہے یہی ہبہ ہے۔ ہبہ کرنے کے بعد اب اولاد اس کی مالک ہے۔ اس سے پھر یہ مال و اسباب واپس لینا روا نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''اپنے ہبہ کو واپس لینے والا کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو چاٹتا ہے۔''

پھر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عمریٰ جائز ہے یعنی کسی کو عمر بھر کے لیے کوئی چیز دے دینا۔''

یہی بات صحیح مسلم کی ایک اور حدیثِ مبارکہ میں یوں آتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے مال کو اپنے پاس رکھو ضائع اور خراب نہ کرو جس شخص نے کسی کو کسی چیز کا عمر بھر کے لیے مالک بنا دیا وہی اس کا حقیقی مالک ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور اس کے وارث اس کے مالک ہیں۔''

ہبہ کے حوالے سے اگر شرعی اصول و تعلیمات پیشِ نظر رہیں تو انسان مال و اولاد کی ابتلا و آزمائش سے بہ حسن و خوبی گزر جاتا ہے اور کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض ایمان والے بندے یا ایمان والی بندی پر اللہ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں۔ کبھی جان پر، کبھی مال پر اور کبھی اولاد پر اور اس کے نتیجے میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور میں اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں زندگی کے تمام معاملات شریعت اسلامی کی روشنی میں طے کرنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نبی مکرم ﷺ کا مزاح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاۤءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بڑھیا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے درخواست کی: ”میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس لوٹی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُسے بتاؤ کہ جنت میں وہ بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان ہوکر داخل ہوگی)۔ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: ”ہم نے ان کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا اور شوہروں کی پیاریاں اور ہم عمر۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں نبی مکرم ﷺ کے مزاح کی ایک مثال بیان ہوئی ہے اور صراحتاً ارشادِ خداوندی بھی بیان ہوا ہے۔ اس بات سے تو آپ سب واقف ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کی ذات ہر طرح مکمل اور اکملیت کے درجے پر فائز تھی۔ آپ ﷺ کے چہرے سے جہاں کبھی ناراضگی یا غصّے کا اظہار ہوتا تھا وہاں خوشبو اور مسکراہٹ بھی آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر دیکھی جاسکتی تھی۔ اسی طرح حسنِ مزاح بھی آپ کی طبیعت کا حصّہ تھی۔ آپ ﷺ گاہے گاہے مزاح بھی فرماتے تھے۔

مذکورہ حدیث پاک میں سورۃ الواقعہ کی آیت ۳۵ تا ۳۷ بھی بیان ہوئی ہیں جو آپ ﷺ کے اظہارِ مزاح کی وضاحت وصراحت کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ہم نے ان بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے اس کے بعد کہ جب وہ بالکل پھونس بڑھیا تھیں ہم نے انھیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش

Marfat.com

میں پیدا کیا۔ وہ اپنی ظرافت و ملاحت، حسنِ صورت اور جسامت، خوش خلقی اور حلاوت کے سبب اپنے خاوندوں کو بہت پیاریاں ہیں۔"

ربّ العالمین کے اس کلام سے بوڑھی عورتوں کا جوان کیے جانے اور خاوندوں کی محبوبہ بیان کرتے ہوئے ان کے دلوں میں جگہ پانے کی بات وضاحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ ان آیاتِ مبارکہ کی مزید تفصیل کے لیے قرآنی تفاسیر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس محدود وقت میں ان آیاتِ مبارکہ کی تشریح و تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ سے جڑی اس حدیثِ پاک کو اس طرح آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انھیں نو عمر کر دیا ہے اور روایت میں آتا ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا بوڑھی تھیں اللہ ان سب کو ایسا کر دے گا۔ اعرابیوں کا حضور اکرم ﷺ کے سامنے آنا اور بہت سی باتیں پوچھنا یقیناً ان کے اور صحابۂ کرام کے علم میں اضافے کا باعث ہوتا تھا۔ حافظ ابو بکر احمد بن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور ﷺ کے سامنے آنا اور آپ ﷺ سے مسائل پوچھنا ارد گرد بیٹھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی علم میں اضافہ کرتا تھا۔

ابتدا میں جو حدیثِ مبارکہ بیان ہوئی ہے اس سے جہاں نبی مکرم ﷺ کی حسِ مزاح کا پتا چلتا ہے وہاں اہلِ جنت کے معاملات و حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ دنیوی حالات و معاملات کے حوالے سے بھی آپ ﷺ کے مزاح کی مثالیں موجود ہیں۔ جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ مانگا۔ آپ نے فرمایا: "میں تجھے سواری کے لیے اونٹنی کا بچّہ دوں گا۔ اس نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کے بچّے کا کیا کروں گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اونٹ اونٹنیوں کے بچّے ہی تو ہوتے ہیں۔"

آپ نے غور فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ مزاح کے معاملات میں بھی بہت محتاط رہتے تھے۔ آج ہم اپنے معاشرے پر ایک نظر ڈالیں تو ہنسی مذاق یا مزاح تو بہت عام نظر آتا ہے مگر اس میں سچائی کا عنصر مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ غلو اور جھوٹ کا تناسب غالب آ گیا

Marfat.com

ہے۔ بات بات میں خصوصاً ہنسی مذاق اور مزاح کی باتوں میں جھوٹ کا چٹخارہ عام ہے۔ ان معاملات میں جب تک جھوٹ شامل نہ کرلیں تسکین محسوس نہیں کرتے بلکہ حدتو یہ ہے کہ جھوٹ جس قدر زیادہ اور بڑا ہوتا ہے بولنے والے اسی قدر خوشی اور طمانیت محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی اس سلسلے میں احتیاط ملاحظہ فرمایئے۔

''جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ''میں (مزاح میں بھی) حق بات ہی کہتا ہوں۔''

یہ ہے نبی مکرم ﷺ کا مزاح اور حق گوئی اور سچائی جو اپنی جگہ اٹل اور مسلّم ہے۔ کاش! ہم بھی ان حقیقتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے جملہ معاملات کے ساتھ ساتھ مزاح میں بھی نبی پاک ﷺ کی پیروی کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا:

''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے والدین، اولاد اور ساری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا۔''

حدیثِ انس رضی اللہ عنہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ مبارکہ میں مومن کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ آپ ﷺ سے محبت کرتا ہو۔ جس محبت کا ذکر اس حدیثِ پاک میں کیا گیا ہے اس سے مراد طبعی اور غیر اختیاری محبت نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اختیاری محبت کی جائے یعنی رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کو سب پر مقدم رکھا جائے حتیٰ کہ ماں، باپ، اولاد اور دوست آشنا سب کی اطاعت و تعمیل پر مقدم سمجھنا۔ یہی اطاعت اور محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا اور ایمان ہے۔

ایمان کے لغوی معنیٰ ماننے، بے خوفی و امان نیز عقیدے، مذہب اور دھرم کے ہیں جبکہ اصطلاح میں ایمان کفر کی ضد اور اسلام کا مترادف ہے تاہم قرآنِ پاک کی بعض آیات سے اسلام اور ایمان الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستر سے بھی کچھ زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ تو لا الٰہ الاّ اللہ کا قائل ہونا یعنی توحید کی شہادت دینا ہے اور ادنیٰ اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ایمان اسلام کا بنیادی جز ہے اور ایمان کے بغیر اسلام

Marfat.com

مکمل نہیں ہوتا۔ گویا ایک شخص مسلمان تو ہے مگر مومن اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کا ایمان کامل ہو اور ایمانِ کامل نبی مکرّم ﷺ کی محبت و اطاعت ہے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۳۱ اور ۳۲ میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایمان کی حلاوت اسی کو نصیب ہوگی جس میں تین باتیں پائی جائیں گی۔ ایک یہ کہ اللہ اور رسول کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لیے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی نفرت اور اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک میں جا بجا رسولِ مکرّم ﷺ کی اطاعت و محبت کے مختلف پہلو بیان ہوئے ہیں مثلاً سورۃ الحشر کی ساتویں آیت میں فرمایا گیا

"جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اسی طرح سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۳۲ میں ارشاد ہوا:

"اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اسی طرح سورۃ النساء کی ۵۹ ویں آیت میں فرمایا گیا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی نیز اپنے میں سے صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔"

سورۃ النساء کی یہی بات بخاری شریف کی ایک حدیثِ پاک میں کہی گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی

Marfat.com

فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

رسولِ پاک ﷺ کی محبت و اطاعت کے حوالے سے اس مختصر سے وقت میں جو پہلو بیان ہو سکے ہیں امید ہے کہ وہ زندگی کے راستوں میں چراغِ راہ کا کام دیں گے۔ یوں تو پورا قرآن ہی شانِ رسول ﷺ بیان کرتا اور زندگی بسر کرنے کا کامل دستور فراہم کرتا ہے مگر جب ہم قرآنِ کریم کے لفظوں پر غور کرتے ہیں تو عشقِ رسول ﷺ کے نہ صرف مختلف پہلو سامنے آتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو اسوۂ حسنہ قرار دے کر ربّ العالمین نے اپنے محبوبؐ سے محبت و اطاعت کو تمام کر دیا ہے۔

سورۃ الاحزاب کی اکیسویں آیت میں فرمایا گیا

''تم کو اللہ کے پیغمبر کی پیروی کرنی بہتر ہے یعنی اس شخص کو جسے اللہ سے ملنے اور روزِ قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

عشقِ رسول ﷺ کے اسی پیغامِ ربّانی کو علامہ اقبال نے جوابِ شکوہ میں بہت خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان فرمایا کہ:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت و اطاعتِ رسول کو اپنے خاص بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کانَ حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نبی مکرم ﷺ کی سچی و پکی محبت و اطاعت سے معمور فرمائے اور ہماری کامل حیات کو اس نورِ خاص سے منوّر فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مقام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آرہی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن میں شوربا یا کھانا یا پانی ہے (مراد یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین چیزوں میں سے کسی ایک کا نام لیا تھا اور مغالطہ راوی کو ہے) لہٰذا جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو انھیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے گا اور جنت میں مُجوف دار موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری دیجیے گا۔ جس میں نہ شوروغل ہوگا اور نہ کسی قسم کی تکلیف۔"

بیان کردہ حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا نکاح مکہ میں حضرت خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا سے کیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی۔

بیان کردہ حدیثِ مبارکہ میں جو واقعہ بیان ہوا ہے یہ اس زمانے کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت کے لیے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی کئی روز تک وہاں عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں مثلاً ستّو اور پانی وغیرہ آپ اپنے ساتھ لے جاتے تھے تاکہ خلوت گزینی میں بھوک اور پیاس کا غلبہ مُخِل نہ ہو۔ ایک دن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانے پینے کا کچھ

Marfat.com

سامان لے کر خود غارِ حرا پہنچیں اور مذکورہ سعادت و بشارت سے سرفراز کی گئیں۔

واضح رہے کہ عام طور پر تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلوت گزینی کے لیے غارِ حرا میں جانا اور وہاں عبادت و ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا اس زمانے کا معمول تھا جب آپ ﷺ خلعتِ نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کی آمدورفت شروع نہیں ہوئی تھی لیکن اس میں بھی کچھ استبعاد نہیں کہ نبوت کے مرتبے پر فائز ہونے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جانے کے بعد بھی کچھ عرصے آپ ﷺ نے یہ معمول جاری رکھا ہو اور انھیں دنوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کسی دن آپ ﷺ کا کھانا لے کر غارِ حرا تشریف لائی ہوں۔

حدیثِ مبارکہ میں پہلی بات کہی گئی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے رب اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے سلام کہیے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ربّ العالمین کا سلام ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی سلام کہلایا تھا لیکن اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔

آگے چل کر حدیثِ پاک میں جوف دار موتیوں کے گھر کی بشارت دی گئی ہے۔ قصب کا اطلاق اس موتی پر ہوتا ہے جو بہت بڑا ہو اور اندر سے کھوکھلا ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ جنت کے محلات پر جو گنبد ہوں گے وہ دراصل قبّوں جیسے بڑے بڑے موتی ہوں گے جن کے اندر خلا ہوگا لہٰذا اس جملے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس محل کا گنبد ایک پورا موتی ہوگا یا یہ کہ وہ پورا محل موتی کا ہوگا۔ یعنی ایک اتنا بڑا موتی ہوگا جس کے اندر کا خلا ایک پورے محل پر محیط ہوگا۔

حدیثِ مبارکہ کے آخر میں جنت کے متذکرہ محل کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ کہا گیا جس میں نہ شور وغل ہوگا اور نہ کسی قسم کی تکلیف۔ بطورِ خاص ان دونوں چیزوں کی نفی اس اعتبار سے کی گئی ہے کہ دنیاوی گھروں میں رہنے والوں کو انھیں دو ناگوار چیزوں کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک شور وغل اور دوسرے وہ محنت و مشقت اور تکلیف و تکان جو گھروں کو بنانے اور سنوارنے سجانے میں ہوتی ہے۔

Marfat.com

لہٰذا پروردگارِ عالم کے بنائے ہوئے محلات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا جارہا ہے کہ جنت کے محلات ایسی ناگوار اور تکلیف دہ چیزوں سے خالی ہوں گے۔

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بشارت گویا اس مقام کا اعلان تھا جو انھیں اس بات کے بدلے میں عطا ہوا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام کو سب سے پہلے بخوشی قبول کرلیا تھا۔ انھوں نے اللہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنا آبائی دین یک لخت اس طرح ترک کردیا کہ نہ تو کسی طرح کا شور شرابا ہونے دیا اور نہ ہی بحث و تکرار اور پروردگارِ عالم کو یہ ادا ایسی بھائی کہ اپنے سلام سے نوازا اور جنت کے محل کی بشارت دی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مقام و منصب کو سمجھنے اور اس کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بہترین عورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں بہتر عورت کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ عورت جس کو اس کا شوہر دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے، شوہر حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنے بارے میں اور اپنے مال کے بارے میں ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس کو شوہر ناپسند کرتا ہو۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جو عورت اپنی جان و مال سے اپنے خاوند کی خوشنودی میں لگی رہتی ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے اچھی عورت ہے۔ بیوی، عورت کے مختلف روپ اور رشتوں میں سے ایک ہے اور میاں بیوی کا رشتہ ایسا سابقہ ہے کہ ساری عمر اسی بندھن میں بسر کرنا ہوتی ہے۔ اگر دونوں کا دل ملا ہوا ہے تو اس سے بڑھ کر نعمت کوئی نہیں اور اگر خدانخواستہ دونوں کے دلوں میں فرق آ گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ گھر میں بیوی کا وجود سراپا رحمت ہے اگر کوئی اس پاکیزہ رشتے کو حقیر سمجھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ سورۃ الرّوم کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کو اپنی ایک نشانی قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھارے وجود سے تمھاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون و تسکین پاؤ اور اس نے تمھارے مابین شفقت و رحمت پیدا کر دی بلاشبہ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

Marfat.com

متذکرہ حدیثِ پاک میں بیوی کے چند فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان فرائض میں سرِ فہرست اپنے خاوند کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ ظاہر ہے یہ پابندی غلط احکام اور بے جا باتوں کی نہیں بلکہ دائرہ شریعت اور اخلاقی و معاشرتی اقدار کے اندر رہتے ہوئے ہی ہوگی۔ ایک مسلمان صالح بیوی کا اکملیت کے ساتھ اطاعت گزار اور وفا شعار ہونا اس کی سب سے بڑی خوبی بیان کیا گیا ہے۔ امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند مثالوں سے اس نکتہ کی وضاحت فرمائی جن سے واضح ہوتا ہے کہ بیویوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اپنے خاوندوں کے آگے غلاموں کی طرح سجدہ ریز ہوں، درحقیقت اس سے اطاعت و فرماں برداری کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسرا پہلو اس حدیثِ مبارکہ سے حفظِ ناموس اور حفاظتِ خانہ کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ اپنی ناموس اپنے خاوند کی عزّت اور اپنے گھر بار کی حفاظت ہر خاتونِ خانہ کا مقدس فریضہ ہے۔ حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ نے نبی مکرّم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس کا موضوع سے متعلق حصّہ یہ ہے۔

"اے مردو! تمھارا حق تمھاری بیویوں پر یہ ہے کہ تم جسے پسند نہیں کرتے ہو وہ اسے تمہارے بستر پر نہ آنے دیں اور تم جسے برا خیال کرو وہ اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔"

خاوند کی خوشی اور خواہش کا احترام بھی اس حدیثِ مبارکہ کا موضوع ہے۔ اس سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث بھی قابلِ ذکر ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تین ایسے افراد ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی اوپر جاتی ہے۔ ان میں سے ایک وہ عورت ہے جس سے اس کا شوہر ناخوش ہو۔"

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں ایک مسلمان بیوی کے چند فرائض یاد دلائے گئے ہیں مگر

Marfat.com

افسوس کہ طوفانِ مغرب نے آج کی عورت کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ وہ مغرب کی اندھی تقلید میں جانے کیسے کیسے حقوق کی طالب ہے اور اس نے فرائض سے کُلّی طور پر آنکھیں موند لی ہیں۔ حالاں کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں ہر شخص کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا ہے۔ وہ عورت جو اسلام سے پہلے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دی جاتی تھی جنت ایسی قیمتی متاع کو اس کے قدموں میں ڈال دیا۔ اب بھی اگر عورت اپنے حقیقی منصب کو نہ پہچانے اور مغرب کی تقلید میں چلتی رہے تو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مغرب میں جا کر تو سورج بھی غروب ہو جاتا ہے پھر بھلا اسے اس پیروی میں کیا قدر و منزلت حاصل ہوگی؟

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو اپنے اپنے فرائض حسنِ خوبی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

قرض کی ادائیگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاۗءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

ترمذی شریف میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض لیا۔ پھر آپ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے، ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ کا قرض ادا کردوں۔''
میں نے کہا
''ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے''
تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''وہی اسے دے دو اس لیے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریقے سے قرض ادا کرتا ہو۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بہترین آدمی قرار دیا ہے جو قرض کی ادائیگی بہتر طریقے سے کرے۔ اصطلاحی طور پر قرض سے مراد وہ قابلِ واپسی رقم ہے جو کاروباری یا دیگر معاملات کے حوالے سے ایک شخص کسی دوسرے شخص کو دیتا ہے تا کہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ اس نیکی کے لیے استعمال کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے گا۔ اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے کو قرآن نے اللہ کو قرض دینا بتایا ہے۔
سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۵ میں ارشادِ خداوندی ہے:
''کوئی ہے کہ اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ

Marfat.com

دے گا اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"

انسانوں کو بھی لین دین کے معاملات کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲، ۲۸۳ میں واضح ہدایت فرمائی گئی ہے:

"اہلِ ایمان قرض کے حوالے سے آپس میں لین دین کریں تو اسے لکھ لیا کریں اور لکھتے وقت دو مرد گواہ رکھیں اگر ایک مرد ہو تو دوسرے مرد کی جگہ دو عورتیں گواہ لیں۔"

مگر یہ بات کس قدر عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ اپنے دین کی واضح تعلیم کے باوجود ہمارے معاشرے میں لین دین کے معاملات کو ضبطِ تحریر میں لانا پسند نہیں کیا جاتا حالاں کہ اس حکم پر عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں لین دین کے معاملات میں بہت سی قباحتیں بھی پیدا ہوتی دیکھی گئی ہیں۔

آج کل یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ لوگ قرض لینے کے معاملے میں جس قدر چست نظر آتے ہیں وہ قرض لوٹانے کے معاملے میں کہیں زیادہ سست دکھائی دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی نہ کرنی پڑے۔ نبی مکرم ﷺ نے قرض کی ادائیگی کے لیے سخت تاکید فرمائی ہے اور قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینے والے کو ظالم کہا ہے۔ اس ضمن میں متعدد احادیثِ مبارکہ ملتی ہیں کہ قرض کی ادائیگی کس قدر ضروری اور لازم ہے بلکہ شکریے کے ساتھ احسن طریقے سے قرض لوٹایا جائے تو یہ اور بھی پسندیدہ ہے جیسا کہ آپ نے مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں ملاحظہ فرمایا۔

قرض تو آخر قرض ہوتا ہے اور لوٹانا ہی پڑتا ہے لیکن اگر واپسی احسن طریقے سے ہو تو قرض دینے والے کی نہ صرف تسکین ہوتی ہے بلکہ حوصلہ بڑھتا ہے اور وہ خوشی خوشی دیگر ضرورت مندوں کو بھی قرض دینے سے نہیں ہچکچاتا۔ بصورتِ دیگر اس کی بھی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور یوں کسی ایک شخص کے غلط طرزِ عمل کے سبب بہت سے ضرورت مند قرض کے حصول میں کامیاب نہیں ہو پاتے۔

Marfat.com

ویسے تو قرض کا لینا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے لیکن انتہائی ضرورت اور مجبوری میں اس کی اجازت ہے مگر اس میں نیت کی خرابی کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص لوگوں سے قرض لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ وہ قرض اس سے ادا کرا دیتا ہے اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ اس کو ادا نہ کرے گا تو اللہ اس کے مال کو تلف اور ضائع کر دیتا ہے۔''

احادیثِ مبارکہ میں قرض کی ادائیگی نہ کرنے کے سلسلے میں سخت وعیدیں ملتی ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شہید کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے مگر قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔''

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی روح قرض کے سبب معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔

مقروض کو چاہیے کہ اوّل تو قرض خواہ کے تقاضا کرنے سے پہلے ہی قرض لوٹا دے لیکن اگر نوبت یہاں تک آجائے کہ قرض خواہ کو تقاضا کرنا پڑے تو پھر بغیر کسی تاخیر کے احسن طریقے سے قرض لوٹا دیا جائے۔ قرض وصول کرنے والے کے حوالے سے بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بہت واضح ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے اس کو بچائے تو وہ تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اپنا قرض معاف کر دے۔''

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے تاوقتیکہ اس کے قرض کی ادائیگی نہ ہو جائے یا یہ کہ وہ اتنا مال چھوڑ کر مرا ہو کہ اس سے قرض ادا ہو سکے۔ میراث کے حوالے سے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر میت کے ذمّے قرض ہے تو ترکے میں سے سب سے پہلے قرض ادا کیا جائے لیکن اچھی بات تو یہ ہے کہ معاملہ ترکے تک نہ پہنچے اور

Marfat.com

انسان اپنی زندگی میں ہی قرض سے خلاصی حاصل کر لے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرض سے محفوظ رکھے اور جملہ مقروض افراد کو احسن طریقے سے اپنا اپنا قرض ادا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

ادائیگی قرض میں نیت کا اثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

بخاری شریف کے باب کتاب الاستقراض میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو لوگوں کا مال (بطور قرض) لے اور وہ اس کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور ادا کرنے کی نیت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کر دے گا۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں قرض کی ادائیگی کے حوالے سے نیت اور اس کے ثمرات کا ذکر ہے۔ اصطلاحی طور پر کاروبار یا دیگر معاملات میں ایک فرد کا دوسرے کو رقم دینا قرض کہلاتا ہے تا کہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے تاہم یہ رقم قابلِ واپسی ہوتی ہے۔

قرآنِ حکیم میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے اس نیکی کے لیے استعمال کیا گیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے گا یا فی سبیل اللہ خرچ کرنے کو اللہ کو قرض دینے کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی ایک طویل آیت ۲۸۲ میں قرض کے لین دین کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی ہے:

"جب اہلِ ایمان آپس میں قرض کا لین دین کریں تو اُسے لکھ لیا کریں اور اس کے لیے دو آدمیوں کی گواہی لے لی جائے اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت لی جائے۔"

Marfat.com

ہمارے معاشرے میں عام طور پر قرض کے لیے تحریر لکھنے اور گواہ فراہم کرنے کو اچھا تصور نہیں کیا جاتا حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم یہی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے لین دین کے معاملات میں کئی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے بھی اس حوالے سے واضح رہنمائی فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں نیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ایک معروف حدیث میں اعمال کا دار و مدار نیتوں پر بیان ہوا ہے یعنی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اگر کوئی شخص بحالتِ مجبوری قرض لیتا ہے اور ادائیگی کی نیت رکھتا ہے لیکن موت سے پہلے ادا نہیں کر پاتا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو بلائے گا اور معاف کرنے کے لیے اس سے کہے گا اور اس کے بدلے اسے اپنی نعمتیں دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحبِ حق اپنے حق کو معاف کر دے گا لیکن اگر کوئی شخص قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا اور صاحبِ حق کو اس کا حق نہیں لوٹاتا یا دنیا میں اس سے معاف نہیں کرا لیتا تو اس کی معافی کی قیامت میں کوئی صورت نہیں۔

نبی مکرم ﷺ نے جہاں قرض کی ادائیگی کے لیے سخت تاکید فرمائی ہے وہاں مطالبہ میں نرمی و شفقت کی ترغیب دی ہے حتیٰ کہ معاف کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے اس کو بچائے وہ تنگ دست (مقروض) کو مہلت دے یا اپنا قرض معاف کر دے۔"

آج کل ہمارے معاشرے میں قرض لینا ایک فیشن بنتا جا رہا ہے اور لوگ اس کے مضر اثرات سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں نبی مکرم ﷺ سے ہمیں جو ہدایت ملتی ہے اگر ہم اس پر غور و فکر کریں تو شاید کبھی قرض نہ لیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"شہید کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے مگر قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔"

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی روح قرض کے سبب معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ ایسی میت کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جو مقروض مرا ہو یا اس وقت تک نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جب تک اس کے قرض کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں حضرت سلم بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جنازے کی نماز پڑھ لیجیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس پر قرض تو نہیں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی۔ پھر ایک جنازہ اور لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا تین دینار۔ آپ ﷺ نے اس پر بھی نماز پڑھ لی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا آپ ﷺ نے پوچھا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا گیا تین دینار۔ فرمایا: کچھ چھوڑ کر مرا؟ عرض کیا کچھ نہیں۔ فرمایا: تم اپنے دوست پر نماز پڑھ لو۔ ابو قلادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لیجیے اس کا قرض میں ادا کر دوں گا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز پڑھ لی۔''

اس محدود وقت میں بیان کردہ یہ چند احادیثِ مبارکہ اس بات کی عکاس ہیں کہ ہمیں قرض لینے کے معاملے میں حد درجہ بچنا چاہیے مگر جب کوئی مجبوری آن پڑے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو قرض کی ادائیگی کی نیت اور کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ ربّ العزّت ہمیں ایسی پریشانی اور مجبوری سے بچائے کہ ہم مقروض ہو جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

اعمالِ صالحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

کتاب الزہد ترمذی شریف میں حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

''مجھے ایسی بات بتایئے جس پر میں سختی سے کاربند رہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہو اللہ میرا رب ہے پھر اس پر قائم رہو۔'' پھر میں نے پوچھا ''آپ میرے بارے میں کس چیز سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی، پھر فرمایا: ''اس سے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں دو بنیادی اور اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ان کا تعلق نہ صرف موجودہ زندگی سے ہے بلکہ ثمرات کے حوالے سے یہ اخروی زندگی سے بھی جڑی ہوئی ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں پہلی بات توحید کے بارے میں بیان ہوئی ہے کہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرو اور پھر اس پر سختی سے قائم رہو۔ جان رکھیے کہ اللہ کو اپنا رب ماننا ہے اور ذات وصفات دونوں اعتبار اور اکملیت کے ساتھ رب ماننا ہے۔ پروردگارِ عالم کی ربوبیت ہی دراصل اس کی وحدانیت ہے۔ ہر معاملے میں وہ یکتا اور مختار ہے۔ یہ تعلیمات قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں اور سورۃ الاخلاص میں تو اس کا نچوڑ سمو دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل ھو اللہ احد.

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان ہمیشہ رحم والا ہے۔''

Marfat.com

"کہو کہ وہ (ذاتِ پاک جس کا نام اللہ ہے) ایک ہے۔

اللہ الصمد۔

"(وہ) معبودِ برحق بے نیاز ہے۔"

لم یلد ولم یولد۔

"نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔"

ولم یکن لہ کفوا احد۔

"اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔"

ذرا ان آیاتِ مبارکہ پر ایک سرسری سی نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کی ذات اپنی تمام تر صفات کے ساتھ یکتا و اعلیٰ ہے۔ اسے کسی طرح کی حاجت نہیں ہے اور نہ ہی اسے ہمارے سجدوں کی ضرورت ہے بلکہ یہ سب تو ہم انسانوں ہی کے فائدے کی باتیں ہیں۔ اس کے پس منظر میں ہماری ہی اخروی زندگی کی بہتری کی غرض پوشیدہ ہے۔ وہ پروردگار پیدا ہونے اور جنم دینے سے پاک ہے۔ جو اُس کی ذات سے ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں نادان اور خسارے میں رہنے والے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ لہٰذا اس کی ذات اور صفات پر نہ صرف کامل ایمان رکھنا چاہیے بلکہ آخری دم تک اس پر قائم بھی رہنا چاہیے تاکہ ہم فلاحِ دارین کے حق دار بن سکیں۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی توحید کے حوالے سے بے شمار روایات ملتی ہیں مثلاً بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت میں سے جو

Marfat.com

کوئی ایسا شخص مر جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

دوسری بات جو مبارک حدیث میں بیان ہوئی وہ اپنی زبان پر قابو رکھنا ہے کہ اس طرح دنیوی اور اخروی کامیابی اور خوشی قدم بوس ہوتی ہے۔ بقول شاعر:

زباں شیریں ملک گیری

زباں ٹیڑھی ملک بانکا

مسند احمد اور جامع ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا۔

"نجات کس چیز میں ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنی زبان کے مالک بنو، خانہ نشین ہو جاؤ اور غلطیوں پر آنسو بہاؤ۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔ زبان کے مُضرّات کا بیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد کی ایک حدیثِ مبارکہ میں بہت واضح اور واشگاف انداز میں فرمایا ہے۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سخت کلام اور بدمزاج آدمی جنت میں نہ جائے گا۔"

بلاشبہ زبان درازی اور ترش روئی مومن کے شایانِ شان نہیں ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس جانب توجہ دلائی ہے۔ جامع ترمذی اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی مومن لعنت کرنے والا، طعنہ دینے والا، بے ہودہ کہنے والا اور زبان دراز نہیں ہوتا ہے۔"

گویا یہ اعمال اہلِ ایمان کے نہیں ہیں اور بھلا کون چاہتا ہے کہ جب وہ دنیا سے

Marfat.com

جائے تو اس کا دامن ایمان سے خالی ہو۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں اپنی زبان کو قابو میں رکھنے اور پروردگارِ عالم کو ہر اعتبار سے اپنا رب ماننے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

ایک ظلم دوسرے ظلم سے کم تر ہوتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت اتری ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ کیا'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہیں کیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''یقیناً شرک ظلمِ عظیم ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں ظلم کے بارے میں تعلیم اور صراحت فرمائی گئی ہے اور اس کی وضاحت کے لیے قرآنِ حکیم کی دو آیاتِ مبارکہ بھی بیان ہوئی ہیں۔ ظلم ایک معنی خیز لفظ ہے۔ کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ پر نہ رکھنا یا نہ رہنے دینا ظلم کہلاتا ہے۔ حق تلفی کو بھی ظلم کہتے ہیں اور وہ شخص ظالم ہے جو کسی کا حق تلف کرے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں ظلم کی تشریح اور بیان موجود ہے۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں جس آیتِ مبارکہ کے نزول کا ذکر ہو رہا ہے وہ سورۂ انعام کی آیت ۸۲ ہے۔ ابنِ کثیر نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے

''جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بڑی مشکل آن پڑی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ بھلا کون ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو اور اپنے ایمان کو آلودگی سے بچا لیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد وہ گناہ ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو

Marfat.com

نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔"

اور شرک یعنی ظلمِ عظیم سے متعلق مذکورہ آیت سورۂ لقمان کی آیت ۱۳ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے

"پھر ہم نے آدم سے کہا تم اور تمھاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔"

ظلم کی اصطلاح اسلامی فکر و عمل میں وسیع معانی و مفاہیم کی حامل ہے اور اس کا اطلاق بہت سے معاملات میں ہوتا ہے بلکہ زندگی کے جملہ معاملات پر محیط ہے مثلاً مساجد میں عبادت کرنے سے روکنا اور مساجد ویران کرنا ظلم ہے۔ اللہ کے دین (اسلام) کو چھوڑ کر دیگر مذاہب و افکار کی پیروی بھی ظلم ہے۔ عدل و انصاف کے معاملے میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ دینا بھی ظلم ہے۔ اللہ پر بہتان لگانا، آیاتِ الٰہی کو جھٹلانا اور ان پر نکتہ چینی تو سب سے بڑا ظلم ہے اور اس کا مرتکب سب سے بڑا ظالم ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ظلم سے بچو کیوں کہ قیامت کے دن یہ بہت سی ظلمتوں کا سبب ہوگا اور بخل سے بچو کیوں کہ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا۔ اسی کی وجہ سے انھوں نے خون بہائے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا۔"

نافرمانی بھی ظلم ہی کے زمرے میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل بھی دیتا رہتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔"

جب کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ تین بڑے اور بنیادی حقوق تلف کرتا

Marfat.com

ہے۔

اوّل: اللہ کا حق کیوں کہ اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔

دوم: ان تمام چیزوں کے حقوق جن کو اس نے نافرمانی کا مرتکب ہونے میں استعمال کیا یعنی اس کے جسمانی اعضا، اس کے ہم معاشرت افراد، وہ اشیاء جو استعمال ہوئیں نیز وہ فرشتے جو اس کے ارادے کی تکمیل کا انتظام کرتے ہیں اور

سوم: خود اپنا حق کیوں کہ اس پر اس کی ذات کا یہ حق ہے کہ وہ اسے تباہی سے بچائے مگر نافرمانی کر کے جب وہ اپنے آپ کو اللہ کی سزا کا مستحق بناتا ہے تو در اصل وہ خود پر ظلم کرتا ہے۔

قرانِ کریم میں گناہ کے لیے جا بجا ظلم کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی ذات اور اپنی ذات سے جڑے جملہ افراد کے معاملے میں گناہ یعنی ظلم سے باز رہنا چاہیے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو؛ آبروریزی کر کے یا اور کسی طرح تو وہ آج اس سے بری ہو جائے۔ اس دن سے پہلے جب کہ اس کے پاس نہ اشرفی ہوگی نہ روپیہ۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو ظلم کی مقدار کے موافق لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر لادے جائیں گے۔"

لہٰذا جس آدمی پر کسی مسلمان کے ظلم کا بدلہ واجب ہو تو چاہیے کہ یہاں معاف کرا لے اس سے پہلے کہ وہ وقت آ جائے جب دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو بدلے میں نیکیاں دینی پڑیں یا نیکیاں کم یا ختم ہو جائیں تو اس کے گناہ قبول کرنے پڑیں۔ یاد رکھیے! ظلم اللہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور مذکورہ حدیث میں شرک کو ظلمِ عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ

Marfat.com

کون سا ہے؟ فرمایا ''تو اللہ کا شریک ٹھہرائے جس نے تجھے بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم کی جملہ اقسام یعنی چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

اہلِ یمن اور مصافحہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

سنن ابو داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہلِ یمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اہلِ یمن تمھارے پاس آئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مصافحے کو متعارف کروایا۔“

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں مصافحہ کرنے والے ابتدائی لوگوں اور ان کے اس عمل کی پسندیدگی کی جانب واضح اشارہ موجود ہے۔ دینی شعائر اور امور کی انجام دہی کے حوالے سے بہت سی اصطلاحات عام ہیں جیسے فرض، سنت، واجبات و مستحبات وغیرہ۔ فرض کی اصطلاح دین کے ان کاموں کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کے کرنے کا حکم سختی سے دیا گیا ہو اور جن کا کرنا لازمی ہو۔ جن کے انکار پر کفر لازم آتا ہے جب کہ نہ کرنے پر سزا اور کرنے پر جزا ملے گی۔ حنفی فقہا کے مطابق فرض وہ کام ہے جو دلائل قطعیہ یعنی قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہو نیز جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔ سنت کا مطلب طریقہ، سیرت یا راستہ ہیں۔ اصطلاحی طور پر سنت اس طریقِ کار کو کہا جاتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج فرمایا، اس طریقِ کار کا ثبوت قرآن مجید کی کسی آیت سے ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث سے یا خلفائے راشدین کے طریقے سے۔ شرعی اصطلاح میں سنت کا لفظ بغیر کسی قید کے استعمال ہو تو اس سے مراد وہ امور ہوتے ہیں جن کا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہو یا ان سے منع فرمایا ہو (قولاً یا فعلاً) اور وہ امور ایسے ہوں کہ قرآنِ مجید میں ان کی وضاحت نہ ہوئی ہو۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل

Marfat.com

کے ذریعے جو امور قرآن مجید کے علاوہ ثابت ہوں وہ سنت ہیں۔

واجب ایک عربی اصطلاح ہے جس سے فقہ میں وہ کام مراد ہیں جن کا کرنا ضروری ہو۔ یہ فرض اور نفل کی درمیانی شکل ہے۔ نفل کے برعکس اس کے نہ کرنے پر گناہ ہوتا ہے مگر فرض کاموں سے کم۔ فرض کا انکار کفر والحاد ہے لیکن واجب سے انکار میں ایسا درجہ نہیں ہے۔ اصطلاحِ فقہ میں مستحب اس عمل کے لیے کہا جاتا ہے جس کے کرنے پر ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

مصافحہ بھی ایسا ہی ایک مسنون اور مستحب عمل ہے جسے نبیٔ مکرم ﷺ نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ سلام اور مصافحہ کی بابت بہت سی احادیث ملتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس دور و نزدیک سے مختلف وفود حاضر ہوتے رہتے تھے اور متذکرہ حدیث میں نہ صرف اہلِ یمن کی آمد کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ یہ بات بھی واضح فرمائی ہے کہ مصافحہ کا رواج پہلے پہل اہلِ یمن ہی میں تھا اور انھوں نے ہی اسے آگے متعارف کرایا ہے اور اہلِ یمن کے اس عمل کی جانب توجہ کرانے کا مطلب اس عمل کے بارے میں پسندیدگی کی واضح مثال ہے۔ دیگر احادیث میں بھی سلام و مصافحہ کے بارے میں آپ ﷺ کے پُرنور ارشادات موجود ہیں۔ جامع ترمذی کی ایک حدیثِ پاک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ تمھارے لیے بھی باعثِ برکت ہوگا اور تمھارے گھر والوں کے لیے بھی۔"

صحیح مسلم کی ایک حدیثِ پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم جنت میں نہیں جا سکتے تاوقتیکہ پورے مومن نہ ہو جاؤ اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو جائے۔" آپ ﷺ نے مزید فرمایا: "کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتا دوں جس کے کرنے سے تمھارے درمیان محبت اور یگانگت پیدا ہو جائے (وہ یہ ہے کہ) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔"

اسی طرح جامع ترمذی کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

Marfat.com

ہے۔

''میں نے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتے سنا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے جب کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا جھک جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کیا تو کیا لپٹ جائے اور بوسہ لے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ اس کا ہاتھ تھام لے اور مصافحہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

مصافحے کے بارے میں جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سلام کا تکملہ مصافحہ ہے۔''

گویا مصافحہ ایک ایسا عمل ہے جو سلام کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔ جو فیوض و برکات ہمیں باہم السلام علیکم سے حاصل ہوتی ہیں اور مصافحہ بھی کر لیا جائے تو ان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں سلام و مصافحہ کو عام کرنے اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

دنیا سے بے رغبتی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو دنیا (کی محبت) کو سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہو۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں بنیادی طور پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم فرمائی ہے اور ایسے شخص کو ذہین وفہیم اور عقل مند کہا ہے جو دنیا کو ترک کرنے والا ہے۔ گویا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم سے نواز کر اشرف المخلوقات کے درجے پر پہنچا دیا۔ وہ اپنے لیے دنیا اور آخرت میں سے یقیناً کسی ایک کی طلب کرتا ہے۔ جو شخص دنیا کا خواہش مند ہو اسے دنیا دے دی جاتی ہے اور جسے آخرت کی تمنا ہو اسے آخرت سے نواز دیا جاتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۸ اور ۱۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے اور (اللہ کی بارگاہ سے) راندہ ہو کر داخل ہو گا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔"

انسان کس طرح ساری زندگی مال ومتاع جمع کرنے اور خوبصورت و دیدہ زیب

Marfat.com

عمارتیں بنانے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے تعیش کو حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی زندگی کو معروف شاعر خواجہ میر درد نے ایک خواب سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ آپ نے فرمایا:

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

خواب وخیال کی اس جنت میں دل لگانا محض خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ربّ العالمین نے سورۃ العصر کے آغاز میں زمانے کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ انسان خسارے میں ہے۔ دنیا سے لو نہ لگانا اسے ٹھکرانا اور ترک کرنا ہی انسان کی اخروی زندگی کی کامیابی ہے۔ ایمان والوں کا دل دنیا میں لگتا ہی نہیں ہے وہ تو دنیا میں گھٹن محسوس کرتے ہیں اور دنیا کے اس قید خانے سے آزادی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔''

مال و دولت اور آل اولاد انسان کو ابتلا و آزمائش میں ڈالنے اور دنیا کو پرکشش بنانے والی ہیں جب کہ نیک اعمال و افعال اخروی زندگی میں کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار کرنے والے ہیں۔ سورۂ کہف آیت ۴۶ میں اللہ ربّ العزّت کا ارشادِ مبارک ہے:

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں۔ اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔''

جیسے جیسے تحقیق کے میدان میں ترقی ہو رہی ہے۔ کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ انسان اسی کے سحر میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے جب کہ ربّ کائنات نے اس کو محض کھیل تماشا ہی کہا ہے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔'' بقول شاعر:

Marfat.com

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشا نہیں ہے

نبی مکرم ﷺ کو اپنے ہر ہر امتی سے بے حد محبت تھی اور آپ ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ کے عملی نمونے اور ارشاداتِ نورانی سے ان کی زندگیاں منور کرنا چاہتے تھے۔ یہ سرمایۂ ہدایت آج بھی موجود ہے اور ہر امتی کے لیے خیر کی راہوں کا تعین کر رہا ہے۔

حدیثِ مذکور میں آپ ﷺ نے ترکِ دنیا کرنے والے کو ذہین وفہیم بیان فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم ملتی ہے۔ شعب الایمان بیہقی اور مسند احمد میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو اپنا محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا۔ پس فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلے میں باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔"

بلاشبہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک کو پانے کے لیے دوسرے کو ضرور نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فانی دنیا کی محبت سے محفوظ و مامون فرمائے اور آخرت کی فکر اور محبت سے نوازے تاکہ ہم ترکِ دنیا کرتے ہوئے آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی فکر کریں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

غصب وخیانت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مسلم شریف کتاب المساقاۃ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں حق و انصاف سے روگردانی کرنے اور زور زبردستی کسی کا حق چھیننے کے حوالے سے سخت وعید بیان ہوئی ہے۔ تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ زن، زر اور زمین ایسی چیزیں ہیں کہ جو ازل سے فساد کا سبب رہی ہیں اور ان کے حصول کے لیے انسان تمام حدود و قیود پار کر جاتا ہے۔

اسلام ہمیں جو ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے وہ زندگی میں انجام دیے جانے والے ہر چھوٹے بڑے عمل کے حساب اور جواب دہی کا مکلّف بھی بناتا ہے۔ نہ صرف امانت و دیانت اور باہمی محبت و رواداری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ خیانت اور غاصبانہ رویّوں کی مذمّت بھی کرتا ہے۔ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی طبیعت وفطرت میں ہر ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں خیانت بھی ان میں سے ایک ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو

Marfat.com

اسے پورا نہ کرے اور جب اسے کسی چیز کا امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"

انسان عام طور پر عورت، دولت اور زمین جائداد کے حوالے سے ہوس کی گرفت میں رہتا ہے اور جب یہ ہوس بڑھتے بڑھتے انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی دنیا اور آخرت برباد کر دیتی ہے۔ مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں غاصبانہ انداز میں صرف بالشت بھر زمین کے ہتھیانے پر سات زمینوں کے طوق کو گردن میں ڈالنے کی وعید ہے۔ غور فرمایئے کہ بالشت بھر زمین کی حقیقت ہی کیا ہے۔ چار دن کی یہ زندگی اگر ہم ظلم اور زور و جبر کے ساتھ گزاریں گے تو ہمیشہ رہنے والی زندگی کو اذیت ناک بنالیں گے۔ ہماری اخروی زندگی بہت تلخ اور تکلیف دہ ہوگی جب کہ ہم اہلِ ایمان کی زندگی تو درحقیقت آخرت ہی کی زندگی ہے۔ کون ہے جو جنت میں جانا نہیں چاہتا لیکن غور فرمایئے کہ کیا ہم دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول میں سنجیدہ ہیں۔ اگر ہاں تو پھر اپنے اعمال کی درستگی اور اصلاح کی فکر کیوں دامن گیر نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو واجب کر دیا ہے اور جنت اس پر حرام کر دی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا "یا رسول اللہ! اگرچہ وہ کوئی معمولی چیز ہی ہو؟" فرمایا: "اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔"

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"پس تم لوگ اپنے اوپر ظلم و زیادتی نہ کرو۔"

اور اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھائی کی کوئی چیز کسی شخص کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ خوش دلی کے ساتھ نہ دے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔"

Marfat.com

بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو، آبروریزی کر کے یا کسی اور طرح تو وہ آج اُس سے بری ہو جائے۔ اُس دن سے پہلے جب کہ اس کے پاس نہ اشرفی ہو گی نہ روپیہ (مراد مال و دولت)۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو ظلم کی مقدار کے موافق لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر لادے جائیں گے۔"

نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشاداتِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم ظلم و جبر سے باز رہیں، غاصبانہ انداز اور روش چھوڑ دیں اور اس طرح نہ صرف اپنی دنیا بلکہ آخرت کو بھی سنوارنے کا اہتمام کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم و جبر اور غصب سے باز رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

غصب کے بارے میں اسلامی تعلیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

جامع ترمذی کی حدیثِ مبارکہ ہے حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اہلِ ایمان کے لیے اس حدیثِ پاک میں انتہائی سخت وعید ہے کہ کسی کی چیز کا چھیننے والا اور غصب کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ غور کیجیے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سے الگ اور دور فرما دیا وہ کس قدر محروم اور بد بخت ہے۔

جب ہم انسانی معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو انسانی معاشرے میں یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ پروردگارِ عالم نے انسانوں کی فطری ساخت ایسی رکھی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے شب و روز گزارنے کے لیے باہمی معاونت اور معاملاتی لین دین کے محتاج ہیں۔ مثلاً ایک مزدور ہی کو لیجیے، وہ دن بھر محنت مشقت کرتا ہے اور گزر اوقات کے لیے صبح سے شام تک مزدوری کر کے کچھ پیسے کماتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ پیسے چبا کر تو پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اس مقصد کے لیے اسے ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو پیسوں کے عوض اسے کھانے پینے کی اشیا دے سکے۔ اسی طرح مزدور اور کاشت کار دونوں ہی کو ضرورت پڑتی ہے ایسے شخص کی جو ان کے تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا تیار کر سکے۔ جب کوئی شخص رہنے کے لیے مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے تو اسے اینٹ، سیمنٹ اور معمار و مزدور درکار ہوں گے یا اگر کبھی اتفاقاً کوئی بیمار ہو جائے تو اسے حکیم و ڈاکٹر سے رجوع کرنے اور دوا کی

Marfat.com

دکان سے دوا خریدنے کی ضرورت پڑے گی۔ غرض یہ کہ مختلف اشیا کی خرید و فروخت، محنت مزدوری اور تجارتی مبادلہ یا صنعت و زراعت اور معاشی معاملات اس دنیا میں انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔

یہ بھی ہوتا ہے کہ جب انسان باہمی معاملات طے کرتے ہیں تو آپس میں اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تنازعات کی صورت بھی ہو سکتی ہے اور ان کے حل کے لیے عدل و انصاف اور دستور و قانون کی ضرورت بھی پیش آ سکتی ہے۔ یہ نہ کوئی فلسفہ ہے اور نہ منطق کا مسئلہ بلکہ زندگی کی ایسی حقیقتیں ہیں جن کا انکار ممکن نہیں ہے۔

خالقِ کائنات نے انسانی ضروریات و احتیاجات کے پیشِ نظر روزِ ازل ہی سے انبیا علیہم السلام کی صورت میں ہدایت و رہبری کا سامان فرمایا اور یہ سلسلہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات تک آتا ہے۔ اس سلسلے کے توسط سے مالک و معبود کی ذات و صفات، توحید و آخرت اور ایمان و یقین کی بابت رہبری کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاشرت، صنعت و تجارت، محنت مزدوری اور معاشی معاملات کے بارے میں بھی انسانوں کی رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہ اصول اور طریقے نہ صرف انسانی عظمت و شرافت سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ ان میں انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و کامرانی کا سامان موجود ہے۔

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں کسی کی چیز کو غصب کرنے کی بابت رہبری فرمائی گئی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت میں اسے خرید و فروخت یعنی بیع و شرا کہا جاتا ہے اور اگر اجرت، کرایہ یا معاوضہ دے کر کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کر کے واپس لوٹا دی جائے تو اصطلاح میں اسے ''عاریت'' کہتے ہیں اور یہ سب صورتیں جائز اور درست ہیں لیکن اگر کسی کی کوئی مملوکہ چیز اس کی مرضی کے بغیر زبردستی اور ظالمانہ طریقے سے حاصل کی جائے تو شرعی اصطلاح میں اسے ''غصب'' کہتے ہیں اور اس بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار ارشادات کتبِ احادیث کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ

Marfat.com

کو واجب کر دیا ہے اور جنت اس پر حرام کر دی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ کوئی معمولی چیز ہی ہو۔ فرمایا: ''اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔''

غرض یہ کہ غصب کے حوالے سے انتہائی سخت وعیدیں ملتی ہیں جن کی تفصیل کے لیے یہ محدود وقت انتہائی ناکافی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی کی چیز غصب کرنے سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

ایفائے عہد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''مجھے محض اس امر نے غزوۂ بدر میں شرکت سے باز رکھا کہ میں اور ابو حسیل ہجرت کی غرض سے نکلے۔ ہمیں راستے میں قریش کے کفار نے گرفتار کر لیا۔'' کفار قریش نے کہا ''کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے جا رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا ''ہم ان سے ملنے کے لیے نہیں بلکہ ویسے مدینہ جانا چاہتے ہیں۔'' انھوں نے ہم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر عہد لیا کہ ہم مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر لڑائی میں حصّہ نہیں لیں گے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور انھیں سارا قصّہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم چلے جاؤ، ہم ان کے ساتھ کیے گئے عہد کو پورا کریں گے اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں کفار و مشرکین سے ایفائے عہد کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایفائے عہد سے مراد وعدے یا عہد کا پورا کرنا ہے اور اسلام میں ایفائے عہد اور وعدہ پورا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''(اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن میں اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر (بھی ہے لوگوں سے بیان) کر کہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے

Marfat.com

پیغمبر تھے۔'' (۱۹۔ ۵۴)۔

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر ایک نظر ڈالیے تو ایفائے عہد کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ مشرکینِ مکہ کے ساتھ آپ ﷺ کے ایفائے عہد کا حال یہ تھا کہ غزوۂ بدر میں گو کہ مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی مگر انھوں نے نہایت کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی محض اللہ کے بھروسے پر لڑائی میں شرکت کی مگر وہ مضبوط ایمان سے متصف اور بلند سیرت و کردار کے حامل تھے جس کا اندازہ مذکورہ واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ''یوم الفرقان'' قرار دیا یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا دن۔

قرآنِ حکیم کی سورۃ المائدہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے ایمان والو! اپنے اقراروں (وعدوں) کو پورا کرو۔''

اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۳۴ میں ربّ العالمین کا ارشادِ پاک ہے:

''اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔''

ابوداؤد کی ایک حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے جو ایفائے عہد کی اہمیت کو بہت عمدگی سے واضح کرتا ہے۔ عبداللہ بن ابی الحسام سے روایت ہے۔

''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے آپ کی بعثت سے پہلے ایک چیز خریدی تھی اور بیع کی کچھ قیمت میرے ذمے رہ گئی تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ باقی قیمت اس جگہ حاضر کرتا ہوں اور تین روز کے بعد وعدہ یاد آیا (گیا تو دیکھا) آپ ﷺ اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر) فرمایا: ''عبداللہ تو نے مجھے سخت تکلیف دی ہے۔ میں تین روز سے اسی جگہ بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

اس ایک مختصر سے واقعے پر غور فرمایئے تو بلاشبہ ایفائے عہد کی روشنی سے ہمارے قلب و ذہن منور و روشن ہو جائیں گے اور ہم اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہوسکیں گے۔ ایفائے عہد سے متعلق یہ تعلیم صرف مسلمانوں کے مابین ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں سے کیے

Marfat.com

گئے وعدے کا پاس بھی آپ ﷺ کی تعلیم کا حصہ ہے۔ مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں کفار و مشرکین سے صحابۂ کرام کے اُس عہد کا ذکر ہے کہ کفار نے کس طرح ان صحابۂ کرام سے یہ عہد لیا کہ وہ مدینے پہنچ کر حضور ﷺ کا ساتھ دیتے ہوئے اُن سے برسرِ پیکار نہیں ہوں گے اور جب یہ واقعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو نبی پاک ﷺ نے انھیں ایفائے عہد کی تعلیم دی۔

عام زندگی میں لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا گیا ہے کہ وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا اور وہ قرض ہی کیا جو ادا ہو گیا۔ یہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ نبیِ مکرم ﷺ نے ایک حدیثِ مبارکہ میں ایفائے عہد کے حوالے سے بہت سختی کے ساتھ یوں تاکید فرمائی ہے کہ لَا دِینَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ یعنی جو وعدہ پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اندازہ کیجیے جسے نبی پاک ﷺ بے دین کہیں اور گویا اسلام سے خارج کر دیں اس کے لیے پھر دنیا اور آخرت میں کیا رکھا ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب کسی چیز کا امین بنا دیا جائے تو خیانت کرے۔ اسی طرح ترمذی شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"تُو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اس سے (اس درجہ) مزاح کر جس سے اسے تکلیف ہو اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسے پورا نہ کر سکے۔"

تاہم مجبوری کی حالت میں قدرے رعایت کی گنجائش ہے جیسے سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی سے کوئی وعدہ کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ ہو لیکن کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکے یا مقررہ وقت پر نہ کر سکے تو اس پر کوئی

Marfat.com

گناہ نہیں۔''

لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ ہم بڑھ چڑھ کر وعدے معاہدے کرنے لگیں اور مختلف حیلے بہانے اختیار کر کے ایفائے عہد کی اہمیت کو فراموش کر دیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایفائے عہد کے حوالے سے نبی مکرم ﷺ کی نورانی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

دوستی کے اثرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مشکوٰۃ شریف باب الحب میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک عنبر اٹھانے والے اور لوہار کی بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ مشک عنبر والا یا تو تمھیں کچھ دے دے گا یا تم اس سے کچھ خرید لو گے یا (کم از کم) تم اس کے ہاں خوشبو سونگھ لو گے (لیکن) بھٹی دھونکنے والا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس کے ہاں دماغ کو سڑا دینے والی بدبو پاؤ گے۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی پر اچھے اور برے اثرات لازماً مرتب ہوتے ہیں اس لیے ہمیشہ دوستی کے لیے نیک وصالح اور پاکیزہ سیرت و کردار کے حامل افراد کا انتخاب کرنا چاہیے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حوالے سے لوہار کی بھٹی اور خوشبو بیچنے والے سے تشبیہ دیتے ہوئے دوستی کے اثرات و ثمرات کو بہت عمدگی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو اپنی مخلوق سے بے انتہا پیار کرتا ہے وہ بھی قدم قدم پر انسانوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم ایسا کامل دستورِ حیات اور انبیائے کرام کو مبعوث فرمانا اسی پہلو کی عکاسی کرتے ہیں۔ دوستی کے حوالے سے قرآنِ کریم میں جا بجا رہنمائی کی گئی ہے۔

سورۃ النساء آیت ۱۴۴ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو

Marfat.com

کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟"

بلکہ سورۃ المائدہ آیت ۵۱ میں اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ رہنمائی ملتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھیں میں سے ہوگا بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

انسانی فطرت ہے کہ جب وہ اپنا کوئی دوست اور ساتھی بنا لیتا ہے تو اس سے دل کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ راز و نیاز کا تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اسے رازدار بنا لیتا ہے۔ حدِ اعتدال سے آگے نکل جاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ آج کا دوست کل کا دشمن بھی ہو سکتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اپنے دوست کی دوستی کو حد سے نہ بڑھاؤ کیوں کہ ممکن ہے کہ کبھی تمھاری اور اس کی ان بن ہو جائے اور دشمن سے بغض اور دشمنی بھی ایسی کرو کہ اندازے سے نہ بڑھ جائے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ کبھی تمھارا دوست ہو جائے۔"

دوست کو رازدار بنانے کے حوالے سے سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۸ میں اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ یہ لوگ تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمھیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیات کھول کھول کر سنا دی ہیں۔"

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کفار سے دوستی کے حوالے سے واضح ارشادات تعلیم فرمائے

Marfat.com

ہیں۔ سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مسند دارمی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو مومن کے سوا کسی کو اپنا دوست نہ بنا اور پرہیزگار کے سوا کسی کو کھانا نہ کھلا۔“

انسانی طبیعت اور مزاج کا بھی عجب حال ہے۔ وہ جیسے حالات سے دوچار ہوتا ہے بتدریج اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ ماحول کو قبول کر لیتا ہے اور اپنے دوست اور ساتھی کے طور طریقے اپنانے لگ جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”انسان اپنے دوست کا طریقہ اپنا لیتا ہے تو تم دیکھ لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔“

بزرگ کہتے ہیں ”تخم تاثیر صحبت کا اثر“ اور صحبت و دوستی کے اس اثر کو ہم اپنے گرد و پیش بآسانی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ لوہار کی بھٹی اور خوشبو بیچنے والے کی مذکورہ مثال ذہن میں رکھتے ہوئے ہم اگر دوست اور ساتھی کا چناؤ کریں تو یقیناً ہر طرح کی خرابی اور فتنہ انگیزی سے محفوظ و مامون رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ارشادات اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں نیک و صالح دوست منتخب کرنے کی توفیق اور عقل نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

دوستی اور قطع تعلق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاۗءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

"میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خفیہ طریقے سے نہیں بلکہ علی الاعلان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوفلاں کی اولاد میرے دوست نہیں ہیں بلاشبہ میرا دوست تو اللہ تعالیٰ ہے اور مومنوں میں سے وہ لوگ ہیں جو نیک ہیں لیکن ان سے (آلِ ابوفلاں سے) میری رشتے داری ہے اس لیے میں ان کے ساتھ حسبِ ضرورت حسنِ سلوک کرتا ہوں۔"

حدیثِ مذکور آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں حسنِ سلوک اور اہلِ قرابت سے تعلقات کی واضح تصویر موجود ہے۔ انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں مختلف لوگوں سے میل جول اور رشتے ناطوں کے بندھن میں بندھا ہوتا ہے۔ عزیز واقارب اور دوست احباب سے ملتا جلتا اور ان کے غموں اور خوشیوں میں شریک بھی ہوتا ہے۔ قرابت داروں کے بارے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیماتِ نورانی سے معاشرہ بلاشبہ درخشاں وتاباں اور منوّر کیا جاسکتا ہے۔

بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں برکت ہو تو وہ رشتے داروں سے حسنِ سلوک کرے۔ حسنِ سلوک کی مزید صراحت فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور ارشادِ مبارکہ جامع ترمذی میں بھی موجود ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم حسنِ سلوک کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر مت

Marfat.com

سمجھو اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ ملو اور یہ بھی کہ تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔

دوستی بھی باہمی تعلق ہی کی ایک مثال ہے اور اس حوالے سے بھی تعلقات اور حسنِ معاشرت کی تعلیم آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے بآسانی مل جاتی ہے۔ مسند دارمی، جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو مومن کے سوا کسی کو دوست نہ بنا اور پرہیزگار کے سوا کسی کو کھانا نہ کھلا۔ گویا تعلق کی بنیاد ہی ایمان کو قرار دیا تاکہ قرابت دار راہِ ہدایت سے بھٹکنے کا سبب نہ بن جائے کیوں کہ صحبت کا اثر بھی اپنا رنگ ضرور دکھاتا ہے۔ اسی لیے سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کا طریقہ اختیار کر لیتا ہے تو تم دیکھ لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو اور جب کسی سے تعلق قائم ہو جائے تو اس کے بعد حدود و قیود کا بھی حد درجہ خیال رکھنا چاہیے کیوں کہ زندگی میں اس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اپنے دوست کی دوستی کو حد سے نہ بڑھاؤ کیوں کہ ممکن ہے کہ کبھی تمھاری اور اس کی ان بن ہو جائے اور دشمن سے بغض اور دشمنی بھی ایسی کرو کہ اندازے سے نہ بڑھ جائے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ کبھی تمھارا دوست ہو جائے۔

مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ کا حسبِ ضرورت حسنِ سلوک بیان ہوا ہے گویا تمام تر اختلافات کے باوجود بھی صلۂ رحمی کی تعلیم ہے اور قطعِ تعلق سے منع کیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص قرابت کا پاس نہیں کرتا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس قدر سخت وعید سے حسنِ سلوک کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

حدیثِ مذکور میں نبی مکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست فرمایا ہے اور ان لوگوں کو بھی دوست کہا ہے جو ایمان والے اور نیک ہیں۔ غور فرمائیے جہاں عام لوگوں اور ایمان والوں سے دوستی اور حسنِ سلوک کا صلہ درازیٔ عمر اور جنت ہے تو جسے رسولِ اکرم ﷺ اپنا

Marfat.com

دوست کہیں اس کی شان اور عظمت کس درجے ہوگی۔ اگر ہم محض زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے کے بجائے خود کو نیکیوں کا خوگر بنالیں تو دنیا و آخرت کی ساری عظمتیں ہمارے دامنِ پُرخار کو مہکتا گلزار بنا دیں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان و عمل کی دولت نصیب فرمائے اور ان لوگوں میں ہمارا شمار فرمائے جنھیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دوست فرمایا ہے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

غیبت اور بہتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اس کو پسند نہ ہو۔ سوال کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر اس میں وہ چیز ہو جو تم نے کہی تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ چیز نہ ہو جو تم نے کہی تو یہ بہتان ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک سے نہ صرف غیبت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے بلکہ غیبت اور بہتان کا فرق بھی واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ بہتان غیبت سے زیادہ سنگین قسم کا جرم ہے۔

پہلی بات جو اس حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے وہ غیبت سے متعلق ہے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی بھائی کی ایسی بات یا اس کے کسی ایسے فعل یا حال کا ذکر کیا جائے جس کے ذکر سے اس کو ناگواری اور اذیت ہو اور جس کی وجہ سے وہ شخص حقیر و ذلیل یا مجرم سمجھا جائے۔ چوں کہ غیبت سے ایک شخص کی رسوائی اور بے آبروئی ہوتی ہے اور اس طرح اس شخص کو نہ صرف روحانی تکلیف پہنچتی ہے بلکہ دلوں میں فتنہ وفساد کا بیج پڑتا ہے جس کے نتائج بعض حالتوں میں بہت خطرناک اور دوررس ہوتے ہیں اس لیے غیبت کو بھی سخت ترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ الحجرات کی بارہویں آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور

Marfat.com

ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئی بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"غیبت زِنا سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبت زِنا سے زیادہ سنگین کیوں کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بات یہ ہے کہ) آدمی اگر بدبختی سے زِنا کر لیتا ہے تو صرف توبہ کرنے سے اس کی معافی اور مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے مگر غیبت کرنے والے کو جب تک خود وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔ اس کی معافی اور بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو گی۔"

کسی مسلمان کی غیبت اور اس کے عیوب اور کمزوریوں کی تشہیر میں دلچسپی لینا دراصل ایک منافقانہ حرکت ہے جو صرف ایسے لوگوں ہی سے سرزد ہو سکتی ہے جو محض زبان کے مسلمان ہوں اور ایمان نے ان کے دلوں میں گھر نہ کیا ہو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی چھپی ہوئی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے اور ان کی تشہیر میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیوں کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہو گا اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔"

سنن ابی داؤد ہی کی ایک اور حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے سے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کے زخمی کر رہے تھے۔ میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی اللہ کے بندوں کی غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی آبرو سے کھیلتے تھے۔''

غرض یہ کہ غیبت کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں نہایت ذلیل اور گھناؤنی بداخلاقی اور گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے۔

دوسری بات جو اس حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہے وہ بہتان ہے۔ بہتان اس کا نام ہے کہ اللہ کے کسی بندے کی طرف ایسی کسی برائی اور بداخلاقی کی نسبت کی جائے جس سے وہ بالکل بری اور پاک ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ بڑی شقاوت کی بات ہے اور ایسا کرنے والے اللہ کے اور اس کے بندوں کے سخت ترین مجرم ہیں۔ قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر بہتان کے مضمرات کا ذکر آتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۱۲ میں ارشادِ خداوندی ہے۔

''اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اس سے کسی بے گناہ کو مُتّہَم کر دے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔''

سورۃ النور کی گیارہویں آیت میں ربّ العالمین کا ارشادِ پاک ہے:

''جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمھارے لیے اچھا ہے ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصّہ لیا اس کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔''

مسند احمد میں حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھانے والے، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہیں اور جو اس خواہش اور کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے پاک دامن بندوں کو

Marfat.com

بدنام اور پریشان کریں۔

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں بیان کردہ غیبت اور بہتان کی حقیقت کے حوالے سے کچھ احادیثِ مقدسہ اور چند آیاتِ قرآنی آپ نے ملاحظہ فرمائیں جن سے اس بات کی وضاحت بخوبی ہو جاتی ہے کہ جس قسم کے مفاسد اور جو خطرناک نتائج چغل خوری سے پیدا ہوتے ہیں وہی بلکہ ان سے بھی کچھ زیادہ سنگین نتائج غیبت کرنے اور کسی پر بہتان لگانے سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کو انتہائی گناہ اور گندگی کو ذہن نشین کرانے کے لیے قرآن و احادیث میں اسے نہ صرف گھناؤنے جرم بلکہ گناہِ کبیرہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

انسانوں سے حسنِ سلوک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آواز سنی (کوئی کہہ رہا تھا) کہ اے ابو مسعود! تجھے معلوم رہنا چاہیے (اور اس بات سے غافل نہ ہونا چاہیے) کہ اللہ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت اور قابو حاصل ہے جتنا تجھے اس بے چارے غلام پر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میں نے اس کو آزاد کر دیا) اب یہ (میری طرف سے) اللہ کے لیے آزاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم یہ نہ کرتے (یعنی اس غلام کو اللہ کے لیے آزاد نہ کر دیتے) تو:

للفحتك النار. جس کا ترجمہ ہے:
"جہنم کی آگ تمھیں جلا ڈالتی"

یا فرمایا:

لمستك النار. جس کا ترجمہ ہے:
"جہنم کی آگ تمھیں لپیٹ میں لے لیتی۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک سے انسانی حقوق کے ایک اہم پہلو کی وضاحت ہو رہی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نوعِ انسان کے ذمّے پروردگار کی طرف سے جو حقوق ہیں انھیں بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوّل حقوق اللہ اور دوم حقوق العباد۔ اپنی عدم توجہی، بے عملی اور لاپروائی کے سبب انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غافل ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم شریف میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ

Marfat.com

پاک ہے:

''تم سب یاد رکھو! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کے زیرِ اثر لوگوں کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ سو حاکم اپنے عوام کا نگران ہے اور اس سے اپنے عوام کے متعلق باز پرس ہو گی اور مرد اپنے اہلِ خانہ کا نگران ہے اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہو گی اور کسی شخص کا خادم (غلام) اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ خوب یاد رکھو کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیرِ اثر لوگوں میں باز پرس ہو گی۔''

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں غلام کے ساتھ آقا کے ظلم اور اس کے انجام کا ذکر ہے۔ موجودہ دور میں زرخرید غلام کا سلسلہ تو نہیں ہے مگر مالک اور ملازم کے حوالے سے بعض جگہ غلاموں کے دور سے بھی بدتر حالات دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے مناظر دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم نے قرآن اور صاحبِ قرآن کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور اب ہم صرف نام ہی کے مسلمان رہ گئے ہیں۔

دنیا میں ہر طرف انسانی حقوق کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ بے شمار انجمنیں اور ادارے اس ضمن میں قائم ہو چکے ہیں مگر معاملہ جوں کا توں ہے۔ ذرا غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ عالمی سطح پر انسانی حقوق کے تحفظ اور تعین کا آغاز بیسویں صدی میں ہوا۔ پہلی کوشش ''لیگ آف نیشنز'' کے نام سے کی گئی مگر چونکہ اس کی پشت پر کوئی روحانی یا اخلاقی قوت نہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں یہ انجمن اپنے ہی اراکین کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔ ۱۹۴۵ء میں UNO (اقوامِ متحدہ) کا قیام عمل میں آیا اور یکے بعد دیگرے دنیا کے بیشتر ممالک اس کے ممبر بن گئے۔ اقوام متحدہ نے جو عالمی منشور مرتب کیا اور انسانی حقوق کی بات کی تو چند باتیں نمایاں رکھی گئیں مثلاً تمام انسان بھائی بھائی ہیں لہٰذا برادرانہ سلوک ہونا چاہیے۔ کسی انسان کو اس کے خاندان، قوم،

Marfat.com

ملک، رنگ، مذہب، جنس یا سیاسی ملک کی بنا پر اس کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا یا ہر انسان کو زندہ رہنے اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا یکساں حق حاصل ہے وغیرہ۔ یہ اِس بیسویں صدی کی بات ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس کی عملاً داغ بیل ڈال دی تھی۔ آپ نے ۹، ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق ۷، مارچ ۶۳۲ء بروز جمعہ اپنے خطبہٗ حجۃ الوداع میں انسانی حقوق اور امنِ عالم کے عالمی منشور کا اعلان فرمایا۔ میدانِ عرفات میں اس عظیم منشور کے فوری نفاذ کا اعلان کم وبیش ایک لاکھ کے مجمعِ عام میں کیا اور ''ایھا الناس'' کے الفاظ سے اس کی ابتدا ہوئی۔ مختلف کتب میں اس منشورِ عظیم کی وضاحتیں موجود ہیں مثلاً مسند احمد میں ہے۔

''لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بلا شبہ تم سب کا باپ ایک ہے۔ یاد رکھو کہ کسی عربی کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عربی پر اسی طرح کسی سرخ کو سیاہ فام پر اور کسی سیاہ رنگت والے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر ہے تو صرف نیکی اور پرہیزگاری سے۔''

طبقات ابن سعد میں ہے۔

''غلاموں کا خیال رکھو جو خود کھاؤ انھیں کھلاؤ جو خود پہنو وہی انھیں پہناؤ۔''

صحیح مسلم میں ہے۔

''آج دورِ جاہلیت کے تمام خون ختم کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ کے بیٹے کا معاف کرتا ہوں۔'' ''آج زمانۂ جاہلیت کے تمام سود بھی ختم کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔'' صحیح مسلم اور طبرانی میں ہے ''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو بیشک تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔''

بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں ارشاد ہے:

''تمھارا خون اور تمھارا مال ایک دوسرے پر تا قیامت اس طرح حرام ہے جیسے آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر قابلِ حرمت ہیں۔''

Marfat.com

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترقی کی اعلیٰ منازل طے کرنے کے بعد اقوامِ عالم جس مقام پر پہنچی ہیں اس سے بہتر ابتدا ''اور کامیاب کوشش'' صدیوں پہلے داعیٔ حق ﷺ فرما چکے تھے۔ ایک انسان پر دوسرے انسانوں کے فرائض کے حوالے سے جو پہلو اہم ترین ہیں ان میں خدمتِ خلق، دوسروں کی حفاظت، دوسروں کے لیے پسند، انسانوں پر رحم وکرم اور نفع رسانی شامل ہیں۔

متذکرہ حدیث کی وضاحت میں حسنِ سلوک اور رحم وکرم کے حوالے سے بے شمار ارشاداتِ نبوی ﷺ اور وضاحتیں ہیں مگر پروگرام کا وقت ان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ترمذی اور نسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

یعنی ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔''

اگر کوئی طاقتور شخص اپنی طاقت کے زعم میں کسی پر ظلم کرتا ہے تو اسے نہیں بھولنا چاہیے کہ سب سے بڑا طاقتور اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی قدرت و طاقت ہر شے پر محیط ہے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رحم کرنے والا اللہ ان پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں لہٰذا جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔''

ابوداؤد اور ترمذی کی اس حدیثِ مبارکہ کو الطاف حسین حالی نے کس عمدگی سے بیان کیا ہے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا ہے۔''

اور بیہقی کے اس ارشادِ نبوی ﷺ پر تو بات انتہائی واضح ہو جاتی ہے کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے نزدیک محبوب ترین انسان وہ ہے جو اس کے کنبے کے لیے سب سے

Marfat.com

زیادہ نفع رساں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم و ستم سے باز رکھے اور تمام انسانوں کے ساتھ محبت، شفقت اور رحم کے ساتھ پیش آنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

ہمسائے اور مہمان کی عزت و تکریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخاری شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کا احترام کرے اور جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اگر بولے تو بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں اہلِ ایمان کے کچھ اوصاف بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق ہمسائے، مہمان اور اپنی گفتار و کردار سے ہے۔ جب ہم اسلام اور مسلمان کی بات کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے بغیر مسلمان کا تصور بے معنی ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اوصاف کا ذکر متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں فرمایا ہے وہ ایمان کا حصہ ہیں۔ بیان کردہ پہلوؤں کی تفصیل تو اس مختصر سے وقت میں ممکن نہیں البتہ مختصر اظہار پیشِ خدمت ہے۔

پہلی بات جو اس حدیثِ پاک میں ایمان کا حصہ قرار پائی وہ ہمسائے کو تکلیف نہ دینا ہے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ ''ہم سایہ ماں جایا'' کی مثال دیتے تھے اور پڑوسیوں کو نہ صرف جان سے زیادہ عزیز رکھتے بلکہ ان کے دکھ درد اور ضروریات کا حد درجہ خیال کرتے تھے لیکن افسوس کہ رفتہ رفتہ ہم مادہ پرستی کے اس دور میں داخل ہو چکے ہیں کہ جہاں بھائی کو بھائی کی پروا نہیں ہے کجا یہ کہ ہمسائے کی تکلیف اسے بے چین کر دے۔ پروردگارِ عالم

Marfat.com

نے سورۂ نساء کی آیت ۳۶ میں رشتے دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔''

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کون شخص یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔''

جب کہ مسلم شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں ایسے شخص کو جنت سے محروم بیان فرمایا ہے۔

دوسری بات جو مذکورہ حدیث میں ایمان کا حصہ قرار پائی ہے، وہ مہمان نوازی ہے۔ مہمان بلاشبہ اللہ کی رحمت ہوتا ہے مگر اس ضمن میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، خاطر مدارات کی مدّت ایک دن اور ایک رات ہے اور مہمان کی ضیافت کی مدّت تین دن اور تین رات ہے۔ اس کے بعد مہمان نوازی صدقہ و خیرات ہے اور مہمان کو چاہیے کہ وہ اپنے میزبان کے یہاں اتنے زیادہ عرصے تک نہ ٹھہرے کہ وہ تنگ آ جائے۔''

عزت و تکریم کے حوالے سے سنن ابنِ ماجہ میں نبی مکرم ﷺ کا ایک ارشادِ مبارک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ سنت ہے کہ آدمی اپنے مہمان کا استقبال دروازے سے باہر نکل کر کرے یا رخصت کے وقت گھر کے دروازے تک پہنچائے۔''

تیسری بات جسے ایمان کا حصہ بتایا گیا وہ زبان کا استعمال ہے۔ ''زبان شیریں ملک

Marfat.com

گیری، زباں ٹیڑھی ملک بانکا'' کی بابت تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔''

مسند احمد اور جامع ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ نجات کس چیز میں ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کے مالک بنو، خانہ نشین ہو جاؤ اور غلطیوں پر آنسو بہاؤ۔ سنن دارمی میں حضرت کثیر بن مرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان ہوئی ہے جس میں نبیٔ محترم ﷺ نے گفتگو کے آداب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''داناؤں کے سامنے بے سروپا بات نہ کرو ورنہ وہ خفا ہو جائیں گے۔ کم عقل سے اونچی بات نہ کرو ورنہ وہ تمھاری تکذیب کرے گا۔ علم کے اہل کو علم سے محروم نہ رکھو یہ معصیت ہے۔ نا اہل سے علمی گفتگو نہ کرو وہ تمھیں ہی جاہل کہے گا۔ علم ہو یا دولت تم پر دونوں ہی کے کچھ حقوق ہیں۔''

متذکرہ حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد زبانی و بد کلامی یا لعن طعن وغیرہ کے مقابلے میں خاموش رہنے کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ شعب الایمان بیہقی اور جامع ترمذی میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مومن لعنت کرنے والا، طعنہ دینے والا، بے ہودہ کہنے والا اور زبان دراز نہیں ہوتا ہے۔''

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ربّ العالمین نے قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی جب بولو تو اچھے انداز سے گفتگو کرو ایسا ارشاد فرما کر حجّت تمام کر دی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی مکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے اور آپ ﷺ کے مبارک ارشادات پر دل کی گہرائیوں سے عمل کرنے کی ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

امارت وحکومت باعثِ ندامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح بخاری کتاب الاحکام میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب تم امارت وحکومت کے حریص ہو جاؤ گے لیکن وہ قیامت کے دن ندامت کا باعث ہو گی۔ دودھ پلانے والی کیا ہی خوب ہے اور دودھ چھڑانے والی کیا ہی بری ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں حکومت اور عہدوں کی طلب پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے اور دودھ پلانے والی اور دودھ چھڑانے والی سے مراد حکومت کے ملنے اور ہاتھ سے جاتے رہنے ہی کی طرف اشارہ ہے۔

انسان فطری طور پر خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے اور اسی احساس سے مغلوب ہو کر وہ حرص و ہوس کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ طاقت اور جاہ و منصب کی طلب کرنے لگتا ہے اور اقتدار کے خواب دیکھنا اسے بہت اچھا لگتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض ذرائع اسے حکومت و امارت کی دہلیز تک پہنچا دیتے ہیں لیکن اس کی یہ کامیابی درحقیقت اس کی ناکامی ہے کیوں کہ کل روزِ محشر اسے سوائے ندامت اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں تو ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی کہ انسان اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے زندگی کے شب و روز گزارتا اور خاک چھانتا ہے۔ طویل جدوجہد کے بعد اپنے مقصد کو پا لینے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے مگر کچھ ہی دنوں میں اسے بیزاری کا احساس گھیر لیتا ہے۔ کل تک وہ اپنے جس محبوب مقصد کو پا لینے کے

Marfat.com

لیے دیوانہ وار کوششوں میں مصروف تھا اب اسے پا لینے اور زندگی کا حصّہ بنا لینے کے باوجود تسکین نہیں پاتا اور پچھتاتا رہتا ہے کہ کاش وہ ایسا نہ کرتا۔ پھر وہ اس سے دامن چھڑانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور بسا اوقات ناکام ہی رہتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبدالرحمن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

''خود حکومت کی طلب وخواہش نہ کرنا کیوں کہ اگر تمہیں تمھاری خواستگاری پر حکومت ملے گی تو تم کو حکومت میں تنہا چھوڑ دیا جائے گا اور اگر بغیر خواستگاری کے ملی تو (اللہ کی طرف سے) تمھاری مدد کی جائے گی۔''

گویا مختلف حیلے، بہانے اور ذرائع استعمال کر کے کوئی عہدہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی تو بھی درحقیقت یہ کامیابی خیر کا باعث نہ ہوگی۔ عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد اور نصرت حاصل نہ ہو سکے گی اور یوں اسے تنہا چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر کوئی عہدہ اور منصب بغیر طلب کے حاصل ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ ایسی صورت میں عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور مدد بھی حاصل ہوگی یوں کامیابی وکامرانی دنیوی اور اخروی اعتبار سے قدم بوس ہوگی اور شرمندگی وندامت سے بھی نجات حاصل ہوگی۔

آپ جانتے ہیں کہ ساری کائنات کی بادشاہی اور حکمرانی اللہ ربّ العزت ہی کے شایانِ شان ہے مگر دنیا میں وہ جسے چاہتا ہے، یہ بادشاہی اور حکومت عطا فرماتا ہے اور جسے وہ حکومتی عہدوں یعنی بادشاہی سے نوازتا ہے بلاشبہ اسے عزّت ووقار بھی نصیب ہوتا ہے اور کامیابی وکامرانی بھی۔ سورۂ آلِ عمران آیت "۲۶" میں ارشادِ خداوندی ہے:

''کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

Marfat.com

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے دو افراد کو لے کر حاضر ہوا۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں کہیں کا عامل بنا دیجیے اور دوسرے صاحب نے بھی یہی خواہش ظاہر کی۔ اس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو یہ ذمّہ داری نہیں سونپتے جو اسے طلب کرے اور نہ اسے دیتے ہیں جو اس کا حریص ہو۔

نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ پاک سے بھی عہدے اور اقتدار کی طلب اور خواہش کے مضمرات و اثرات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور پتا چلتا ہے کہ جو عہدوں کا حریص اور لالچی ہو جائے وہ بلاشبہ خسارے ہی میں رہتا ہے۔ نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی ناکام و نامراد ہوتا ہے۔ شرمندگی اور ندامت کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہو پاتا اور یہ سب ذلّت و رسوائی کا سامان ہی تو ہے۔ اب اگر اپنی ذلّت و رسوائی کے لیے انسان خود ہی بے چین ہو، اپنے ہی ہاتھوں اس کا اہتمام کرے تو پھر بھلا کون ہے جو اسے ذلّت و رسوائی سے بچا سکے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں اپنی خواہشات کا غلام بننے کے بجائے اللہ کی رضا اور اس کے انعام و اکرام کا طلب گار رہنا چاہیے تاکہ اس کی عطا کے ساتھ ساتھ ہم اس کی مدد اور نصرت سے بھی فیضیاب ہو سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امارت وحکومت کا حریص بننے سے بچائے اور ہم پر اپنے خاص انعام و اکرام فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

مال ومتاعِ دنیا کا حسن و جمال پُر فریب ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خوف زمین کی برکتوں سے ہے۔'' کسی نے دریافت کیا ''زمین کی برکتوں سے کیا مراد ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی زیب وزینت'' اس پر ایک شخص نے عرض کیا ''کیا خیر سے شر پیدا ہوسکتا ہے؟'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور اتنی دیر خاموش رہے کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جس نے سوال کیا تھا؟'' اس نے عرض کیا: میں نے دریافت کیا تھا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (پہلے جب اس نے سوال کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی دیکھ کر سب نے اس کے سوال کو گستاخی پر محمول کیا تھا اور دل میں اسے ملامت کی تھی لیکن) اب جو وہ سامنے آیا تو سب نے اس کی تعریف کی (کہ اس کا سوال کرنا برمحل تھا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اصل اصول یہی ہے کہ) خیر کا نتیجہ خیر ہی ہوتا ہے لیکن یہ مال دنیا جو دیکھنے میں سرسبز اور ذائقے میں میٹھا ہے بالکل سبزۂ نوبہار کی مانند ہے اسے اگر جانور زیادہ کھالے تو اپھارہ کر دیتا ہے اور پھر وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا مرنے کے قریب پہنچ جاتا ہے مگر وہ ہری چگ جو کھائے اور جب خوب سیر ہو جائے تو دھوپ میں بیٹھ کر جگالی کرے اور لید اور پیشاب کرے (جب پیٹ خالی ہو جائے تو) پھر لوٹ آئے اور کھائے (محفوظ

Marfat.com

رہتا ہے) دراصل یہ مالِ دنیا بھی خوش نما اور خوش ذائقہ ہے لہٰذا اسے جس نے حق کے مطابق (بقدرِ ضرورت) لیا اور حق کے مطابق خرچ کیا تو یہ خوش گوار ہے اور جس نے اپنے حق سے زیادہ لیا اس کی مثال اِس شخص کی ہے جو کھاتا جاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی تر وتازگی اور زیب وزینت جو تم کو حاصل ہوگی یہ خیر نہیں بلکہ فتنہ ہے۔ گویا اس حدیثِ مبارکہ میں درحقیقت یہ بیان کیا گیا ہے کہ یوں تو خیر محض خیر ہی پیدا ہوتی ہے مگر دنیا کی یہ زیب وزینت دراصل خیر نہیں ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ فتنہ وفساد اور لالچ ہے اور انسان جب اس میں پوری طرح مشغول ہوتا ہے تو آخرت کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔ پھر حدیثِ مبارکہ میں اس کی مثال اس طرح پیش کی گئی ہے کہ جس طرح موسمِ بہار کی سرسبزی اور چارے کی فراوانی جانور کو بدہضمی میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتی ہے، اگر وہ اس کا بے تحاشا استعمال کرے لیکن اگر قدرِ ضروری پر قناعت کرے تو کوئی نقصان نہیں دیتی اسی طرح مالِ دنیا بھی موسمِ بہار کی سرسبزی کی طرح خوش منظر اور خوش ذائقہ ہے۔ نفسِ انسانی اس کی طرف راغب ہوتا ہے چناں چہ جو زیادہ لے لیتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو بقدرِ ضرورت لیتا ہے اسے نقصان نہیں ہوتا۔

انسان ہی نہیں یہ کائنات بھی فانی ہے لیکن انسان کے فائدے کے لیے اسے مسخر کر دیا گیا ہے تاہم تسخیرِ کائنات میں بے صبری اور حرص وہوس حائل ہو جائے تو نتیجہ نقصان ہی ہوتا ہے۔ یہ حرص وہوس مال ودولت کی ہو یا عز وجاہ کی نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہوتا ہے۔

جامع ترمذی کی ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے گئے ہوں ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے جتنا آدمی کے دین کو مال کی اور عز وجاہ کی حرص تباہ کرتی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا پس فنا ہو جانے

Marfat.com

والی دنیا کے مقابلے میں باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔

پروردگارِ عالم نے جہاں انسان کے لیے دنیا کو مسخر کر دیا ہے اور انسان کے فائدے کی چیز بنا دیا ہے، وہاں اس کے مُضِرّات سے بھی انسان کو آگاہ کیا جاتا رہا ہے۔ ازل سے رہبری اور رہنمائی کا یہ سلسلہ جاری ہے اور انسان کو دنیا کی حقیقت اور پرفریب جمال سے محفوظ رہنے کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ سورۃ الحدید کی ۲۰ ویں آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

"جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آزمائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اسے دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذابِ شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔"

اگر ہم دنیا کے فریب اور نقصان کو جان لیں تو یقیناً آخرت ہی کو ترجیح دیں گے۔ اس عالمِ فانی سے لو لگانے کے بجائے حیاتِ ابدی کی فکر کریں گے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے قلب و ذہن کو حرص سے پاک کر لیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر آدمی کے پاس دو میدان مال سے بھرے ہوئے ہوں تو بھی وہ تیسرے کا متلاشی رہے گا۔ ابنِ آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص (حرص سے) توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

غالباً شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی حدیثِ مبارکہ کا مفہوم بیان فرمایا ہے۔

چشمِ تنگ دنیا دار را
یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

Marfat.com

خیرہ کر دینے والی دنیا کی چمک دمک محض فریب اور دھوکہ ہے جس میں خسارا ہی خسارا ہے اور اسی حقیقت سے آنکھیں کھولنے کے لیے پروردگارِ عالم نے عصر کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ بلا شبہ انسان خسارے میں ہے۔ اس خسارے سے نجات اسی وقت ممکن ہے جب انسان دنیا کو حقیر جانے اور اس سے لو لگانے اور حظ اٹھانے کے بجائے اس کو ٹھکرا دے اور اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں مال ومتاعِ دنیا کے پُرفریب حُسن و جمال سے محفوظ و مامون فرمائے اور آخرت کو روشن و حسین بنانے کی ہمّت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

بیعت کے وقت ''سمع وطاعت بقدر استطاعت'' کہنا چاہیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (بیعت کے وقت) جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد) سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ (سماعت اور اطاعت) اس امر کی جس کی تم قدرت اور طاقت رکھتے ہو۔ یہ حدیثِ پاک صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں بیان ہوئی ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر سماعت و اطاعت کے حوالے سے قدرت و طاقت کے مطابق عمل کرنے کی بیعت کیے جانے کا ذکر ہے۔ ''بَیْعَۃ'' کی اصطلاح بَیع سے نکلی ہے جس کے لغوی معنی ہیں بیچ دینا۔ بیعت دراصل اس حرکتِ جسمانی کو کہتے ہیں جو قدیم عرب میں دو شخصوں کے مابین کسی معاہدے کے طے پا جانے کی علامت تھی اور جس میں ہاتھ سے ہاتھ ملایا جاتا تھا۔ بیعت میں معاہدے کی علامت مصافحہ تھی اور چوں کہ ایک سردار کا انتخاب اور اس کی حاکمیت کو تسلیم کر لینے کا عہد ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کیا جاتا تھا لہٰذا اس کے لیے لفظ بیعت بولا جانے لگا۔ اصطلاح میں بیعت سے مراد کسی پیغمبر، ولی یا صاحبِ نسبت بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے گناہوں سے تائب ہونا اور اس بزرگ کی اطاعت کا اقرار کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے انجام دے کر کوئی شخص یا جماعت کسی دوسرے شخص یا جماعت کے اقتدار کو تسلیم کر لے۔ بعض خاص مواقع پر بیعت کی مثالیں تاریخ میں بھی موجود ہیں جیسے بیعتِ عقبہ اور بیعتِ رضوان وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اُس شخص سے جو اسلام میں داخل ہوتا بیعت لیا کرتے تھے اور اس سے برے اعمال کے ترک اور اچھے کاموں کے کرنے کا عہد لیتے تھے۔ یہی بیعت

Marfat.com

کی اصل ہے۔ طریقہ بیعت اپنی ظاہری صورت کے ساتھ ایک معنویت بھی رکھتا ہے جسے تصوف کی زبان میں رابطہ یا نسبت کہتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور تک مسلمان خلیفہ وقت کی بیعت کرتے تھے لیکن جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تو بزرگوں نے لوگوں سے احکامِ خداوندی کی تعمیل کے لیے بیعت لینا شروع کر دی اور آج بھی صوفیائے کرام میں بیعت لینے کا سلسلہ جاری ہے۔

بیعت کے دو بڑے مقاصد ہیں ایک تو اصولاً کسی عقیدے سے وابستگی اور کسی شخص کی تعلیم کو قبول کرنا اور دوم کسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنا۔ وہ بیعت جو نبی مکرم ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کے مابین ہوتی تھی، وہ اسی قسم کی تھی۔ سورۃ الفتح کی آیت نمبر دس میں ارشادِ پاک ہے:

"تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے، وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے، پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ دے گا اُس کو بدلہ بہت بڑا۔"

یعنی اللہ کی ایسی مدد آئے گی جسے کوئی روک نہ سکے گا اور اسی کی مدد سے فتح و نصرت اس کے قدموں کے ساتھ ساتھ ہوگی۔

متذکرہ حدیث میں بیان کردہ الفاظ سے اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ جس طرح قرآنِ پاک میں ارشادِ ربّ العالمین ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا.

ترجمہ: "اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش یا استطاعت ہے۔"

مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی یہ بات صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ بیعت لیتے وقت نبی اکرم ﷺ اس بات کا لحاظ بھی رکھتے تھے کہ جس سے آپ ﷺ بیعت لے رہے ہیں وہ آپ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ پر کس قدر عمل کی استطاعت اور طاقت رکھتا ہے۔ اسی لیے سماعت اور اطاعت کے ساتھ بقدرِ استطاعت کے الفاظ شامل فرماتے تھے

Marfat.com

تا کہ کسی انداز کا ضعف رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی خلاف ورزی کے زمرے میں نہ آئے کیوں کہ انسان فی الحقیقت کمزور واقع ہوا ہے لیکن اس کے باوجود سَمِعنا وَاَطعنا سے تعمیل ارشاد نے ربّ کائنات کو خوش کر دیا اور اسی خوشی میں خالقِ کائنات نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات میں نہ صرف تشفّی وتسلّی کا اہتمام فرمایا ہے بلکہ یہ دعا بھی تعلیم فرمائی ہے کہ اے ہمارے رب اپنی رحمت وکرم سے ہمارے لیے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کے بجا لانے میں ہم پر صعوبت اور بھاری مشقت نہ ہو، نہ بھول چوک میں ہم پکڑے جائیں، نہ مثل پہلی امتوں کے ہم پر شدید حکم اتارے جائیں، نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر ہو، اس سہولت پر بھی ہم سے جو قصور ہو جائے اس سے درگزر اور معافی اور ہم پر رحم فرمایا جائے۔

حدیثِ مبارکہ اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات یہ بات سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ مقدور سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اور بھول چوک بھی معاف ہے۔غرض صاف صاف فرما دیا گیا کہ جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے برے کام کا خیال وخطرہ یا بھول چوک، ان پر مواخذہ نہیں۔ہاں جو باتیں بندے کے ارادے اور اختیار میں ہیں ان پر مواخذہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کی سمجھ اور اس پر عمل کی ہمّت وتوفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

طالبِ دنیا اور طالبِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نیت اور اس کا مقصدِ اصلی اپنی سعی و عمل سے آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ غنا (قلبی اطمینان اور مخلوق کی نا محتاجی کی کیفیت) اس کے دل کو نصیب فرما دیں گے اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرما دیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی اور جس شخص کی نیت اور اپنی سعی و عمل سے جس کا خاص مقصد دنیا طلب کرنا ہو گا اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی پیچ پیشانی میں اس کے چہرے پر پیدا فرما دیں گے اور اس کے حال کو پراگندہ کر دیں گے (جس کی وجہ سے اس کو خاطر جمعی کی راحت کبھی نصیب نہ ہو گی) اور (ساری تگ و دو کے بعد بھی) یہ دنیا اُس کو بس اُسی قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے مقدر ہو چکی ہو گی۔

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام احمد اور دارمی نے اس حدیثِ مبارکہ کو ابان کی روایت سے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ متذکرہ حدیثِ پاک میں طلبِ دنیا اور طلبِ آخرت کے حوالے سے اثرات و مضمرات بیان ہوئے ہیں۔

آخرت سے مراد حیات بعد الموت یا حشر کے بعد کی زندگی ہے۔ آخرت کا لفظ آخر کا مؤنث ہے اور قرآنِ پاک میں موت کے بعد کی زندگی کے لیے استعمال ہوا ہے جو بالکل نئی طرح کی ہو گی۔ سورۂ نوح آیت ۱۷۔۱۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

''اور اللہ نے تمھیں زمین سے سبزے کے طور پر اگایا پھر وہ تمھیں اس میں لوٹا دے گا اور تمھیں ایک (نئی) پیدائش میں نکال کھڑا کرے گا۔''

Marfat.com

بعض مفسرین نے آخرت کو دار الآخرت (یعنی آخری گھر) بھی کہا ہے جو موجودہ گھر یعنی دنیا کی ضد ہے نیز اسے دار البقاء (باقی رہنے والا گھر) بھی کہتے ہیں جو دار الفناء (فنا ہونے والا گھر) کی ضد ہے۔

آخرت کا تصور اسلام کے علاوہ بھی کئی مذاہب میں ملتا ہے۔ قدیم ادوار میں بھی انسان کسی نہ کسی صورت میں حیات بعد الموت پر یقین رکھتے تھے گو کہ ان کے تصورات پیچیدہ اور متضاد ہوا کرتے تھے۔

بیان کردہ حدیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو بندہ آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے آخرت کی فلاح کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لے تو پروردگار اسے نہ صرف قناعت کی دولت نصیب فرما دیتا ہے بلکہ قلبی سکون وطمانیت سے بھی سرفراز فرما دیتا ہے اور دنیا میں اس کے لیے جو کچھ مقدر ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی راستے سے چل کر از خود اس کے پاس آجاتا ہے جب کہ اس کے برعکس دنیا کو اپنا مقصود و مطلوب بنانے والے پر محتاجی و پریشانی مسلط کر دی جاتی ہے جو اس کے چہرے سے نمایاں ہوتی ہے لہٰذا بندے کے لیے ضروری ہے کہ آخرت ہی کو اپنا مقصود و مطلوب رکھے اور دنیا کو ایک عارضی چیز ہی کی طرح اہمیت دے۔ سورۃ الحدید کی آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمھارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تُو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذابِ شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا پس فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلے

Marfat.com

میں باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔ صحیح مسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ میں دنیا کو مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنّت قرار دیا گیا ہے اور اسی جنّت کا حال سورۃ الزخرف آیت ۳۳ تا ۳۵ میں یوں بیان ہوا ہے:

”اور اگر یہ (خیال) نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ سے انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں اور (خوب) تجمل (و آرائش دیتے) اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمھارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“

سورۂ ہود آیت ۱۵۔۱۶ میں طالبِ دنیا کا حال اور مقام کچھ یوں بیان ہوا ہے۔

”جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انھیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آتش (جہنّم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انھوں نے دنیا میں کیے، سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔“

بخاری و مسلم میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

”ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مال مانگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا: پھر مجھے نصیحت فرمائی کہ اے حکیم! یہ مال و دولت سب کو بھلی لگنے والی اور لذیذ و شیریں چیز ہے بس جو شخص اسے بغیر حرص و طمع کے سیر چشمی سے لے گا اس کے واسطے اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص دل کے لالچ کے ساتھ لے گا، اس کے واسطے اس میں برکت نہ ہوگی اور اس کا حال یہ ہوگا کہ کھائے اور پیٹ نہ بھرے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

مگر انسان بھی کس درجے حریص ہے کہ دنیا ہی سے چمٹا ہوا ہے۔ سورۃ الاعلیٰ آیت

Marfat.com

۱۶۔۱۷ میں پروردگارِ عالم کا ارشادِ پاک ہے۔
”مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو، حالاں کہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔“
دعا ہے کہ پروردگار ہمیں طلبِ دنیا سے محفوظ و مامون رکھے اور آخرت کا طالب بناتے ہوئے قلبی سکون عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

حسنِ طلب، صبر کی عادت اور مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں عطا کیا۔ انھوں نے پھر مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں عطا کیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب تقسیم کر چکے تو فرمایا:

''میرے پاس جو مال و دولت بھی آئے گا وہ میں تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا لیکن جو کوئی اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچائے گا اللہ تعالیٰ اسے عفاف (سوال سے بچاؤ) عطا کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے تونگری مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے دولت سے مالا مال کر دے گا اور جو کوئی اپنے آپ کو صبر کا عادی بنائے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کے وصف سے نوازے گا اور کوئی شخص بھی صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیے سے نوازا نہیں گیا۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند پہلو نمایاں ہیں۔ جہاں ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی تعلیم ہے، وہیں دستِ سوال دراز نہ کرنے کی تعلیم بھی ہے اور یہ بھی کہ جو خود کو ہاتھ پھیلانے سے بچائے گا اللہ تعالیٰ اسے پاک دامنی عطا فرمائے گا۔ دولت کی ضرورت اس دور میں کسے نہیں ہے یقیناً مہنگائی کے ہاتھوں ہر شخص پریشان ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہاتھ پھیلانے لگے کیوں کہ انسان کا یہ عمل اسے ذلّت و رسوائی سے دوچار کرنے والا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ضرورت پوری ہونے کی درخواست کی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔ وہ نہ صرف اس کی

Marfat.com

ضروریات پوری فرمائے گا بلکہ اسے بے حساب رزق عطا فرمائے گا۔ پریشان حالی میں اللہ تعالیٰ نے صبر کو بہت پسند فرمایا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ اور نبی مکرم ﷺ نے صبر کے حوالے سے بہت واضح طور پر اس وصف کی پسندیدگی اور عمدہ اجر وثواب کا مژدہ سنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور بلاشبہ وہی اس مخلوقِ اشرف کے بارے میں بخوبی واقف ہے۔ وہ انسان کو مختلف حوالوں سے آزماتا ہے مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔''

غور کیجیے تو یہ صبر کی ہمت وتوفیق بھی اسی کی طرف سے ہے اور سب سے بڑھ کر تو یہ کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی قوتِ برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ تو یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ہمیں جو بھی پریشانی یا تکلیف ہے اللہ تعالیٰ نے اسے برداشت کرنے کی طاقت ہمیں پہلے ہی سے دے رکھی ہے۔ اب اگر ہم بے صبری کا مظاہرہ کریں یا لوگوں سے اپنی پریشانیوں، ضرورتوں اور تکلیفوں کا مختلف طریقوں سے اظہار کریں تو یہ درحقیقت صبر کے شایانِ شان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ اس کو بخش دیں گے۔''

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور مؤطا امام مالک میں حضرت اسامہ

Marfat.com

بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا کر بھیجا۔

''میرے بچے کا آخری دم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کہلوایا اور پیام دیا کہ اللہ نے جو کچھ دیا ہے اسی کا ہے اور جو کچھ لے لیا اسی کا ہے اور ہر ایک چیز کی اس کے یہاں مدت مقرر ہے، پس صبر کرو۔''

صبر کے حوالے سے جب ہم اسلامی تعلیمات پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی اور کامیابی و کامرانی کے درواہوتے دکھائی دیتے ہیں لیکن جب ہم سوال کرنے کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو دنیا اور آخرت کے حوالے سے جو مضمرات و اثرات سامنے آتے ہیں وہ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور پر بھی معاشرے کی تباہی و بربادی اور تحقیر و ہتک کا سبب بنتے ہیں اور اس مختصر وقت میں ان پہلوؤں کو سمیٹنا ممکن نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دستِ سوال دراز کرنے سے باز رکھے اور صبر و استقامت کے ساتھ جملہ آزمائشوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کی طاقت، ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

ہدیے کو حقیر جاننا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

بخاری شریف کتاب الادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کسی ہدیے کو حقیر نہ جانے اگرچہ وہ ایک بکری کا پایا (کھر) ہی کیوں نہ ہو۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ مبارکہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف ہدیے کی اہمیت بیان فرمائی ہے بلکہ پڑوس یعنی ہمسائے کا ہدیے کے حوالے سے ذکر کر کے ہمسائے کی اہمیت بھی اجاگر کی ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں عورتوں سے تخاطب کا مطلب یہ ہرگز نہ لیا جائے کہ یہ حکم صرف خواتین کے لیے ہے، شاید اس کی وجہ اور حکمت یہ ہو کہ اکثر عورتیں اپنے مقابلے میں سامنے والی عورت کو قدرے حقیر جانتی ہیں اور خود کو ارفع خیال کرتی ہیں۔ اسی طرح مختلف اشیا میں مین میخ نکالنا اور نکتہ چینی کی عادت بھی مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اسی لیے انھیں مخاطب کیا گیا ہے۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ جامع ترمذی میں قدرے صراحت کے ساتھ اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو کیوں کہ تحفہ دل کے کینے کو دور کرتا ہے اور اگر کوئی اپنے ہمسائے کو بکری کا کھر بھی (بطور تحفہ) بھیجے تو وہ اسے حقیر نہ جانے۔"

گویا دوست احباب، عزیز و اقارب اور ہمسائے کے لوگوں کو تحفے تحائف دینا ہمارے دین میں بہت اہمیت کا حامل ہے اور اسلام نے ایک دوسرے کو تحفہ دینے کو نہ صرف پسند فرمایا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرما دیا ہے کہ اس عمل سے دلوں سے کینہ

Marfat.com

دور ہوتا ہے اور دلوں سے کینے کا دور ہونا محبتوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ تاہم اس ضمن میں ایک بات قابلِ توجہ اور اہم ہے کہ کسی کو تحفہ دینے کے پس منظر میں کوئی لالچ یا مطلب نہ ہو۔ مثلاً کسی نے سفارش کر کے آپ کا کوئی کام کروا دیا تو آپ نے اس سفارش کرنے والے کے ہاں تحفہ بھیج دیا۔ یہ عمل خلافِ دین ہے اور اسلامی تعلیمات میں اس حوالے سے سخت وعید بھی ملتی ہیں۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی کی سفارش کرے اور (اس کے بدلے میں) بھیجا ہوا تحفہ قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہونے والا ہوگا۔''

یعنی ذاتی مفادات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تحفے دینا اور تحائف قبول کرنا دونوں ہی انداز ناپسندیدہ ہیں اور جہنم رسید کیے جانے کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

عزیز واقارب، دوست احباب اور دیگر عوام الناس کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کے حوالے سے اسلامی تعلیمات میں ہمسائے کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے۔ مذکورہ حدیث میں بھی ہمسائے اور تحفے یعنی ہدیے کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ تحفہ بہت قیمتی ہونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ بہت معمولی چیز بھی ہدیہ کی جاسکتی ہے خواہ وہ بکری کا کھُر ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں روایت ہے۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں۔ ان میں سے تحفہ کسے بھیجوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے۔''

یعنی ہمسائے کے حقوق میں بھی زیادہ حق دار وہ ٹھہرتا ہے جو ہمارے گھر/ دروازے سے زیادہ قریب ہے۔ بعض اوقات بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی بہت سے لوگوں کو اپنے ہمسائے کے لوگوں سے لڑتے جھگڑتے دیکھا گیا ہے اور یہ معمولی معمولی واقعات غیر معمولی رنجشوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ ان رنجشوں کا ازالہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحفے وتحائف

Marfat.com

کے ذریعے کرنے کی رہنمائی بھی فرمادی اور بتادیا کہ ہم تحفے تحائف کے ذریعے کس طرح دلوں سے کینہ دور کر سکتے ہیں۔ صحیح بخاری، سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ دیتے تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحائف قبول ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ جواب میں تحائف دیتے بھی تھے اور اس معاملے میں کسی طرح کا لالچ اور طمع پیشِ نظر نہ ہوتا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمسائے کے حقوق ادا کرنے، ان سے محبت کے بے غرض تعلقات استوار کرنے اور انھیں اخلاصِ نیت کے ساتھ ہدیے بھیجنے اور ان کے تحائف قبول کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

وسائل وذرائع کی پاکیزگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رزق کو حاصل کیے بغیر نہیں مرے گا۔ سنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور رزق کے حصول میں جائز ذرائع و وسائل کام میں لاؤ۔ رزق کے حصول میں تاخیر تمھیں ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر آمادہ نہ کردے اس لیے کہ اللہ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ صرف اس کی اطاعت ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں رزق یعنی مال و دولت کے حوالے سے چند پہلو بیان ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ ہر شخص کا رزق مقدر ہو چکا ہے جسے حاصل کیے بغیر اسے موت نہیں آئے گی۔ دوم یہ کہ اسے حاصل کرنے کے لیے پرہیزگاری اور جائز ذرائع کا استعمال کیا جائے اور سوم یہ کہ حصولِ رزق میں اگر تاخیر ہونے لگے تو ناجائز ذرائع استعمال کر کے رزق حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ جو خالقِ کائنات ہے اور رازقِ کائنات بھی، ذرا دیکھیے کہ وہ جب کسی انسان کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے تو پہلے اس کا رزق اس کی ماں کے جسم میں اتار دیتا ہے اور پیدا فرماتا ہے تو ساری زندگی کا رزق مقدر کر دیتا ہے جسے حاصل کیے بغیر کسی بھی شخص کو موت نہیں آئے گی لیکن اشرف المخلوقات کے ذمے لازم ہے کہ وہ اپنے مقدر کیے گئے رزق کو حاصل کرنے کے لیے جائز اور حلال ذرائع اختیار کرے کیوں کہ مال کے بارے میں

Marfat.com

پہلے یہی پوچھا جائے گا کہ رزق یعنی مال و دولت کس راستے سے حاصل کیا اور پھر یہ کہ جو کچھ حاصل کیا اسے خرچ کن جگہوں پر کیا؟

ہم عام طور پر جب کسی شخص کے پاس دولت کی ریل پیل دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے بہت خوش ہے اور اس پر اپنا کرم کیے ہوئے ہے۔ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی کو کثیر رزق یعنی مال و دولت حاصل ہو تو یہ کیسے پتا چلے گا کہ اس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یا اسے آزمائش میں ڈال دیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر مال و دولت ملنے کے بعد بھی وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو اور غرور و تکبر سے بچا رہے تو سمجھو کہ یہ اللہ کا انعام ہے اور معاملہ اس کے برعکس ہو تو سمجھو کہ اسے آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔"

کیوں کہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے بھی بظاہر کوئی شخص جب خوشحالی اور آرام و راحت سے ہم کنار ہوتا ہے تو یہ دراصل اللہ کی طرف سے مہلت ہوتی ہے جس کے بعد عذابِ الٰہی کا تازیانہ ہی برستا ہے۔ اصل راحت و سکون وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے حاصل ہو۔ جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو وہ اس طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس جاتے ہیں۔"

جانوروں کے اس توکل پر غور کیجیے تو سورۂ عنکبوت کی آیت ۶۰ میں بیان کردہ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی:

"اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔"

سورۂ ہود آیت ۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتابِ روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔''

کسی کو کم اور کسی کو زیادہ رزق دیے جانے کی کیا وجہ ہے کُلّی طور پر تو اس کی حکمتوں سے اللہ تعالیٰ ہی باخبر ہے۔ سورۂ نحل کی آیت ۷۱ میں ارشادِ الٰہی ہے۔

''اور اللہ نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے نہیں ہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں؟''

قرآنِ کریم میں ہی ان حکمتوں کی صراحت بھی مل جاتی ہے مثلاً سورۂ شوریٰ آیت ۲۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا (اور) دیکھتا ہے۔''

غور کیجیے تو معاملہ رزق و دولت کے کم یا زیادہ ہونے کا نہیں بلکہ قسمت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر کسی کے حق میں بہتر سمجھا مقدر کر دیا۔ اب اصل معاملہ تو اسے حاصل کرنے کا ہے۔ اگر انسان کو رزق کے حصول میں ناکامی یا تاخیر کا سامنا کرنا پڑے تو اسے ناامید اور مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ حصولِ رزق کی کوشش اور جدوجہد جاری رکھنی چاہیے کیوں کہ ہمارے عقیدے اور ایمان کا تقاضا تو یہی ہے کہ اللہ کی ذات سے جڑے رہیں۔ نیکی کے کام کریں اور تقویٰ اختیار کریں۔ ایسے اعمال و افعال انجام دیں جو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ہمیں رزق و دولت ضرور عطا فرمائے گا۔ اگر دیر ہو تو بھی حصولِ رزق کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے بچنا چاہیے کیوں کہ جو مقدر ہو چکا ہے اسے حاصل کیے بغیر تو ہمیں موت نہیں آئے گی۔ جامع ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"آدمی کی نیک بختی یہ ہے کہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو جائے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ سے طلبِ خیر نہ کرے اور اللہ کی (مقرر کردہ) تقدیر سے ناراض ہو۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا پہ راضی رہنے کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے اور اپنے لیے مقدر کردہ مال و رزق جائز ذرائع کے ذریعے حاصل کرنے کی طاقت بخشے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

نیکی کے کام اور رضائے الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کا جو بندہ حج یا عمرہ کی نیت سے یا راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلا پھر راستے ہی میں اس کو موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے واسطے وہی اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے جو حج و عمرہ کرنے والوں کے لیے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کریمانہ دستور و قانون کا اعلان فرمایا ہے یہ اعلان قرآنِ پاک کی سورۃ النساء میں بھی واضح طور پر موجود ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اور جو بندہ اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی نیت سے نکل پڑے پھر آ جائے اس کو موت (راستے ہی میں) تو مقرر ہو گیا اس کا اجر اللہ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی بندہ اللہ کی رضا کا کوئی کام کرنے کے لیے گھر سے نکلے اور اس کے عمل میں آنے سے پہلے راستے ہی میں زندگی کا چراغ گل ہو گیا تو اس بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا پورا اجر مقرر ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہی اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کے شایانِ شان ہے۔

دیگر مذاہب کی طرح اسلام میں بھی نیکی کے کام انجام دینے کا اپنا ایک واضح نظام ہے۔ نیکی کے بہت سے کام مستحب و مسنون ہیں جیسے راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا، بیمار کی عیادت کرنا، ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور لوگوں سے اخلاق سے پیش آنا

Marfat.com

وغیرہ جب کہ بعض کام فرض ہیں جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا اور حج کرنا وغیرہ۔ فرائض کی ادائیگی نہ کرنے پر انسان نہ صرف اجر وثواب سے محروم کر دیا جاتا ہے بلکہ گناہ کا مرتکب بھی ٹھہرتا ہے۔

قرآنِ پاک کی سورۃ الزلزال میں واضح ارشاد ہے کہ لوگوں کو ان کی ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر بدی کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ غور فرمایئے کہ جہاں لوگوں کی ذرہ برابر نیکی بھی ضائع نہیں ہو رہی تو ایسی بڑی بڑی نیکیاں جو فرائض میں شامل ہیں اور محض اللہ کی رضا کے لیے انجام دی جا رہی ہیں تو پروردگارِ عالم ان کے اجر وثواب کا کیسا ہے بے مثال بدل دے گا۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ریا کاری اور نمود ونمائش اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ہے جب کہ اخلاصِ نیت کے سبب سے اجر وثواب میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اخلاصِ نیت کے حوالے سے بہت معروف حدیثِ پاک ہے۔ انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں بھی موت کا مقررہ وقت آ جانے کی وجہ سے نیکی کے اعمال انجام نہ دے سکنے کی بات کہی گئی ہے مگر وہ نیکی کا جو کام موت کی وجہ سے انجام نہ دے سکا اس کی بنیاد اخلاصِ نیت پر ہونے کی وجہ سے وہ پورے پورے اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ گویا یہاں جیسے اعمال کے بیج بوئے جائیں گے، آخرت میں گندم از گندم جَو از جَو کے مصداق اس کی فصل کاٹی جائے گی اور لوگ اپنے اعمال کا پورا بدلہ پائیں گے۔

نیکی کے کام خواہ چھوٹے چھوٹے ہوں یا بڑے بڑے ان سب کا بدلہ تو ہر حال میں ملے گا مگر مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں یہ بات بہت واضح اور نمایاں ہے کہ نیکی کے کام انجام دیتے وقت رضائے الٰہی کو بنیاد بنایا جائے اور ذہن میں یہ بات موجود ہو کہ ہم فلاں کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہے ہیں۔ یوں رجوع الی اللہ اور رضائے الٰہی

Marfat.com

کے مقصود کے سبب ہماری معمولی نیکیاں بھی غیر معمولی ثمرات کا سبب بنیں گی اور یہ توشۂ آخرت ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاصِ نیت کے ساتھ نیکی کے کام انجام دینے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نیکی اور گناہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مسلم شریف کے باب کتاب البرّ والصلوٰۃ و الادب میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”نیکی خوش خلقی کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس کے بارے میں مطلع ہو جائیں۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں انتہائی لطیف انداز میں نیکی اور گناہ کے فرق کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دراصل نیکی اور گناہ کیا ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ نیکی اور بھلائی کی بہت سی صورتیں ہیں لیکن مذکورہ حدیثِ پاک میں خوش خلقی یعنی اچھے اخلاق کو سب سے بڑی یعنی اصل نیکی قرار دیا گیا ہے جب کہ گناہ کے بارے میں کسی خاص گناہ کا ذکر تو اس حدیثِ مبارکہ میں نہیں کیا گیا ہے بلکہ گناہ کے بارے میں ایک جامع اصول اور ضابطہ بیان فرما دیا ہے کہ بدی اور برائی کے بارے میں جاننے کے لیے اپنے ضمیر سے پوچھ لو۔ مسند احمد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے بھلی معلوم ہو اور بدی تجھے بری محسوس ہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی چیز تیرے دل میں تردد پیدا کرے اور مشتبہ معلوم ہو (ایسی صورت میں) تو اسے چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں خیر و شر کی تمیز کی صلاحیت رکھ دی ہے۔ وہ نہ صرف گناہ کے کاموں کو جانتا بلکہ دوسروں سے چھپاتا بھی ہے اور نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے گناہوں

Marfat.com

سے واقف ہوں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے سب کچھ جانتا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

"اور ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کر دو۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔"

جب کہ سورۃ النساء کی آیت ۳۱ میں کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا گیا:

"اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمھارے (چھوٹے بڑے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمھیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔"

قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں نیکی کے کاموں کے لیے معروف اور گناہ کے کاموں کے لیے منکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے یعنی نیکی وہ ہے جو دیکھی بھالی اور مشہور و معروف ہے اور سب اس سے واقف ہیں جب کہ گناہ وہ ہے جس کو انسان کی فطرت ناپسند اور نامانوس خیال کرتی ہے۔

مذکورہ حدیث میں اچھے اخلاق کو بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔"

عام طور پر لوگ نماز، روزے اور دیگر عبادات کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے نظر آتے ہیں مگر اللہ کے محبوب نے ایسے عبادت گزاروں اور متقی و پرہیزگاروں کا ذکر کرتے ہوئے اچھے اخلاق کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔ سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ صاحبِ ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کے وقت ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔"

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اخلاق رکھنے والوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری میں

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔''

اسی طرح صحیح بخاری ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے۔''

جب کہ اس کے برعکس سنن ابوداؤد میں حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سخت کلام اور بدمزاج آدمی جنت میں نہ جائے گا۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کے اسوۂ حسنہ پر چلائے اور تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے اور حسنِ اخلاق کے ساتھ جینے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

اپنی حاجات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

جامع ترمذی وسنن نسائی میں حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تعلیم فرماتے تھے کہ ہم دعا میں اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کریں۔

"اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے استقامت اور ثابت قدمی دین کے معاملے میں، اور طلب کرتا ہوں اعلیٰ صلاحیت اور سوجھ بوجھ میں پختگی، اور تیری نعمتوں کے شکر کی اور حسنِ عبادت کی توفیق، اور طالب ہوں تجھ سے لسانِ صادق اور قلبِ سلیم کا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اُس شر سے جس کا تجھے علم ہے، اور سائل ہوں ہر اُس خیر اور بھلائی کا جو تیرے علم میں ہے، اور معافی اور مغفرت چاہتا ہوں اپنے ان سب گناہوں سے جو تجھے معلوم ہیں۔ تو ساری پوشیدہ باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔"

اسی حدیث کو ابنِ عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ کو یہ دعا تلقین کرنے کے بعد فرمایا:

"اے شدّاد بن اوس! جب تم دیکھو کہ لوگ سونے اور چاندی کو بطور خزانہ جمع کرتے ہیں تو تم اس دعا کو اپنا خزانہ سمجھو۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاص دعا تعلیم فرمائی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو پروردگارِ عالم نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور اسوۂ حسنہ سے مراد کامل نمونۂ عمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہمارے لیے قدم قدم پر رہنمائی موجود ہے۔ دیگر اعمال وافعال کی طرح دعائیں تعلیم فرماتے ہوئے نہ صرف دعا کے آداب سکھائے بلکہ یہ بھی ذہن نشین کرا دیا کہ دعا کس

Marfat.com

طرح مانگنی چاہیے۔ آپ ﷺ کی جو دعائیں ماثور اور منقول ہیں انھیں مضامین اور موقع و محل کے لحاظ سے تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جن کا تعلق نماز سے ہے۔ دوسری وہ جن کا تعلق خاص اوقات یا مواقع اور حالات سے ہے جب کہ تیسری وہ جن کا تعلق نہ نماز سے ہے نہ خاص اوقات یا مواقع سے بلکہ وہ عمومی قسم کی ہیں اور ان میں سے زیادہ تر مضامین کے لحاظ سے ہمہ گیر اور جامع ہیں۔ اسی وجہ سے ائمۂ حدیث نے اپنی تالیفات میں ان دعاؤں کو ''جامع الدعوات'' کے زیرِ عنوان جمع فرمایا ہے۔ یہ دعائیں نبیٔ مکرم ﷺ کی طرف سے امت کے لیے خاص الخاص عطیہ اور بیش بہا تحفہ ہیں۔ مذکورہ حدیثِ مبارکہ بھی اِنھیں میں سے ایک ہے۔

دعا سے مراد انسان کا اپنی طلب اور خواہش کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس سے مدد طلب کرنا ہے۔ مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دعا عین عبادت ہے۔''

اور آپ جانتے ہیں کہ عبادت کا حق دار یعنی معبودِ حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لہٰذا دعا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمھارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ نیک رستہ پائیں۔''

متذکرہ حدیثِ پاک ایک جامع دعا ہے جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس دعائے مبارکہ میں سب سے پہلے دین و ایمان کے حوالے سے ثابت قدمی اور استقامت طلب کی جا رہی ہے جو ایک مسلمان کا سب سے قیمتی سرمایہ و اثاثہ ہیں۔ پھر اپنی عقل و شعور ہی کو سب کچھ جان کر گمراہ ہونے کے بجائے پروردگارِ عالم سے سوجھ بوجھ کی

Marfat.com

پختگی اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لیے سوال کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت و ریاضت کی توفیق طلب کی جا رہی ہے۔ پھر سچی زبان اور قلبِ سلیم کا سوال ہے اور ظاہر و باطن میں موجود ہر اُس شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جا رہی ہے جس کا احاطہ صرف پروردگار ہی کی ذاتِ بابرکات کر سکتی ہے۔ آخر میں اُس بھلائی اور خیر کا سوال کیا جا رہا ہے جو احاطۂ قدرت میں ہے اور ان سب کے بعد اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جا رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب سے باہر نہیں کہ بلاشبہ وہی ہے جو پوشیدہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہے۔

اس دعا کے ایک ایک جز پر غور کیجیے تو پتا چلتا ہے کہ یہ دعا ان تمام مقاصد پر حاوی ہے جو ایک مومن کو عزیز ہونے چاہئیں۔ جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔"

مشکل کشائی اور حاجت روائی کے جملہ اختیارات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، اس لیے صرف اسی سے دعائیں مانگنا برحق ہے۔ دنیاوی معاملات و تدابیر اور انتظام و انصرام میں کسی دوسرے کا دخیل ہونا تو کجا کوئی اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ اللہ سے سفارش کر کے اس کا فیصلہ بدلوا دے یا کسی کی قسمت کے بگاڑنے اور سنوارنے میں کوئی کردار ادا کر سکے۔ زیادہ سے زیادہ کوئی جو کچھ کر سکتا ہے وہ بس اتنا ہے کہ اللہ سے دعا کرے مگر اس کی دعا کا قبول ہونا یا نہ ہونا پھر اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ سورۂ یونس کی آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"کوئی شفاعت (یعنی سفارش) کرنے والا نہیں اِلّا یہ کہ اس کی اجازت کے ساتھ شفاعت کرے، گویا سفارش کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت ضروری ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر سفارش بھی نہیں کی جا سکتی۔

ہمیں اپنی زندگی کے معاملات کے حوالے سے دعاؤں کا نذرانہ اللہ کے حضور پیش کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ جامع

Marfat.com

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔''

اور یہ یقین بھی رکھنا چاہیے کہ یہ اختیار بھی اسی کا ہے کہ وہ دعا کی قبولیت کے بعد کون سے ذرائع اور وسیلے کا انتخاب کرے گا، کیوں کہ وہی بہتر جانتا ہے کہ ہمیں کسی ذریعے اور وسیلے سے عطا کیا جانا ہمارے لیے بہتر اور فائدہ مند ہے ورنہ ہمارا انتخاب کردہ ذریعہ تو ہمارے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس محفوظ اور نہایت قیمتی ورثہ کی قدر کریں اور ان دعاؤں کے ذریعے دنیا اور آخرت کی برکتیں اور رحمتیں براہِ راست مالک الملک کے خزانے سے حاصل کیا کریں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

احسان کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا جو بندہ بے شوہر والی اور بے سہارا کسی عورت اور کسی مسکین حاجت مند آدمی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہو وہ اجر وثواب میں اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہو۔ راوی کہتے ہیں۔

"اور میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور اس شب بیدار کی طرح ہے جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور تھکتا نہ ہو اور اس دائمی روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی بے روزہ کے رہتا ہی نہ ہو۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں بیواؤں نیز بے سہارا اور حاجت مندوں کے بارے میں حسنِ اخلاق کی تعلیم فرمائی جا رہی ہے اور اس کے اجر و ثواب کی بابت بتایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ ان بندوں کے برابر ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں یا پھر صائم النہار اور قائم اللیل ہوں۔

حضرت انس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ پس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کے کنبے یعنی اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کریں۔ احسان کا مطلب ہے کہ کسی شخص کے ساتھ اپنی طرف سے بھلائی کی جائے خواہ اس طرح کہ اس کو کوئی چیز بطور تحفہ دی جائے یا اس کا کوئی کام کر دیا جائے، اس کو آرام پہنچایا جائے یا کوئی ایسا کام کیا جائے جو اس کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔ یہ سب صورتیں احسان کی ہیں اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ان سب کی ترغیب دی ہے۔ احسان خواہ کسی قسم کا ہو اور اللہ

Marfat.com

کی کسی مخلوق کے ساتھ کیا جائے وہ اللہ کو راضی کرنے والا عمل ہے۔

اخلاقی اقدار کے حوالے سے قرآن و احادیث میں سب سے زیادہ احسان کے بارے میں تاکید آئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۹۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

اسی طرح سورۂ نحل کی آیت ۹۰ میں ارشادِ پاک ہے:

''اللہ تمھیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتے داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔''

متذکرہ حدیثِ پاک میں بیواؤں اور بے سہارا افراد کے لیے دوڑ دھوپ کا اجر بیان ہوا ہے۔ سورۂ نور کی آیت ۳۲ میں ربّ العالمین کا ارشادِ پاک ہے:

''اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کی مدد کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے اللہ ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔''

ذرا اپنے گرد و پیش نظر دوڑایئے تو ایسی بے شمار بیوائیں اور بے سہارا افراد نظر آئیں گے جو ہماری توجہ اور مدد کے مستحق ہیں۔ دین سے دوری کا نتیجہ ہے کہ بیواؤں کو معاشرے میں وہ قدر و منزلت حاصل نہیں، جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ مولوی نذیر احمد دہلوی نے اپنی کتاب ایامیٰ میں بیواؤں کے حوالے سے ہماری فرسودہ معاشرتی اقدار پر بھرپور نظر ڈالی ہے۔ مادّیت پرستی اور منفعت کے سبب ہماری سوچ اور فکر جس قدر جمود کا شکار ہوتی جا رہی ہے وہ بھی نئی اور ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اہلِ ثروت دولت کے نشے میں چُور ہیں اور بیوہ و بے سہارا ان کی توجہ اور مدد کے منتظر۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم اسلام کے نام لیوا اور علم بردار ہیں آگے بڑھ کر ایسے بے سہارا، حاجت مندوں کی مدد کریں۔ اپنے دین کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کو مثالی معاشرہ بنا دیں مگر معاملہ اس کے برعکس

Marfat.com

ہے۔ ہم بیواؤں، بے سہارا اور حاجت مند کی طرف نظر کرنے کے بھی روادار نہیں معلوم ہوتے۔ کم علمی اور بے عملی ہماری زندگی کا جزو لازم بن گئی ہے اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ اوّل تو احسان کی کوئی شکل مشکل ہی سے دکھائی دیتی ہے اور اس پر بھی ستم یہ کہ احسان کر کے جتلانے والوں کا غلبہ ہے۔ قرآن و احادیث میں جہاں احسان کر کے جتلانے والوں کے بارے میں وعیدیں ملتی ہیں وہاں احسان کرنے والوں کے لیے بشارتیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً سورۂ رحمٰن میں ارشادِ مبارک ہے:

''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔''

احسان کا اس سے بہتر بدلہ بھلا اور کیا ہو سکتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے احسان کرنے والوں کو مجاہدوں کے برابر ٹھہرایا ہے۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں حاجت مندوں، بیواؤں اور بے سہارا افراد کے ساتھ احسان کرنے نیز ان کے ساتھ تعاون اور مدد کرنے کی توفیق اور ہمّت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

مغفرت طلبی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

ترمذی شریف کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے ابنِ آدم! اگر تو نے مجھ سے دعا کی اور امید لگائی تو میں تیرے (سارے گناہوں کو) معاف کر دوں گا اور پروانہیں کروں گا۔ اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں اور تو نے مجھ سے مغفرت کی درخواست کی تو میں تیری مغفرت کر دوں گا اور پروانہیں کروں گا۔ اے ابنِ آدم! اگر تو زمین کے برابر خطا کاریاں لے کر میرے پاس آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کوئی شرک نہ کیا تو میں تجھے زمین کی وسعتوں کے برابر مغفرت عطا کر دوں گا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں دو پہلو نمایاں طور پر بیان ہوئے ہیں اوّل یہ کہ دعا کی قبولیت کے لیے کامل یقین اور ایمان ضروری ہے اور دوم یہ کہ مشرک کی دعا قبولیت کے درجے پر نہیں پہنچ سکتی۔ فطری سی بات ہے کہ ہر کمزور مدد اور تعاون کے لیے طاقتور کی طرف رجوع کرتا ہے اور طاقت و زور کے مدّعی اگر بہت سے نظر آ رہے ہوں تو سب سے بڑے اور زیادہ طاقتور کی طرف جائے گا۔ اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب پروردگار ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو یقیناً ہمیں رجوع الی اللہ پر کامل یقین اور ایمان کے ساتھ عمل کرنا چاہیے۔

دعا کے معنیٰ ہی انسان کا اپنی طلب اور خواہش کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور

Marfat.com

اسی سے مدد طلب کرنا ہے۔ حدیثِ پاک میں دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے اور عبادت صرف ذاتِ الٰہی کا حق ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

''اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا اور قبول کرتا ہوں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔''

قرآنِ پاک میں متعدّد مقامات پر انبیائے کرام کی دعائیں مذکور ہیں۔ ان دعاؤں کے بیان کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسانوں کو دعا مانگنے کا طریقہ آ جائے۔ نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے حوالے سے کتبِ احادیث میں متعدد مواقعِ پر مانگی جانے والی دعاؤں کا ذکر ملتا ہے اور ان کا واضح مقصد یہ تعلیم دینا ہے کہ دعائیں کس طرح مانگی جائیں۔ ربّ العالمین کے حضور اپنی حاجات کس طرح عجز و انکساری کے ساتھ پیش کی جائیں۔ دعا کے آداب سکھاتے ہوئے سورۃ الاعراف کی آیت ۵۵ میں ارشاد ہوا:

''لوگو! اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

سورۃ الاعراف ہی کی آیت ۲۰۵ میں رہنمائی کی گئی:

''اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور دیکھنا غافل نہ ہو جانا۔''

مگر انسان بہت جلد باز اور بے صبرا واقع ہوا ہے اس کے لیے تو دعا کی قبولیت بظاہر یہی ہے کہ اِدھر دعا ختم ہو اور اُدھر اثرات ظاہر ہو جائیں۔ حالاں کہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمھاری دعائیں اس وقت تک قابلِ قبول ہوتی ہیں جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر وہ قبول ہی نہیں

Marfat.com

ہوئی۔"

اس کے علاوہ مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو مومن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک ضرور عطا ہوتی ہے یا تو جو اس نے مانگا ہے وہی اس کو ہاتھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے، یا اس کی دعا کو آخرت میں اس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے، یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اس دعا کے حساب میں روک دی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بات یہ ہے تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔"

غرض یہ کہ اپنی حاجات اور خواہشات کی تکمیل کا واحد مرکز صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہونی چاہیے۔ جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔"

حاجت روائی اور مشکل کشائی کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لیے صرف اسی سے دعائیں مانگنا برحق ہے۔ سورۃ الرّعد کی آیت ۱۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اسی کو پکارنا برحق ہے رہیں وہ دوسری ہستیاں جنھیں اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ انھیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا حالاں کہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف۔"

Marfat.com

قرآنِ پاک میں شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے۔ شرک اور مشرک کی واضح تفصیل تفاسیر و احادیث کی کتب میں موجود ہے۔ یہ محدود لمحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ متذکرہ حدیثِ پاک میں بڑے بڑے اور کثیر گناہوں کی بخشش کے لیے بھی یہ شرط موجود ہے کہ صاحبِ دعا شرک کا مرتکب نہ ہو۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہی شرک نہیں ہے بلکہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی سے دعا مانگنا یا اس کو مدد کے لیے پکارنا بھی شرک ہے۔ استعانت، مدد اور دعا اپنی حقیقت کے اعتبار سے عبادت میں ہیں اور غیر اللہ سے مناجات کرنے والا ویسا ہی مجرم ہے جیسا ایک بت پرست مجرم ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۵۶-۵۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

''ان سے کہو، پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو۔ وہ کسی تکلیف کو نہ تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون ان سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔''

نہ تو دنیا کے انتظام و انصرام میں کوئی دخل اور اختیار کی قوت رکھتا ہے اور نہ ہی سفارش یا دباؤ کے ذریعے فیصلہ بدلوانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ سورۂ یونس کی ابتدائی آیات کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ دعا کر سکتا ہے جس کی قبولیت یا رد کا اختیار پروردگارِ عالم ہی کو ہے۔ بعض اوقات تو نبی کی دعا بھی رد کر دی جاتی ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، کہا:

''اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔''

جواب میں ارشاد ہوا:

''اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے لہٰذا تم اس بات کی درخواست نہ کرو جس کی حقیقت کو تم نہیں جانتے۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنا لو۔''

Marfat.com

اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فوراً عرض کیا:

''اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا: تو میں برباد ہو جاؤں گا۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرک سے محفوظ و مامون فرمائے اور ہماری دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

عذابِ قبر کی حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''جب (مشہور انصاری صحابی) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے جنازے پر گئے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتار کر جب قبر برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہم بھی دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت آپ کی تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی (جس سے اس کو تکلیف تھی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی کی اس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرما دی اور اس کی تکلیف دور کر دی۔''

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں اعجازِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے معروف صحابی کی قبر کا احوال بیان کیا گیا ہے اور نیک اعمال و تسبیحات کے ذریعے عذاب میں کمی کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ یوں تو معجزاتِ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرنے پر اہلِ قبور کے احوال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ان کے لیے کیے جانے والے بہت سے اعمال و افعال کا ذکر ملتا ہے مگر یہاں جس محترم ہستی کا بیان ہے اس سے برزخ کی زندگی کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

Marfat.com

برزخ سے مراد وہ چیز ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو، کامانع اور رکاوٹ ہو۔ احادیث میں قبر کا لفظ مجازاً عالم برزخ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد وہ عالم ہے جس میں روح موت کی آخری ہچکی سے لے کر یومِ حشر میں دوبارہ جی اٹھنے تک رہے گی۔ یہ فارسی لفظ پردہ کا معرّب ہے جس کا مطلب ہے کہ اب انسانوں اور دنیا کے درمیان ایک روک ہے جو انھیں واپس نہیں جانے دے گی اور قیامت تک یہ دنیا اور آخرت کے درمیان کی اس حدِ فاصل میں ٹھہرے رہیں گے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عالم برزخ عدم محض کا عالم ہے جس میں کوئی احساس اور شعور نہ ہوگا اور کسی قسم کا عذاب ثواب نہ ہوگا لیکن قرآنِ پاک اس عقیدے کی نفی کرتا ہے۔ جب آدمی مر کر عالمِ برزخ میں چلا جاتا ہے تو ہر نیک و بد کو موت کی ساعت سے قیامت تک نیک اور بد انجام دکھایا جاتا رہتا ہے۔ سورۃ المؤمن کی آیت ۴۵۔۴۶ آلِ فرعون کے بارے میں ارشاد ہے:

''ایک سخت عذاب ان کو گھیرے ہوئے ہے یعنی صبح و شام وہ آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں پھر جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم دیا جائے گا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کر دو۔''

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب مر جاتا ہے، اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو جنتیوں کے مقام میں سے (اس کا جو مقام ہونے والا ہوتا ہے وہ) ہر صبح و شام اس کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اگر وہ مرنے والا دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو اسی طرح دوزخیوں کے مقامات میں سے (اس کا مقام اس کے سامنے کیا جاتا ہے) اور کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تجھے اپنی طرف بلائے گا تو یہ تیرا مستقل ٹھکانہ ہوگا۔

یومِ آخرت پر تو ہم ایمان رکھتے ہی ہیں مگر بحیثیت مسلمان ہمیں قبر کی منزل کو بھی ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ بلاشبہ ایک کٹھن منزل ہے۔ بخاری شریف میں حضرت امہ بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔''

جامع ترمذی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اگلی منزلیں اس سے آسان ہیں اور اگر نجات نہ پائی تو اگلی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے قبر سے زیادہ (کوئی) بھیانک منظر نہیں دیکھا۔

قبر کی منزل جس قدر سخت ہے انسان نے اپنی غفلت اور لاپروائی کے ذریعے اسے اتنا ہی آسان سمجھ رکھا ہے۔ بلاشبہ انسان کی اسی سوچ کی وجہ سے پروردگارِ عالم نے سورۃ العصر میں انسان کو خسارے میں بتایا ہے۔ آج کا انسان اس قدر حریص ہے کہ اپنی آخرت کو بھلا بیٹھا ہے اور دنیا کی عیش و عشرت سمیٹنے میں لگا ہوا ہے۔ سورۃ التکاثر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''زیادتی کی چاہت نے تمھیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔''

قبر میں جانے کے بعد انسان کی عملی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور مرحوم اپنے زندوں کی طرف سے نیک اعمال کا محتاج ہو جاتا ہے۔ متذکرہ حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے تسبیح و تکبیر پڑھنے سے اہلِ قبر کی تنگی دور کر دی گئی۔ بلاشبہ ہمیں بھی اپنے مرنے والوں کے لیے نیک اعمال کرتے رہنا چاہیے تاکہ اپنی غفلت اور کوتاہی کے سبب وہ جس عذاب سے دوچار ہوں اللہ تعالیٰ ان سے وہ دور فرما دے ورنہ مرحوم کفِ افسوس ہی ملتا رہے گا۔ سورۃ المومنون آیت ۹۹۔۱۰۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:

''یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں اُس میں (جسے چھوڑ آیا ہوں) نیک کام کروں گا۔ ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا) اور ان کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اُس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے (رہیں گے)۔''

زندگی کی نعمت صرف ایک بار ہی ملنے والی ہے کوئی دوسرا تیسرا جنم نہیں ہوگا اور اسی طرح یہ حقیقت بھی اٹل ہے کہ انسان کو ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بدلہ دیا جائے گا جس کی تعلیم سورۃ الزلزال کے اختتام پر موجود ہے۔ دنیا کی زندگی ختم ہونے پر اخروی زندگی کا

Marfat.com

آغاز قبر ہی سے ہوگا اور عذابِ قبر بھی اٹل حقیقت ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عذابِ قبر کا حال پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عذابِ قبر برحق ہے اس کے بعد میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔"

متذکرہ حدیث میں جن سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یہ وہی معروف اور مشہور صحابی ہیں جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۵ ھ میں وفات پانے والے اسی صحابی کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی اور آسمان کے دروازے ان کے لیے کھولے گئے مگر اس کے باوجود انھیں بھی قبر کی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس میں ہمارے لیے بڑا سبق اور انتباہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرمِ خاص فرمائے اور ہم پر قبر کی منزل آسان فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

یوم الحشر میں سوالی کے لیے ذلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ اور سنن دارمی کی ایک حدیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ایسی حالت میں لوگوں سے سوال کرے کہ اس کے پاس ''مایغنیہ'' ہو (یعنی اتنا موجود ہو جو اس کے لیے کافی ہو اور جس کے بعد وہ دوسروں کا محتاج دستِ نگر نہ رہے) تو وہ قیامت کے دن محشر میں اس حال میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے میں ایک گھاؤ کی صورت میں ہوگا۔'' (خموش، خدوش، کدوح یہ تینوں لفظ قریب المعنیٰ ہیں ان کے معنی زخم کے ہیں غالباً راوی کو شک ہوگیا ہے کہ) اصل حدیث میں ان تینوں میں سے کون سا لفظ تھا۔ آگے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کتنی مقدار ہے جس کو آپ نے ''مایغنیہ'' فرمایا ہے (اور جس کے بعد وہ دوسروں کا محتاج اور دستِ نگر نہیں رہتا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ بنیادی طور پر اس حدیثِ پاک میں غنا کا معیار بیان فرمایا گیا ہے کہ کس قدر مال ہوتے ہوئے سوال کرنا جائز نہیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور حقوق و فرائض کے حوالے سے اس نے معاشرے میں ایک ایسا نظم پیدا کر دیا ہے کہ ہر شخص اگر اپنا اپنا فرض ادا کرتا ہے تو معاشرے کے سبھی افراد کی ضروریات کی تکمیل خود بخود ہو جاتی ہے اور جب ضرورت مند ہی موجود نہ رہیں تو بھلا سوال کرنے کی ضرورت کیوں کر اور کیسے پیش آئے گی؟

Marfat.com

معاشرے پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حقوقِ انسانی کی اُتنی بے شمار تنظیموں کے باوجود ہر طرف حقوق حقوق کی صدائیں گونج رہی ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے فرض کی ادائیگی سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ یوں حقوق و فرائض کا توازن بگڑ گیا ہے۔ اسلام ہمیں کامل دستورِ حیات فراہم کرتا ہے جس پر عمل کر کے ہی ہم مثالی معاشرے کا خواب شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس پچاس درہم یا اس کے قریب مالیت موجود ہے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے یا کاروبار وغیرہ میں لگا سکتا ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ دستِ سوال دراز کرے کیوں کہ ایسا شخص قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر ناجائز سوال کے باعث بدنما داغ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم مالیت کا بھی ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ تاہم سنن ابی داؤد کی ایک حدیثِ مبارکہ میں سہل بن الحنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔

> ''غنا کی وہ کیا مقدار ہے جس کے ہوتے ہوئے سوال نہیں کرنا چاہیے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتنا کہ اس سے دن کا کھانا کھا سکے اور رات کا کھانا کھا سکے۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک دن کا کھانا موجود ہونے پر بھی سوال کرنا درست نہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ وہ غِنا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے متعین اور مقرر ہے لیکن جس غِنا کے ہوتے ہوئے دستِ سوال دراز کرنے کی ممانعت آئی ہے آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اس کے معیار مختلف بیان فرمائے ہیں اور شارحین نے اپنے اپنے طور پر ان کی توضیحات پیش کی ہیں جن سے مجموعی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اختلاف اشخاص اور احوال کے لحاظ سے ہے، گویا بعض حالات یا اشخاص ایسے ہو سکتے ہیں کہ تھوڑا بہت اثاثہ ہونے کی صورت میں بھی ان کے لیے سوال کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اگر یہ

Marfat.com

اثاثہ چالیس پچاس درہم کے قریب ہو تو پھر بالکل گنجائش نہیں جبکہ بعض حالات یا اشخاص ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے پاس اگر ایک دن کا کھانا بھی موجود ہے تو ان کے لیے سوال کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اس اختلاف کو رخصت و عزیمت کے فرق پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے گویا جن احادیث میں چالیس پچاس درہم کی مالیت کو غنا کا معیار بتایا گیا ہے ان میں رخصت اور فتوے کا بیان ہے اور جن احادیث میں ایک دن کے کھانے کی موجودگی کو معیار بتایا گیا ہے اور سوال سے منع کیا گیا ہے وہ عزیمت اور تقویٰ کا مقام ہے۔

نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے توحید اور نمازِ پنج گانہ کی تعلیم کو جس قدر ضروری اور اہم جانا اسی طرح لوگوں کو سوال سے باز رہنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے بار بار فرمایا ہے کہ ہم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور اس کو فروخت کرے تاکہ اللہ اس کی حاجت رفع کر دے یہ اس کے حق میں بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں۔ بے شمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ اشد ضرورت نہ رکھنے والے سائل سے نہایت نفرت کرتے اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعے سے کچھ وصول کرتا تھا اس کو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے۔ جو شخص ایک وقت یا ایک دن کی خوراک موجود ہونے پر بھی سوال کرے وہ اپنے لیے کثرت سے آتشِ دوزخ طلب کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سوال ایسے قبیح فعل سے باز رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

یوم الحشر اور زمین کی گواہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

جامع ترمذی، ابواب التفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیثِ مبارکہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنے سارے احوال بیان کر دے گی) اور صحابہ سے پوچھا۔

"جانتے ہو احوال بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟" لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "زمین قیامت کے دن گواہی دے گی کہ فلاں مرد اور عورت نے میری سطح پر کیا اعمال کیے تھے۔ اس آیت کا یہی مطلب ہے۔"

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں قیامت کے دن انسانوں کے اعمال و افعال کے حوالے سے زمین کی گواہی کی صراحت بیان ہوئی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اہلِ ایمان ہونے کی حیثیت سے یوم الحساب یعنی قیامت کے دن پر یقین رکھنا کس قدر ضروری اور لازمی ہے۔ اپنے عمل بلکہ ہر چھوٹے بڑے عمل کے حساب کا خوف نفسیاتی طور پر انسان کو برائی سے دور رکھتا ہے۔ جب کوئی بھی شخص یہ سمجھ لے کہ اسے قیامت کے دن اپنے ہر عمل کے لیے اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہونا ہے تو وہ برائی سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

بظاہر یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح اربوں کھربوں انسانوں کے ایک ایک عمل کا حساب ممکن ہے۔ مگر اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ وہ ایک دن میں سب حساب مکمل کر لے گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

Marfat.com

گیا کہ وہ دن کتنا طویل ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے مومن کے لیے وہ دن اس سے بھی ہلکا ہوگا۔"

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ زمین اس بات کی گواہی دے گی کہ بنی آدم نے کون کون سے اعمال کب اور کہاں انجام دیے؟ وہ ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں نیکی یا بدی فلاں وقت انجام دی۔ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"زمین سے بچو یہ تمھاری ماں ہے جو شخص نیکی یا بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کر بیان کر دے گی۔"

حدیثِ مبارکہ میں سورۃ الزلزال کی آیت ۴ کا ذکر ہے۔ اسی سورہ مبارکہ کی آیت ۷ اور ۸ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے:

"کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹا عمل اللہ تعالیٰ کی نظر سے چھپ نہ سکے گا اور ہر ایک کا بدلہ دیا جائے گا۔"

ارشادِ خداوندی ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه.

"یعنی جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

ہم زمین کی گواہی کو اپنی روز مرہ زندگی کی ایک عام سی مثال سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ صرف فلمیں ہی بنا کرتی تھیں اور سینماؤں میں دکھائی جاتی تھیں مگر اب مووی کیمرے اتنے عام ہو گئے ہیں کہ اکثر گھروں میں ہونے والی تقریبات کو ان مووی کیمروں کے ذریعے عکس بند کر لیا جاتا ہے۔ پھر جب بھی کسی کا جی چاہتا ہے وہ کیسٹ چلا کر تقریب کی فلم دیکھ کر پرانی یادوں کو تازہ کر سکتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے

Marfat.com

کہ تقریب کے وہ لمحات محفوظ ہوتے ہیں، جب وہ انجام دی جا رہی ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس تقریب کی فلم دس بیس سال بعد دیکھے تو بعض اوقات اسے فلم میں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں جو عرصہ ہوا اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر وہ انھیں زندہ انسانوں کی طرح ملاحظہ کر رہا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح زمین کی بھی مووی بن رہی ہے اور یہ تا بہ ابد بنتی رہے گی۔ کل اگر روزِ حشر کوئی شخص اپنے کسی عمل سے انکار کرے گا تو زمین بچھا دی جائے گی۔ جب اس نے وہ عمل کیا تھا اور جب وہ خود کو برائی کے وہ اعمال کرتا دیکھ لے گا تو اس کی زبان گویا خاموش ہو جائے گی اور قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ لہٰذا ہمیں فکر کرنی چاہیے اور زمین کی گواہی کے سبب پکڑ میں آنے سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یعنی نیک کاموں کی رغبت اور برائی کے کاموں سے دوری اختیار کرنی چاہیے تاکہ کل یوم الحساب میں زمین جو گواہی دے وہ اچھے اور نیک اعمال کی ہو اور ہمیں نجات دلانے میں معاون ثابت ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمال و افعال کی ہمت و توفیق سے نوازے کہ ہم اچھے کام کریں تاکہ زمین کی گواہی ہمیں مجرم ثابت نہ کر دے اور ہم بوقتِ آخرت شرمندگی اور سزا سے بچ سکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

عرش کے سائے میں جگہ پانے والے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا:

”کہاں ہیں وہ لوگ جو میری عظمت کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے؟ آج میں انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دوں گا اور آج کے دن میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے۔“

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں ایسے افراد کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے ہوں گے۔ گو کہ مذکورہ حدیث کے متن میں براہِ راست عرش کا ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے ”میں اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔“ علمائے کرام نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس میں مجازاً عرش کا سایہ مراد ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں حدیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سب سے قریب اور خصوصی منزلت کے حامل ہوں گے۔

مسلم شریف کی مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے قرب اور عنایت سے نوازنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہ ایسے افراد ہیں جو آپس میں بہت محبت کرتے ہیں اور اس محبت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بہت سی احادیث میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ اللہ کی خاطر لوگوں سے دوستی یا دشمنی رکھتے ہیں وہ بڑا اجر پانے والے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں ایک حدیث بیان کی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

''میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ اور میرے تعلق سے مل کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔''

اہلِ ایمان کی زندگی کے حوالے سے یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ محض آپس کے تعلقات ہی کیا، زندگی کے تمام معاملات کا مرکز ومحور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اور اُس کے ارشادات ہیں۔ توحید پر ایمان اسی سبب سے ہے کہ زندگی کے لیے روشنی اور ہدایت صرف اسی ایک ذاتِ الٰہی سے ممکن ہے اور جب ہم اپنی زندگی اور اس کے جملہ امور کو ذاتِ وحدہٗ لا شریک سے جوڑلیں گے تو یقیناً دنیوی اور اخروی کامیابیاں ہمارا مقدر ہوں گی۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ کے بندوں میں بعض وہ لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن اللہ کے نزدیک قیامت کے دن ان کا جو درجہ ہوگا اسے دیکھ کر نبی اور شہید بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ نے پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بتایئے وہ کون لوگ ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں صرف اللہ کے واسطے محبت رکھتے ہیں۔ نہ ان کا آپس میں رشتہ ہے، نہ لین دین کا تعلق۔ قسم ہے اللہ کی، ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انھیں ڈر نہ ہوگا اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو انھیں غم نہ ہوگا۔''

بھلا اہلِ ایمان میں کون ہے جو ان انعامات واکرام کی خواہش نہ رکھتا ہو، اللہ کی محبت اور قرب نہ چاہتا ہو۔ یقیناً ہر مسلمان کی تمنا اور خواہش یہی ہے کہ پروردگار اس پر انعام و اکرام کی برسات کردے۔ اسے دنیا و آخرت میں سرخرو کردے اور اپنی محبت اور قرب سے نواز دے۔ مذکورہ حدیث میں کتنی آسان سی بات بتا دی گئی کہ آپس کے جملہ امور کا مرکز اللہ کی ذات کو بنالو۔ یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ جامع ترمذی اور سنن ابنِ ماجہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔

Marfat.com

''یا رسول اللہ! مجھے ایسا کوئی عمل بتائیے کہ جب میں اس کو کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور (جو مال وجاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔''

غرض یہ کہ دنیاوی مال ومتاع اور اس سے محبت آخرت میں ناکامی ونامرادی پر منتج ہو گی۔ اللہ کی رضا کے لیے تو دنیا کو ٹھکرانا اور اللہ سے لولگانا ہی بنیادی ضرورت ہے اور جب تک دنیا میں رہنا ہے تو بس ایسے کہ ہر معاملے میں اللہ کی رضا ہی کو مقدم رکھا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے جملہ معاملات اپنی رضا کے مطابق انجام دینے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے اور قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

Marfat.com

جنت کا حصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

صحیح مسلم کی ایک حدیثِ مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو، اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو، اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو۔''

پوچھا گیا کہ کون اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے ایک کو اُن کے بڑھاپے میں پایا پھر بھی وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔''

حدیثِ مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں والدین کے خدمت گزار بندوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ بلاشبہ دنیا دار العمل ہے اور یہاں انسان جیسے اعمال انجام دے گا اسے آخرت میں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ سورۂ زلزال کی آیت ۷ اور ۸ میں ارشادِ ربانی ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ.

ترجمہ: ''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

جنت کا حصول ہر اہلِ ایمان کی خواہش ہے۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے ایک راستہ پروردگارِ عالم نے والدین کی خدمت و اطاعت میں رکھ دیا ہے اور والدین کی خوشی و ناراضگی کو اپنی ذات کی خوشی اور ناراضگی قرار دیا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کر دی ہے۔

احادیثِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کی اہمیت اور قدر و منزلت بیان فرمائی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ اور ۲۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

''اور تمھارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنھیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا تُو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔''

خالقِ کائنات نے انسانی تخلیق کا ذریعہ والدین ہی کو بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین کی عظمت و بزرگی اور اطاعت کا بھی نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ اس فرماں برداری کو پسند بھی فرمایا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا کام زیادہ پسندیدہ ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا'' میں نے پوچھا پھر کون سا کام؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ بھلائی کرنا'' میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔''

ایک حدیثِ مبارکہ میں والدین کی نافرمانی کو گناہِ کبیرہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت

Marfat.com

کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔“

کتنے خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں وہ لوگ جن کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک ان کے درمیان ہے اور وہ خدمت و اطاعت کر کے جنت کے حصول کو ممکن بنا رہے ہیں۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ بندہ اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا نافرمان ہو جاتا ہے اور اس کے والدین کا انتقال ہو جاتا ہے اور بات ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اب اگر وہ برابر ان کے لیے استغفار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو فرمانبردار اولاد میں شمار کر دیتا ہے۔“

غرض یہ کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری دنیوی اور اخروی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے، لہٰذا ہمیں والدین کی خدمت و اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کو فوری ممکن بنانا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اور پھر ہاتھ ملنے کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔

دعا ہے کہ ربّ العالمین ہمیں والدین کی خدمت و اطاعت کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم مسلم شخصیات کی زندگی پر مستند کتابیں

ان کتابوں کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے!

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد حسین ہیکل
حیات حضرت ابراہیم علیہ السلام	محمد رضی الاسلام ندوی
حیات حضرت خضر علیہ السلام	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (مع قصہ یاجوج ماجوج)	نوید احمد ربانی
حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	کامران اعظم سوہدروی
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	حافظ ناصر محمود
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ ناصر محمود
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	حافظ ناصر محمود
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مع دیوانِ شمس تبریز	راجہ طارق محمود نعمانی
سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	علامہ شبلی نعمانی
حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عبدالسلام ندوی

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم تاریخی شخصیات | شاہکار سوانح عمریاں

ان کتابوں کو اپنی لائبریری کی زینت بنایئے!

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	(فاتح مصر)	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	(اللہ کی تلوار)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
محمد بن قاسم	(فاتح سندھ)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
طارق بن زیاد	(فاتح اُندلس)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
سلطان محمود غزنوی	(بت شکن)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
عماد الدین زنگی	(عظیم فاتح)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ	(عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)	عبد الرشید عراقی
صلاح الدین ایوبی	(فاتح بیت المقدس)	ہیرلڈلیم/مترجم: محمد یوسف عباسی
امیر تیمور	(جس نے دُنیا ہلا ڈالی)	ہیرلڈلیم/مترجم: محمد عنایت اللہ
چنگیز خان	(وحشت اور جنون کا نشان)	ہیرلڈلیم/مترجم: سیّد ذیشان نظامی
سقراط	(عظیم فلسفی)	کورامیسن/مترجم: آنسہ صبیحہ حسن
سکندر اعظم	(عظیم فاتح)	انجم سلطان شہباز
شیر شاہ سوری	(شیر دل بادشاہ)	انجم سلطان شہباز
سلطان محمد فاتح	(فاتح قسطنطنیہ)	ڈاکٹر محمد مصطفےٰ صفوت
حیدر علی	(سلطنت خداداد کا بانی)	نریندر کرشن سنہا
خلیفہ ہارون الرشید	(پانچویں عباسی خلیفہ)	راجہ طارق محمود نعمانی
اورنگ زیب عالمگیر	(شہنشاہِ مغلیہ سلطنت)	رئیس احمد جعفری
ابن خلدون	(مؤرخ، فقیہ، فلسفی اور سیاستدان)	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
عمر خیام	(فارسی شاعر اور فلسفی)	سیّد سلیمان ندوی
امیر خسرو	(فارسی و ہندی شاعر، ماہر موسیقی)	سیّد صباح الدین عبد الرحمٰن

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول اقوال، حکایات، واقعات پر مبنی

زندگی سنوارنے والی سبق آموز کتابیں

- قرآنی بکھرے موتی — مرتب: علی اصغر
- جنت کے حسین مناظر — مرتب: علی اصغر
- ذکر اللہ والوں کے — مرتب: محمد فیروز
- اقوال علی رضی اللہ عنہ کا انسائیکلو پیڈیا — مرتب: محمد مغفور الحق
- شیخ سعدی کی باتیں — مرتب: محمد مغفور الحق
- حکایات سعدی — شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
- حکایات رُومی — مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ
- روحانی حکایات — مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
- حکایات لقمان (سوانح حیات مع حکایات و واقعات) — کامران اعظم سوہدروی
- سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انسائیکلوپیڈیا (کوئز بک) — مرتب: سیّد ذیشان نظامی
- فن تقریر (انعام یافتہ تقاریر) — پروفیسر نویداے کیانی
- گفتگو تقریر ایک فن — ڈیل کارنیگی
- پریشان ہونا چھوڑیئے جینا سیکھیے! — ڈیل کارنیگی
- میٹھے بول میں جادو ہے — ڈیل کارنیگی
- کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں — ڈیل کارنیگی
- 39 بڑے آدمی — ڈیل کارنیگی
- مانیں نہ مانیں — ڈیل کارنیگی
- موت کا منظر (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟) — خواجہ محمد اسلام
- کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ — علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
- مکالمات اقبال (علامہ اقبال کی زندگی کے سنہرے واقعات) — پروفیسر سعید راشد علیگ
- تذکرۂ اقبال — پروفیسر سعید راشد علیگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

پریشانیوں سے نجات اور پرسکون اسلامی گھرانے کیلئے

خوبصورت اور معیاری کتابیں

- اسلامی وظائف کا انسائیکلو پیڈیا
- پنجسورۃ شریف (ترجمہ وفضائل)
- روحانی عملیات و وظائف
- دُنیاوی پریشانیوں کا روحانی علاج
- مجموعہ وظائف (عربی۔اُردو۔انگلش)
- بزرگانِ دینؒ کے وظائف
- قرآنی مستجاب دعائیں
- پیارے نبی ﷺ کی پیاری دُعائیں
- دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعائیں
- نظامی کشکول عملیات
- بارہ ماہ کی نفلی عبادات
- دُعائیں التجائیں
- سنی جنتری (اہل سنت کی پہلی جنتری)
- استخارہ کیسے کریں؟
- فضائل درود مستغاث (مترجم)
- قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ وفضائل)
- جادو کا آسان علاج
- عہد نامہ (ترجمہ وفضائل)
- میرے حضور ﷺ (معروف نعتیں)
- بہارِ مدینہ (معروف نعتیں)
- رُباعیاں دی بہار
- سوہنا مدینے والا (پنجابی نعتیں)
- خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلو پیڈیا
- برجوں کا انسائیکلو پیڈیا
- اسلامی ناموں کا انسائیکلو پیڈیا
- اقوال زریں کا انسائیکلو پیڈیا
- یہ تیرے پراسرار بندے (اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے پاکیزہ واقعات کا خزانہ)

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977, 621953 موبائل 0323-5777931

Marfat.com

الشجرة النبوية

تبرکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تاریخی دستاویز

جس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے عزیز و اقارب کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں

تالیف: یوسف بن عبدالہادی مقدسی رحمہ اللہ

تحقیق و تخریج: ابو ادیب محی الدین دیب

ترجمہ: نوید احمد ربانی نظر ثانی: پروفیسر سعید میر کھوکھر

بک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائرز

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنے نبی گزرے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو ایسے معجزات سے نوازا گیا جن کو دیکھ کر لوگ اُن پر ایمان لائے، مجھ کو جو معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ ﴿قرآن﴾ ہے۔ (اس کا اثر قیامت تک رہے گا) اس لئے مجھے اُمید ہے کہ روزِ قیامت میرے پیروکار (دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے فرمانبرداروں کی نسبت) زیادہ ہوں گے۔ (الحدیث)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "فضائل القرآن" کا پہلا اُردو ترجمہ

فضائل القرآن

اُردو ترجمہ

معجزۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف:

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: نوید احمد ربانی فوائد، تحقیق و تخریج: علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نظرِثانی: مفتی و شیخ الحدیث ابو عبدالسلام محمد اکرم جمیل

ناشران

بُک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

امام نسائی کی شہرہ آفاق کتاب

فضائل الصحابة

اردو ترجمہ

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: نوید احمد ربانی تحقیق وتخریج: علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نظرثانی: ابوصالح محمد سلیمان نورستانی (فاضل مدینہ منورہ یونیورسٹی)

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران:

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری

بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977

فون نمبر 0544-621953

موبائل 0323-5777931

موبائل 0321-5440882

Join us on Facebook: www.facebook.com/bookcornershowroom

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

کتاب الأوائل

اردو ترجمہ

سب سے پہلے

دنیا میں سب سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا حسین گلدستہ

ترجمہ: ابوصالح محمد سلیمان نورستانی

فوائد تحقیق و تخریج: نوید احمد ربانی

افادات: ڈاکٹر محمد بن ناصر عجمی

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

دیوانِ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

مجبر

شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید البوصیری رحمۃ اللہ علیہ

شَاعِرُ المدائح النبویّۃ وَ مِرْآۃُ عَصْرِہِ

مترجم

علامہ حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی

(ایم اے علوم اسلامیہ، اردو، تاریخ، بی ایڈ)

مصر کے معروف صوفی شاعر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نابغہ روزگار ہستی تھے۔ ان کے دیوان کا ایک ایک شعر ان کی سحر بیانی وہ کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کہ کلام پڑھنے والا کسی ایک شعر کی عمدگی میں ہی محو ہو جاتا ہے اور گھنٹوں اس کی چاشنی اپنی ذات میں محسوس کرتا رہتا ہے۔ قصیدہ بردہ شریف (عربی: قصیدۃ البردۃ) ایک ایسا شاعرانہ کلام ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، مدحت و ثنا خوانی پر مبنی ہے اور پوری اسلامی دنیا میں نہایت شہرت کا حامل ہے۔

ناشران

بک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

مشہور و معروف قلم کار حافظ ناصر محمود کی معرفت و تصوف پر شاہکار تصانیف

عاشق رسول ﷺ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، واقعات، تعلیمات، اوصاف اور کمالات کا تذکرہ، جو اقلیمِ عشق کے امام، تاریخ فقر و عرفان میں یکتائے روزگار اور فنافی الرسول ﷺ کے بلند مقام پر فائز ہو کر حیات جاوداں پا گئے

عاشقِ رسول ﷺ
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

دوسری صدی ہجری کی شہرۂ آفاق عارفہ کی سوانح حیات، واقعات، فرمودات، مناجات، تعلیمات، کرامات، اوصاف اور کمالات کا تذکرہ

رَابِعَةُ العَدَوِيَّة
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

ایک عظیم فلسفی ودانشور کے قلم سے مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات اور
فلسفہ وحکمت کی تفہیم کے لیے تشبیہات وتمثیلات کا بے مثال مجموعہ

تشبیہاتِ رُومی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

قیمت:- 780/ روپے

مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف تصنیف ''مثنوی''
سے دِلچسپ اور نصیحت آموز حکایات کا حسین انتخاب......ایک نئے انداز میں!

حکایاتِ رُومی

مع درسِ حیات

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

قیمت:- 380/ روپے

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

ائمہ تلبیس

نبوت کے جھوٹے دعویدار

یعنی ان مشہور دجالوں کے حالاتِ زندگی جنہوں نے عہد رسالت سے لے کر آج تک الوہیت، نبوت، مسیحیت، مہدویت اور اس قسم کے دوسرے جھوٹے دعوے کر کے ملت اسلامیہ میں رخنہ اندازیاں کیں اور اسلام کے حق میں مارہائے آستین ثابت ہوئے۔

تالیف: ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوری

تصحیح و تخریج: نوید احمد ربانی تقدیم: پروفیسر سید امیر کھوکھر

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

قادیانیت ایک فتنہ

ادارہ بک کارنر جہلم کے بانی وناشر **شاہد حمید** کی برسوں کی محنت

صفحات 704 قیمت -/600 روپے صرف

حضرات اہل سنت بریلوی، حضرات دیوبند اور حضرات اہلحدیث کے منتخب نامور مضامین پر مبنی تحقیقی کتاب — پہلی دفعہ ایک کتاب میں یکجا!

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	بلبل حریت آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم)
علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حضرت علامہ سلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد ذاکر عبدالکریم نائیک
حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ زبیر علی زئی محدث

کتاب ایک نظر میں

★ تاریخ مرزا ★ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں ★ قادیانی مرتد پر قہر خداوندی ★ مرزا قادیانی اور نبوت
★ مرزا قادیانی کی غلطیاں ★ مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی ★ آئینۂ قادیانیت
★ مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال ★ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت
★ ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے ★ مرزائیت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں
★ مرزائیوں سے چند سوال ★ ختم نبوت کے تقاضے ★ فتنہ قادیانیت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
★ قادیانیت نے عالم اسلام کو کیا عطا کیا؟ ★ مرزا غلام احمد سے مرزا ناصر احمد تک ★ قرآن اور ختم نبوت
★ مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ ★ مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ
★ مرزائیت کی اِسلام دُشمنی ★ قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ ★ مرزا غلام احمد قادیانی کا عبرتناک انجام
★ اشتعال انگیز تحریریں ★ قادیانی پیشگوئیوں کا انجام ★ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

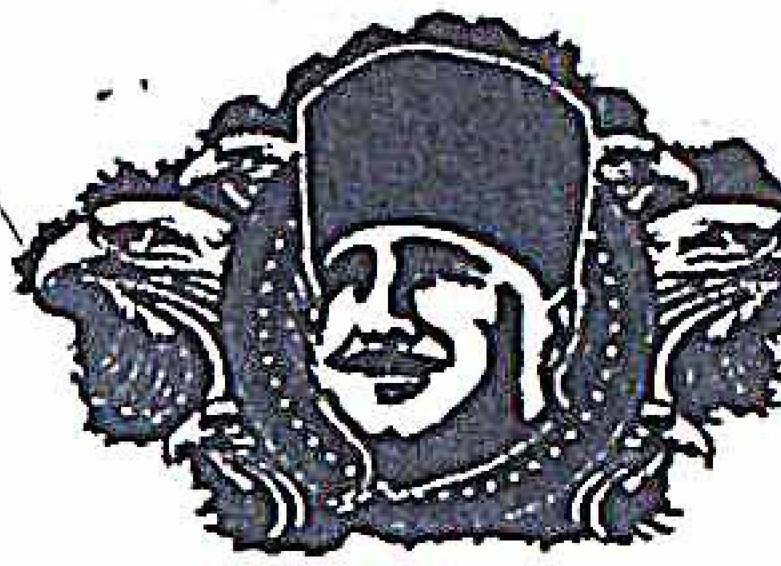

اقبالیات کے موضوع پر

خوبصورت اور معیاری کتابیں

- کلیاتِ اقبال ؒ — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ؒ
  (آرٹ پیپر، ڈیلکس ایڈیشن) — پہلی مرتبہ علامہ اقبال کے نایاب تصویری البم کے ساتھ
- بانگ درا — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ؒ
- بالِ جبریل — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ؒ
- ضربِ کلیم — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ؒ
- شرح شکوہ، جواب شکوہ — فرہنگ و شرح: حافظ حامد محمود
- فلسفۂ عجم — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال/ مترجم: میر ولی الدین
  "The Development of Metaphysics in Persia" کا سلیس اردو ترجمہ
- خطباتِ اقبال (تلخیص) — ڈاکٹر علامہ محمد اقبال/ مترجم: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
  "The Reconstruction of Religious Thought In Islam" کا سلیس اردو ترجمہ اور تلخیص
- فکرِ اقبال — ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
- اقبال کا نظریۂ خودی — پروفیسر عبدالمغنی
- مکالماتِ اقبال ؒ (سنہرے واقعات) — پروفیسر سعید راشد علیگ
- تذکرۂ اقبال ؒ (مستند سوانح حیات) — پروفیسر سعید راشد علیگ
- علامہ اقبال کی باتیں — مرتب: ابوامامہ
- بچوں کا اقبال — مرتب: ابوامامہ

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

بک کارنر شوروم

بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان

Ph: 0544-614977-0321-5440882-0323-5777931

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

BC

کتابوں کی دُنیا میں خوش آمدید!!!

بُک کارنر شورُوم

اَب facebook پر!!

جہاں آپ کو ملیں

کتابوں سے متعلق

معلومات ...... اقتباسات ...... تبصرے

...... تجزیے ...... اور بہت کچھ!!

براہِ راست لنک:

www.facebook.com/bookcornershowroom

آج ہی ممبر بننے کے لیے پیج پر بنے بٹن

Like

پر کلک کیجئے!

اور سینکڑوں ممبرز کی فہرست میں آپ بھی شامل ہو جائیے!!

Marfat.com

ریڈیو پر نشر ہونے والی اسلامی تقاریر کا مجموعہ

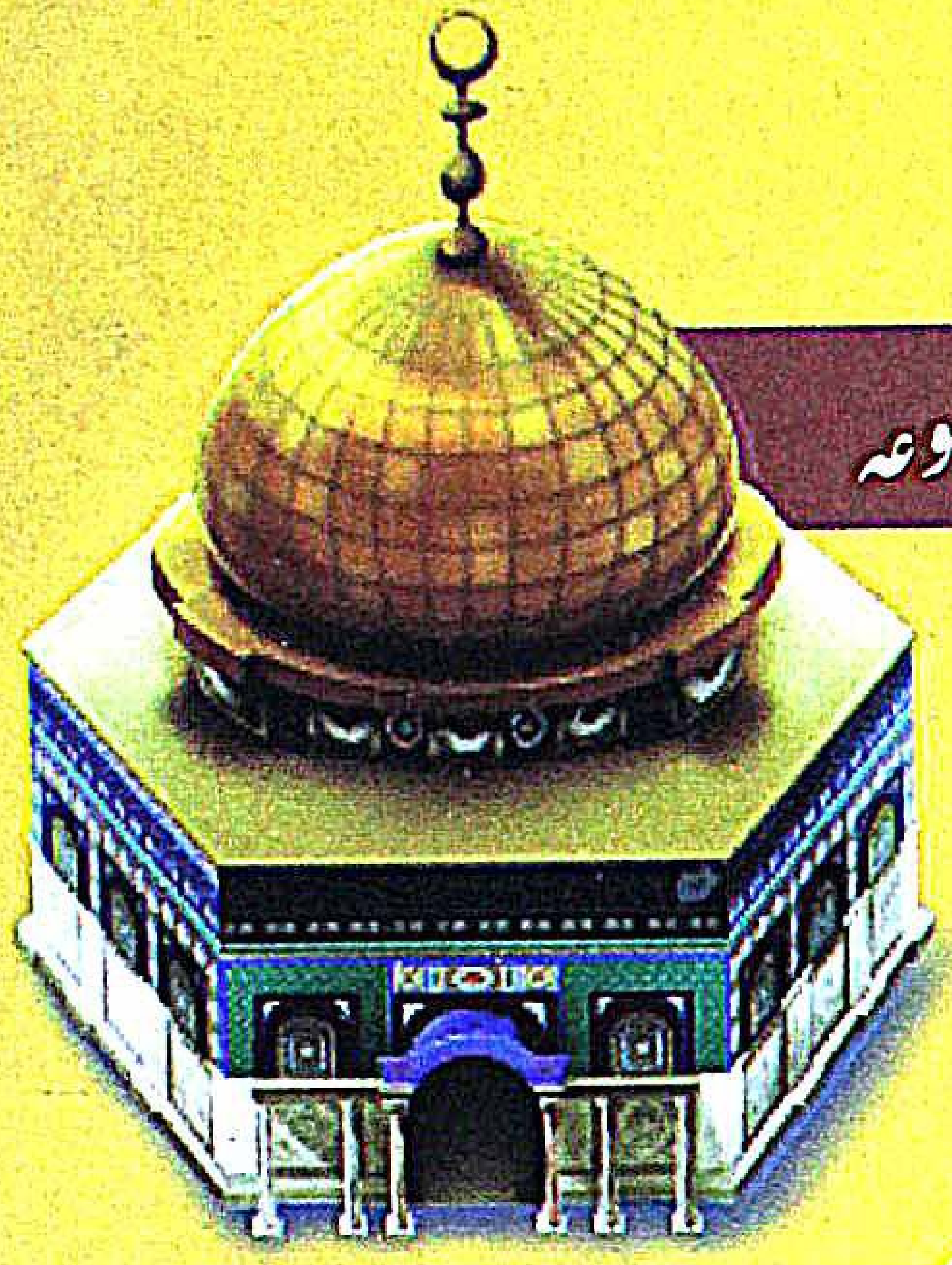

حیَّ علی الفلاح

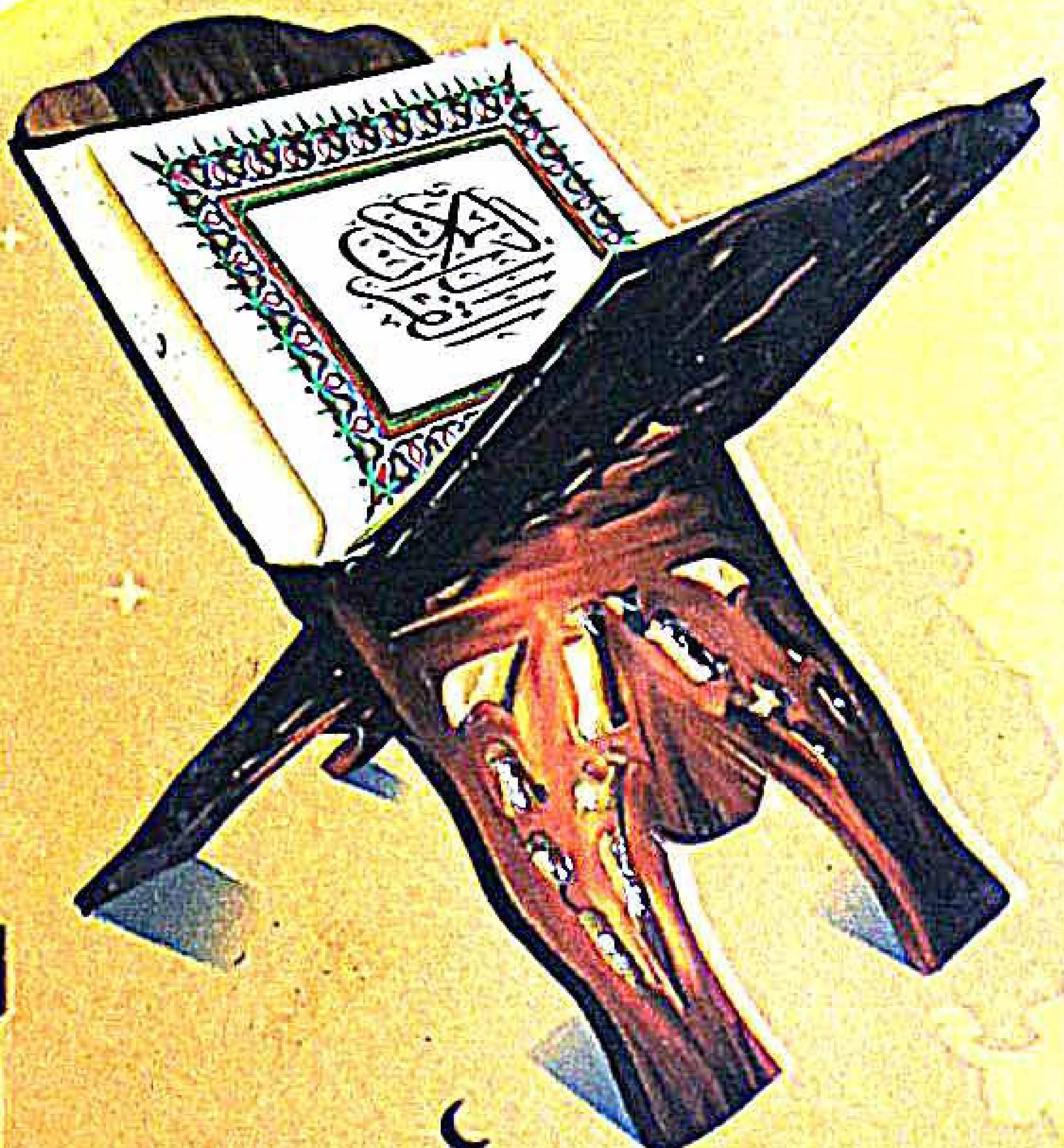

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عادل

Marfat.com